ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

نومبر ۱۹۰۶ء تا اکتوبر ۱۹۰۷ء

جلد نہم

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
(جلد نہم)

Malfuzat (Vol 9)
Sayings and Discourses of
Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian,
The Promised Messiah and Mahdi (1835-1908), peace be upon him.
(Complete Set – Volumes 1-10)

First Published in Rabwah, Pakistan in the 1960s (10 Volumes Set)
Reprinted in the UK in 1984
Published in 1988 (5 Volumes Set)
Reprinted in Qadian, India in 2003, 2010 (5 Volumes Set)
Digitally Typeset Edition Published in 2016 (10 Volumes Set)
Present Revised Edition Published in the UK in 2022

Published by:
Islam International Publications Limited
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

Printed in Turkey at:
Pelikan Basim

ISBN: 978-1-84880-145-5 (Set Vol. 1-10)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

عرض حال

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دس جلدوں پر مشتمل تازہ ایڈیشن پیش خدمت ہے۔قبل ازیں ملفوظات مکمل سیٹ کی صورت میں پہلی بار الشرکۃ الاسلامیہ کے زیر انتظام دس جلدوں میں شائع ہوئے تھے۔ بعدہٗ اس کو پانچ جلدوں میں بھی تقسیم کر کے طبع کروایا گیا تھا۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ملفوظات کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن شائع کرنے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ملفوظات کی موجودہ جلدوں کی ضخامت زیادہ ہے جس کی وجہ سے یہ وزنی اور بھاری محسوس ہوتی ہیں اور آسانی سے ہاتھ میں سنبھال کر پڑھنے میں مشکل ہوتی ہے۔اس کو پانچ کی بجائے دس جلدوں میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں یہ ایڈیشن دوبارہ دس جلدوں میں طبع کروایا جارہا ہے۔

اس مرتبہ ازسرنو اصل ماخذ یعنی اخبار الحکم اور اخبار البدر قادیان کی جلدوں کا مطالعہ کر کے یہ کوشش کی گئی ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ارشاد مطبوعہ ایڈیشن میں درج ہونے سے رہ گیا ہے تو وہ اس ایڈیشن میں شامل اشاعت ہوجائے۔ چنانچہ اس کاوش کے نتیجہ میں کچھ ارشادات سامنے آئے جو ملفوظات کے مجموعہ میں شامل نہ ہو پائے تھے،اس لئے ان کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں کہ اخبار بدر اور الحکم کی رپورٹنگ میں اگر کوئی کمی بیشی ہے تو اس کو حاشیہ میں درج کیا جائے اور حاشیہ میں اس عبارت کو اس طور پر درج کیا جائے کہ اس سے مفہوم واضح ہوجائے،حاشیہ کی عبارات کو حسبِ ضرورت بڑھایا گیا ہے۔

ابتداء میں ملفوظات کو مکمل سیٹ کی شکل میں شائع کرنے کا شرف حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ کو حاصل ہوا جن کی نگرانی میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۷ء کے قلیل عرصہ میں ملفوظات کی دس جلدیں شائع ہوئیں۔ اس سیٹ کی پہلی چار جلدوں کا انڈیکس حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ نے اور بقیہ چھ جلدوں کا انڈیکس حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے مرتب فرمایا تھا۔

انگلستان سے یہ سیٹ قبل ازیں طبع ہو چکا ہے۔ بعدہٗ محترم سید عبدالحیٔ شاہ صاحب مرحوم کی زیر نگرانی ملفوظات میں مذکورہ آیاتِ قرآنی کے حوالہ جات، نئے عنوانات اور انڈیکس کو از سرنو مرتّب کر کے یہ قیمتی خزانہ علم و معرفت پانچ جلدوں کے سیٹ میں طبع کیا گیا تھا۔

گزشتہ ایڈیشن میں بعض ارشادات تاریخی اعتبار سے اپنے موقع اور محل پر نہ تھے۔ اب نئے دس جلدوں پر مشتمل سیٹ میں ان کو اپنے مقام پر لایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض جگہوں پر ایڈیٹر کا نوٹ سہواً آگے پیچھے ہو گیا تھا اس کو بھی درست کر دیا گیا ہے۔

ملفوظات کا یہ پہلا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن ہے۔ اس کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور کام کو تکمیل کے مراحل تک پہنچانے میں مرکزی ٹیم کے جن مربیان نے اس ذمہ داری کو نبھایا ہے ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین

مختلف مقامات پر بعض اشعار و عبارات بزبان فارسی ہیں کتاب کے آخر میں ان کا اردو ترجمہ دے دیا گیا ہے تا کہ قارئین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

سابقہ پانچ جلدوں والے ایڈیشن کا انڈیکس محترم سید عبدالحیٔ صاحب نے مرتّب فرمایا تھا۔ وہ انڈیکس چونکہ پانچ جلدوں میں تھا، اب دس جلدوں کے لحاظ سے اسی انڈیکس کو موافقِ حال بنا دیا گیا ہے۔

خاکسار

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

جنوری ۲۰۲۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد نہم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظاتِ طیّبہ کی یہ نویں جلد ہے جو ماہِ جولائی ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۷ء تک کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی ترتیب وتدوین بھی مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْنِ جَزَاءً حَسَنًا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور آئندہ آنے والی نسلوں پر خاص فضل واحسان ہے جو اس نے امام آخرالزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روح پرور اور ایمان افروز کلمات طیبات کو پریس کے ذریعہ سے محفوظ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آپ کے ان پاک باطن، وفادار اور مخلص جاں نثار صحابہ کو جنہوں نے نہایت اخلاص اور محبت سے ان پاک موتیوں کو اپنے اخبارات میں محفوظ کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کے ایمان کو تروتازہ کرنے اور ان کے تزکیہ نفس کا سامان فراہم کر دیا۔ ان تحریروں کو پڑھ کر ہم آج بھی اپنی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لا کر محظوظ اور لطف اندوز ہوتے ہیں جب کہ خدا کا پاک مسیح موعود اپنے مریدان باصفا کے سامنے کھڑے ہو کر یا بیٹھے ہوئے ان کا خدا سے رشتہ مستحکم کرنے کے لئے اور ان کی صفائی باطن اور تزکیۂ نفس کے لئے مختلف ہدایات دیتا اور ترقی کی راہوں کی طرف ان کی رہنمائی فرماتا تھا۔ چند ہدایات درج ذیل ہیں۔ فرمایا:۔

دُعا

’’دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۶۷)

بدظنی

’’سارے گناہوں کی جڑ بدظنی ہے۔لکھا ہے جب کافر لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے انہیں کہا جائے گا کہ یہ تمہاری بدظنی کا نتیجہ ہے۔خدا کا رسول تمہارے پاس آیا اس نے تمہیں نیکی کی بات سکھائی،توبہ اور استغفار کا سبق دیا پر تم نے اس کی مخالفت کی اور اس پر بدظنی کر کے کہا کہ تجھے خدا کی طرف سے کوئی الہام نہیں ہوتا۔تُو سب باتیں اپنے پاس سے بنا کر کہتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۷۲)

اختلاف مذہبی اور اخلاق

’’ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیونکہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جس کو صحت روحانی حاصل نہیں۔پس بیمار تو اور بھی قابل رحم ہے جس کے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہیے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔‘‘ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۷۴)

ہر تصنیف قابلِ اشاعت نہیں ہوتی

’’بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں جو دینی علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔ان کی تصنیف بجائے فائدہ کے ضرر رساں ہوتی ہے۔اس قسم کی تصانیف پہلے قادیان میں آنی چاہئیں اور یہاں لوگ اس کو دیکھیں اور اس پر غور کریں کہ آیا وہ چھپنے کے قابل بھی ہیں یا کہ نہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۰۵)

مسلمان کا مقصد

’’حقیقی مسلمان کا یہ مقصد نہیں ہوا کرتا کہ اس کو خوابیں آتی رہیں بلکہ اس کا مقصد تو ہمیشہ

یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاوے اور جہاں تک اس کی طاقت اور ہمت میں ہے اس کو راضی کرنے کی سعی کرے۔ اگر چہ یہ سچ ہے کہ یہ بات نرے مجاہدہ اور سعی سے نہیں ملتی بلکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر موقوف ہے۔'' (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۱۸)

اسلام ایک موت ہے

''یاد رکھو! اسلام ایک موت ہے۔ جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلتا، پھرتا، سنتا، دیکھتا نہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۹)

بیعت مشروط نہیں ہوتی

''میں کھول کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری بیعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے بیٹا ملے یا فلاں عہدہ ملے یعنی شرطی باتوں پر بیعت کرتا ہے تو وہ آج نہیں۔ کل نہیں۔ ابھی الگ ہو جاوے اور چلا جاوے۔ مجھے ایسے آدمیوں کی ضرورت نہیں اور نہ خدا کو ان کی پروا ہے۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۵)

تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے

''قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لیے تقویٰ ضروری اصل ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة:۸۰) دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ و ہیئت وغیرہ میں اس اَمر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متّقی اور پرہیزگار ہو بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہی ہو وہ بھی سیکھ سکتا ہے مگر علم دین میں خشک منطقی اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا.... یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۵۴، ۵۵)

صحیح عہد

''صحیح عہد وہ ہوتا ہے کہ عہد کرنے سے پہلے طرفین نے قلب صافی کے ساتھ تمام معاملات ایک دوسرے کو سمجھا دیئے ہوں اور کوئی بات ایسی درمیان میں پوشیدہ نہ رکھی ہو جو کہ اگر ظاہر کی جاتی تو دوسرا آدمی اس عہد کو منظور نہ کرتا۔ ہر ایک عہد جائز نہیں ہوتا کہ اس کو پورا کیا جائے بلکہ بعض عہد ایسے ناجائز ہوتے ہیں کہ ان کا توڑنا ضروری ہوتا ہے ورنہ انسان کے دین میں سخت حرج واقع ہوتا ہے۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۳۳)

صفاتِ واعظ یا ملازم وغیرہ

''جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ دیانت، محنت، علم۔ جب تک کہ یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں۔ تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پورا کر سکے گا۔ اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانت دار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۳۶)

جب حضرت اقدس یہ فرما چکے تو حاضر دوستوں میں سے ایک نے سیکھوانی برادران یعنی میرے تایا حضرت میاں جمال الدین صاحبؓ اور میرے والد حضرت میاں امام الدین صاحبؓ اور میرے چچا حضرت میاں خیر الدین صاحبؓ کا ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جا سکتے ہیں تو حضرت نے فرمایا:۔

''بیشک وہ بہت موزوں ہیں۔ مخلص آدمی ہیں۔ ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔ تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے

دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۳۶)

واعظ کیسے ہونے چاہئیں

''واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ صبر اور تحمل سے کام کرنے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہو جائیں۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شَے کو تلاش کرتا ہے۔ مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔ جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔ جس شخص میں فساد کی بدبو پائیں اس سے پرہیز کریں۔ کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔ جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کر دیں۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۹۶)

حساب رکھو

''لوگ دنیا کا حساب و کتاب کس قدر محنت سے یاد رکھتے ہیں لیکن عمر کا حساب نہیں رکھتے اور خیال بھی نہیں کرتے کہ اب عمر کا کس قدر حصہ باقی رہ گیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۲۷)

اے ہمارے رحیم و کریم خدا! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے مامور و مُرسل کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں اور ہمیں اور ہماری اولادوں کو ان عمیق گڑھوں اور خندقوں سے محفوظ رکھ جو شیطان نے اس زمانہ میں انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تیار کی ہیں۔ ہم کمزور ہیں تو قادر و توانا خدا ہے تو اپنی جناب سے ہمیں قدرت بخش کہ ہم اور ہماری اولادیں تیرے مُرسل کے ملفوظاتِ طیّبات کی قدر اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں ان کی اشاعت کرنے والے ہوں۔ آمین

خاکسار

جلال الدین شمسؔ

ربوہ۔ ۱۷؍جنوری ۱۹۶۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۵ر نومبر ۱۹۰۶ء

استقامت

حیدرآباد سے ایک صاحب عابد حسین نام کا خط تجدید بیعت کے واسطے حضرت کی خدمت میں پہنچا۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

آپ کی جدید بیعت منظور ہے۔ آئندہ استقامت رکھیں اور خدا تعالیٰ سے استقامت کے لیے دعا کرتے رہیں۔ مرزا غلام احمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں آ سکتا

اس اَمر کا ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحبِ شریعت نہیں ہو سکتا۔

حضرت نے فرمایا۔ یہی درست ہے کہ کوئی نبی صاحب شریعت نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین ہیں۔ پر ایسا مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بڑے علم اور فہم کی ہے اور

وہ اصل حقیقت سے آگاہ تھیں کہ خدا تعالیٰ نے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کو تو بند نہیں کر دیا۔ البتہ کوئی شریعت آنحضرتؐ کے بعد نہیں اور نہ کوئی شخص ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی وساطت کے سوائے براہ راست خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے۔

گوشت خوری

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک ہندو کے ساتھ گوشت خوری کے متعلق اپنی گفتگو کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کے فعل سے استدلال کرنا چاہیے۔ دنیا میں جیسا کہ ہزاروں نباتات ہیں اور مختلف ضرورتوں کے واسطے انسان کی خدمت کے واسطے کار آمد ہیں۔ ایسا ہی ہزاروں جانور بھی ہیں جو کہ انسان کی بہت سی ضرورتوں کے واسطے کار آمد ہوتے ہیں اور ضرورتاً ہندو لوگ بھی استعمال کرتے ہیں بیماری کے وقت مچھلی کا تیل پیتے ہیں۔ علاوہ ازیں گوشت خور قومیں ہمیشہ فاتح رہی ہیں۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ذکر کیا کہ

راولپنڈی میں ایک ہندو ہماری خاطر خربوزے لایا اور ان کو تراش کر اور صاف کر کے اور مصری لگا کر ہمارے آگے رکھا اور گوشت خوری کے مسئلہ کو پیش کیا۔ میں نے کہا کہ ہم تو گوشت نہیں کھاتے جیسا کہ ہم گھاس بھی نہیں کھاتے دیکھو ہم خربوزہ بھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ اگر ہم خربوزہ کھانے والے ہوتے تو تم کو یہ کانٹ چھانٹ نہ کرنی پڑتی۔ کچھ تم نے اوپر سے کاٹ کر پھینک دیا اور کچھ اندر سے نکال کر پھینک دیا۔ پھر جو درمیان میں رہا اس پر بھی مصری لگائی اور ایک مرکب مصفّٰی چیز بنا کر ہمارے آگے رکھی۔ اس مرکب کو ہم کھاتے ہیں۔ ایسا ہی انسان گوشت خور بھی نہیں بلکہ ایک معجون مرکب کو کھاتا ہے جو کئی ایک مصالحہ جات اور گھی اور گوشت وغیرہ سے مل کر بنتا ہے۔

میر صاحب ناصر نواب نے فرمایا کہ

اگر گوشت خوری گناہ ہوتا تو ہزاروں لاکھوں بھیڑ بکریاں جو کہ ذبح کی جاتی ہیں ان کے سبب سے خدا تعالیٰ کی ناراضگی انسان پر وارد ہوتی۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی کسی بادشاہ یا قوم

نے کسی دوسری قوم پر ظلم کیا اور بہ سبب ظلم کے ان کو یا ان کے بچوں کو قتل کیا تو خدا تعالیٰ کا عذاب ضرور ان پر نازل ہوا اور خدا نے اس سلطنت اور قوم کو ہلاک کر دیا۔لیکن ہمیشہ سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں جو لاکھوں کروڑوں ہوتے ہیں اور خود ان قوموں کے درمیان ہوتے ہیں جو کہ فاتح قومیں ہیں اور اس وجہ سے ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔

فرمایا۔خدا تعالیٰ کے نام بے نیازی کے بھی ہیں اور وہ رحم بھی کرنے والا ہے۔لیکن میرا عقیدہ یہی ہے کہ اس کی رحمت غالب ہے انسان کو چاہیے کہ دعا میں مصروف رہے۔آخر کار اس کی رحمت دستگیری کرتی ہے۔[1]

۷؍نومبر ۱۹۰۶ء

حالتِ زمانہ

ذکر تھا کہ ہر ایک شخص جو فی زمانہ بڑا بننا چاہتا ہے یا شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنی عزّت کے حصول کے ذرائع میں یہ ایک ضروری جزو قرار دیتا ہے کہ سلسلہ حقّہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ عداوت کا اظہار کرتا رہے۔

حضرت نے فرمایا۔ان لوگوں کی مثال اس پٹھان کی طرح ہے جس کے متعلق رافضی کہا کرتے ہیں کہ اس کو کسی شیعہ نے کہا کہ سنی تو وہ ہوتا ہے جو حضرت علیؓ کے ساتھ بمقدار جَو بغض رکھتا ہو تو اس نے جواب دیا کہ الحمدللہ! من بمقدارِ خربوزہ دارم۔یہی حال ان لوگوں کا ہے۔جس کو دیکھو ہمارے ساتھ بڑھ چڑھ کر بغض رکھنے میں فخر کرتا ہے۔

دجّال

فرمایا۔حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دجّال گرجے سے نکلے گا۔وہ ایک ہزار برس تک دَیر (یعنی گرجے) میں مقید تھا۔اس کے بعد وہ دنیا میں نکلا اور مسلمانوں کے برخلاف اپنی کوششوں کو شروع کیا۔حدیثوں میں اس کا نام دجّال آیا ہے اور پہلی کتابوں میں اس کو اژدہا اور شیطان کر کے لکھا ہے۔دراصل وہ ایک ہی ہے اور گرجے سے نکلنے کے الفاظ صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے

---

[1] بدر جلد ۲ نمبر ۴۵ مورخہ ۸؍نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴

ہیں کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے اور اس کی کیا کرتوت ہے۔

آنے والا مصلح

فرمایا۔ آنے والے مصلح اور مجدّد کے مختلف نام پہلی کتابوں میں لکھے ہیں مطلب ان سب کا ایک ہی ہے اور ایک ہی آدمی کی طرف سب اشارے ہیں۔ مسیح، مہدی، ایک فارسی الاصل شخص وغیرہ۔ مگر سب سے عظیم الشان کام جو اس کا ہے یعنی گمشدہ ایمان کا دوبارہ قائم کرنا، اس کے لحاظ سے اس کو اسی اُمّت کا ایک شخص فارسی الاصل کہہ کر بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایمان تمام جہان سے مفقود ہو کر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تب بھی وہ اس کو واپس زمین پر قائم کردے گا۔

دو قسم کے کام ہوتے ہیں ایک رفع شر کے اور دوسرے جلب خیر کے۔ اس جگہ جلب خیر کے کام کا ذکر کرتے ہوئے اسے اس امت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی تعریف

ریویو آف ریلیجنز کا ذکر تھا۔ ایک صاحب نے تعریف کی کہ اس کے مضامین نہایت اعلیٰ ہوتے ہیں۔

فرمایا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایک لائق اور فاضل آدمی ہیں۔ ایم۔ اے پاس ہیں اور اس کے ساتھ دینی مناسبت رکھتے ہیں۔ ہمیشہ اول درجہ پر پاس ہوتے رہے ہیں اور ای۔ اے۔ سی میں ان کا نام درج تھا۔ مگر سب باتوں کو چھوڑ کر یہاں بیٹھ گئے۔ یہی سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی تحریر میں برکت ڈالی ہے۔

ترکِ دنیا

فرمایا۔ ترک دنیا کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انسان سب کام کاج چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ ہم اس بات سے منع نہیں کرتے کہ ملازم اپنی ملازمت کرے اور تاجر اپنی تجارت میں مصروف رہے اور زمیندار اپنی کاشت کا انتظام کرے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیے کہ دست درکار و دل بہ یار۔

انسان خدا تعالیٰ کی رضا مندی پر چلے۔ کسی معاملہ میں شریعت کے برخلاف کوئی کام نہ کرے۔ جب خدا مقدم ہو تو اسی میں انسان کی نجات ہے۔ دنیاداروں کو مداہنہ کی عادت بہت بڑھ

گئی ہے۔جس مذہب والے سے ملے اسی کی تعریف کر دی۔خدا تعالیٰ اس سے راضی نہیں۔صحابہؓ میں بعض بڑے دولت مند تھے اور دنیا کے تمام کاروبار کرتے تھے اور اسلام میں بہت سے بادشاہ گذرے ہیں جو درویش سیرت تھے۔تختِ شاہی پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے لیکن دل ہر وقت خدا کے ساتھ ہوتا۔مگر آجکل تو لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب دنیا کی طرف جھکتے ہیں تو ایسے دنیا کے ہوجاتے ہیں کہ دین پر ہنسی کرتے ہیں۔نماز پر اعتراض کرتے ہیں اور وضو پر ہنسی اڑاتے ہیں۔یہ لوگ ساری عمر تو دنیوی علوم کے پڑھنے میں گذار دیتے ہیں اور پھر دین کے معاملات میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔حالانکہ انسان کسی مضمون میں عمیق اسرار تب ہی نکال سکتا ہے جب اس کو اس اَمر کی طرف زیادہ توجہ ہو۔ان لوگوں کو دین کے متعلق مصالح،معارف اور حقائق سے بالکل بےخبری ہے۔دنیا کی زہریلی ہوا کا ان لوگوں کے دلوں پر زہرناک اثر ہے۔

دنیائے فانی

فرمایا۔دنیا کا انجام تو ظاہر ہے اور اس کا نتیجہ ہر روز ہمارے سامنے اپنی مثالیں پیش کرتا رہتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک شخص زندہ ہے اور کل فوت ہوجاتا ہے طاعون کی موت کو دیکھو کتنی جلدی آجاتی ہے۔آناً فاناً سینکڑوں مَر جاتے ہیں۔گورنمنٹ نے بھی ٹکریں ماریں اور تدبیریں کیں مگر آج تک کچھ بن نہیں سکا۔خدا کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔دنیا کبھی وفا نہیں کرسکتی۔انسان ضرور مَر جائے گا اور گھر تو قبر میں ہے۔پس دنیا کے ساتھ دل لگانے سے کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟

ذاتِ خدا

ایک ذات در پردہ ہے جو اپنے وجود کو اپنے قہری نشانات کے ساتھ دنیا پر ظاہر کرتی ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو اور ثابت ہو کہ وہ موجود ہے۔عقلمند آدمی اس کے نشانات سے اس کو پہچانتا ہے۔

اسلام اور دیگر مذاہب

فرمایا۔عیسائیوں کا کیا دین ہے کہ ایک انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ہند میں تو اکثر عیسائی اس قسم کے ہیں کہ اگر آج ان کی تنخواہ بند ہوجاوے تو عیسائیت کو چھوڑ کر فوراً علیحدہ ہو بیٹھیں۔

دوسری طرف آریہ ہیں کہ ان کے نزدیک گناہ معاف ہی نہیں ہو سکتے۔ سؤر اور کتّے بلّے ہی ہمیشہ بنتے چلے جاؤ۔ عیسائیوں نے توبہ رکھی تو ایسی کہ اخلاقِ انسانی کا ہی ستیاناس کر دیا۔ زنا کرو۔ چوری کرو۔ خیانت کرو۔ جھوٹ بولو۔ بس مسیح کفّارہ ہو گئے۔ چلو چھٹی ہوئی۔ آریہ کہتے ہیں جب انسان گناہ کر چکا تو ہزار پچھتائے، ہزار روئے گناہ معاف ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک ادنیٰ مالک اپنے نوکر کو معاف کر سکتا ہے پر خدا کی لغات میں معافی کا لفظ ہی نہیں۔ اسلام نے ان دونوں کے درمیان صحیح اور سچی راہ دکھائی ہے کہ انسان جب دل سے پشیمان ہوتا اور اپنے رب کی طرف جھکتا ہے تو رفتہ رفتہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور ایک گناہ سوز محبت اس کے کاروبار میں اثر دکھاتی ہے۔ ذرّہ ذرّہ خدا تعالیٰ کے تابع ہے، بغیر اس کی اطاعت کے ہرگز کچھ بن نہیں سکتا۔ اب تو لوگ ہماری باتوں پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے کہنے سے تو نہیں سمجھتے مگر زمانہ خود ان کو سمجھائے گا۔

حَسْبُنَا كِتٰبُ اللهِ

ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ جو صوفیوں نے بنایا ہوا ہے کہ توجہ کے واسطے اس طرح بیٹھنا چاہیے اور پھر اس طرح دل پر چوٹ لگانی چاہیے اور ذکر ارّہ اور دیگر اس قسم کی کتابیں۔ کیا یہ جائز ہیں؟

فرمایا۔ یہ جائز نہیں ہیں بلکہ سب بدعات ہیں۔ حَسْبُنَا كِتٰبُ اللهِ۔ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب سلوک کے واسطے کافی ہے جو باتیں اب ان لوگوں نے نکالی ہیں یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ میں ہرگز نہ تھیں۔ یہ صرف ان لوگوں کا اختراع ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبۃ:۱۱۹) صادق کی صحبت میں رہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سے امور میں مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ بڑے خدا رسیدہ اور بڑے قبولیت والے انسان تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جس نے خدا کا راہ دیکھنا ہو وہ قرآن شریف کو پڑھے اب اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ طریق پر کچھ بڑھائیں اور نئی باتیں ایجاد کریں یا اس کے

برخلاف چلیں تو یہ کفر ہوگا۔ اس زمانہ میں جیسا کہ علماء کے درمیان بہت سے فرقے بن گئے ہیں ایسا ہی فقراء کے درمیان بھی بہت سے فرقے بن گئے ہیں۔ اور سب اپنی اپنی باتیں نئے طرز کی نکالتے ہیں۔ تمام زمانہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ہر جگہ اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں وہ مجدّد بھیجا ہے جس کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے اور جس کا انتظار مدت سے ہو رہا تھا اور تمام نبیوں نے اس کے متعلق پیشگوئیاں کی تھیں اور اس سے پہلے زمانہ کے بزرگ خواہش رکھتے تھے کہ وہ اس کے وقت کو پائیں۔[1]

۱۸؍نومبر ۱۹۰۶ء

دفع شر کے لیے باطنی تدابیر

اس بات کا ذکر تھا کہ بعض شہروں میں جہاں طاعون کا خوف تھا۔ گورنمنٹ چوہے مَروانے کا انتظام کر رہی ہے اور ایک اخبار والے نے جو سناتن ہندو ہے اور کسی جی کا مارنا گناہ سمجھتا ہے اس تجویز کی اس پیرایہ میں تردید کی ہے کہ چونکہ چوہوں میں طاعون کا مادہ ہوتا ہے اس واسطے ان کو پکڑنا اور مارنا خود بخود طاعون کے ردّی مادہ کو منتشر کرنا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ یہ ظاہری تدابیر ہیں مگر جب تک باطنی تدبیر نہ کی جاوے طاعون کا اس ملک سے جانا ناممکن ہے۔ ممکن ہے کہ جیسا کہ اس اخبار والے نے لکھا، طاعونی چوہوں کو پکڑنا اور ہاتھ لگانا وغیرہ بھی کسی حد تک ضرر رساں ہو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ سب حیلے کیمیا گروں کے سے خیال ہیں کہ شاید اس بوٹی سے سونا بن جاوے۔ شاید اس سے سونا بن جاوے۔ خدا تعالیٰ اس وقت شمشیر برہنہ لے کر کھڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دنیا اس کے وجود پر ایمان لائے۔ جب تک دنیا کے لوگ اپنی بدکاریوں اور ضد اور تعصب اور فحش گوئی کو چھوڑ کر اور خدا تعالیٰ کے نشانات کی تحقیر سے توبہ کر کے نیکی اختیار نہ کر لیں تب تک خدا تعالیٰ اس عذاب کو ان کے سر سے دور نہ کرے گا۔

تعجب ہے کہ ہماری گورنمنٹ ظاہری اسباب کو لیتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتی۔ پہلے

[1] بدر جلد ۲ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۵؍نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴، ۵

اسلامی بادشاہوں کے متعلق سنا جاتا ہے کہ وہ ایسے مصائب کے وقت راتوں کو اٹھ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ جو لوگ خدا کو سچے دل سے ماننے والے ہوتے ہیں وہ یہ تماشا دیکھ لیتے ہیں کہ ذرّہ ذرّہ اس کے اختیار میں ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے سر کے بال بھی گنے ہوئے ہیں۔ برخلاف اس کے آجکل کے تعلیم یافتوں کا یہ حال ہے کہ اپنی گفتگو میں لفظ انشاء اللہ بھی بولنا خلافِ تہذیب سمجھتے ہیں۔ کتابوں کی کتابیں پڑھ جاؤ کہیں خدا کا نام تک نہیں آتا۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ہستی کو منوانا چاہتا ہے۔[1]

۲۹؍نومبر ۱۹۰۶ء

عمل صالح

ایک درویش حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ذکر کیا کہ پہلے میں بہت وظائف پڑھتا تھا اور مجھ پر فتوحات کا دروازہ کھلا تھا اور آمد ہوتی تھی مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ حالت جاتی رہی۔ اب باوجود بہت وظائف پڑھنے کے کچھ نہیں آتا۔ کوئی ایسا طریق بتلائیں کہ پھر وہ بات شروع ہو جاوے۔

حضرت نے فرمایا۔ فتوحات وغیرہ مقاصد کو مدنظر رکھنا ہماری شریعت کے نزدیک شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ کی خاطر کرنی چاہیے اس میں کسی اور بات کو نہ ملاؤ اور نہ کوئی اور نیت رکھو۔ عمل صالح وہ ہے جس میں کوئی فساد نہ ہو۔ اگر انسان کچھ دین کا بننا چاہے اور کچھ دنیا کا بننا چاہے تو یہ محض ایک فساد ہے۔ ایسی حالت سے بچنا چاہیے۔ خدا ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا۔ عمل صالح وہ ہے جو محض خدا کے واسطے ہو۔ پھر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی پرورش آپ کرتا ہے اور اس کے واسطے گذارے کی صورتیں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہیں مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ انسان کے واسطے مناسب نہیں کہ اپنی عبادت کے وقت ایسی باتوں کا خیال دل میں لائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا رزق آسمانوں پر ہے دیکھو جب ایک انسان کسی دوسرے انسان کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو

---

[1] البدر جلد ۲ نمبر ۴۷ مورخہ ۲۲؍نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴

اس میں بھی خالص محبت وہ سمجھی جاتی ہے جس کے درمیان کوئی غرض نہ ہو۔اصلی محبت کا نمونہ دنیا کے اندر ماں کی محبت میں قائم ہے کہ وہ اپنے بچے کو کسی غرض کے واسطے محبت نہیں کرتی بلکہ وہ محبت طبعی ہوتی ہے۔ اگر کوئی بادشاہ بھی کسی عورت کو کہے کہ تو اپنے بچے کے واسطے اتنی تکلیف نہ اٹھا۔اس کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔مَرے یا زندہ رہے کوئی باز پُرس تجھ سے نہیں ہوگی تو وہ عورت بادشاہ پر بجائے خوش ہونے کے سخت ناراض ہوگی کہ یہ میرے بچے کے حق میں موت کا کلمہ منہ سے نکالتا ہے اور محبت کا جوش دوطرفہ ہوتا ہے۔ بچہ نابالغ ہوتا ہے۔اس کو کوئی سمجھ نہیں کہ دوست کیا ہے اور دشمن کیا۔مگر ہر حالت میں ماں کی طرف دوڑتا ہے اور اسی سے انس پکڑتا ہے۔ دل را بدل رہیست والا معاملہ ہے۔ جب بچہ نادان ہوکر ماں کی محبت کے عوض میں محبت کرتا ہے تو خدا ایک بچے سے بھی گیا گذرا ہے کہ وہ تمہاری محبت کا عوض تم کو نہ دے گا؟ وہ ضرور محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان نرم رفتار سے خدا کی طرف چلتا ہے تو خدا دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ جب انسان کا دل خالص ہوجاتا ہے تو پھر دنیا کچھ چیز نہیں وہ تو خود بخود خدمت کرنے کے واسطے تیار ہوجاتی ہے لیکن وظائف کے ساتھ خواہش کرنا کہ دنیا مل جاوے یہ ایک بُت پرستی ہے اور اس سے سالک کو سخت پرہیز درکار ہے۔ جب خدا مل جاوے تو پھر دنیا کچھ شَے نہیں۔ جو لوگ دنیا کے پیچھے پڑتے ہیں دنیا ان سے بھاگتی ہے اور جو دنیا کو چھوڑتے ہیں دنیا خود بخود ان کے پیچھے آتی ہے۔[1]

۲۴؍دسمبر ۱۹۰۶ء

حق کا غلبہ

قبل از نماز ظہر بہت سے دوست تشریف لا چکے تھے جو کہ مسجد مبارک میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت اس اَمر کا ذکر تھا کہ غیر مذاہب کے لوگ احمدی جماعت کے آگے نہیں ٹھہرتے۔

---

[1] بدر جلد ۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳

حضرت نے فرمایا کہ

جیسا ہمارے مخالفین نے جو کہ عام مسلمان ہیں ہماری مخالفت میں حق کو چھوڑ رکھا ہے اس واسطے اس مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی غیر مذاہب کے لوگوں کا حال ہے۔ اگر وہ کسی مجلس میں ہمارے برخلاف بات کریں تو اپنی اندرونی باتوں کا اظہار کرا کر خود بخود شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ پس ہمارے مقابلہ میں وہ بھی عاجز ہو جاتے ہیں اور یہ بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔

سیالکوٹ کے تاجروں کی ہڑتال

ذکر تھا کہ سیالکوٹ کے تجار نے بہ سبب محصول چنگی میں زیادتی کے دوکانیں بند کر دی تھیں اور چند روز کا نقصان اٹھا کر پھر خود بخود کھول دیں۔

فرمایا۔ اس طرح کا طریق گورنمنٹ کی مخالفت میں برتنا ان کی بے وقوفی تھی۔ جس سے ان کو خود ہی باز آنا پڑا محصول تو دراصل پبلک پر پڑتا ہے۔ آسمانی اسباب کے سبب سے بھی جب کبھی قحط پڑ جاتا ہے تو تاجر لوگ نرخ بڑھا دیتے ہیں اس وقت کیوں دکانیں بند نہیں کر دیتے؟

امراض سینہ کا علاج

ایک دوست کا ذکر تھا کہ وہ مرض سل ودق میں مبتلا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

ہم نے ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ امراضِ سینہ میں گرفتار تھا۔ ڈاکٹر نے اس کو مشورہ دیا کہ سمندر کے کنارے کچھ مدت رہے۔ ایسا کرنے سے وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک زندہ ہے۔

صادقوں کی مخالفت

سیالکوٹ کا ذکر تھا کہ اب مخالفوں کا چنداں زور نہیں رہا۔

حضرت نے فرمایا۔ جب کسی کی مخالفت شروع ہوتی ہے تو ایک فریق ضرور تھک کر رہ جاتا ہے۔ مدعی اگر کاذب ہو تو وہ لوگوں کی مخالفت سے تنگ آ کر تھک جاتا ہے اور اپنا کام چھوڑ دیتا ہے اور اگر وہ صادق ہو تو اس کے مخالف اپنی مخالفت میں بالآخر تھک کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ اور یہی حال تمام انبیاء کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ صادق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ لیکن مخالفوں کے درمیان جہاں تعصب اور بے وقوفی

دونوں باتیں مل جاویں وہاں بہت ہی زہریلا اثر ہوتا ہے۔

دلیلِ صداقت فرمایا۔ جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے مقابلہ میں آئے۔ خدا تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ موت مانگی۔ مخالفوں کو چاہیے کہ اس بات پر غور کریں کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ جو شخص مقابلہ میں آتا ہے وہی ہلاک ہوجاتا ہے؟ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے مقابلین کو نیست کر دیتا ہے اور اس کو دن بدن سرسبزی ہوتی جاتی ہے؟ ہمارے مخالفوں میں بہت سے لوگ اس قسم کے بھی ہیں جو کہ سچے دل سے ہمارے برخلاف دعائیں مانگتے رہے اور ہم کو اسلام کا دشمن جان کر ناکیں رگڑتے رہے۔ لیکن کیا خدا تعالیٰ اسلام کا بھی دشمن تھا کہ اس نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ سچے مسلمان تھے اور ان کے بالمقابل جس کو وہ اسلام کا دشمن اور دجّال یقین کرتے تھے اس کو خدا تعالیٰ نے زندہ رکھا اور اس کے سلسلہ کو روز بروز ترقی دی؟[1]

۲۵؍دسمبر ۱۹۰۶ء (صبح کی سیر)

روح ازلی اور ابدی نہیں ہے ۲۵؍کی صبح جب حضرت اقدس سیر کے واسطے باہر تشریف لے گئے تو ایک مجمع کثیر آپ کے ہمراہ تھا جن میں اکثر حصہ سیالکوٹ کے ضلع کے احمدی برادران کا تھا جو کہ اپنے لائق مہتمم چوہدری مولا بخش صاحب کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

ایک شخص نے چند ایک سوالات پیش کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ جبکہ خدا تعالیٰ ازل سے خالق ہے اور ابد تک ہے اور ارواح بھی ہمیشہ سے اس کی خلق میں شامل ہیں اور ہمیشہ چلے جائیں گے تو پھر آریوں کے اعتقاد کے مطابق روح بھی ازلی اور ابدی ہوا۔

فرمایا۔ یہ بات درست نہیں۔ اس سوال میں مغالطہ دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے

---

[1] بدر جلد ۲ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳، ۵

مگر اس کی تمام صفات کو دیکھنا چاہیے۔ وہ محیی ہے اور ممیت بھی ہے۔ اثبات بھی کرتا ہے تو محو بھی کرتا ہے۔ پیدا بھی کرتا ہے فنا بھی کرتا ہے اس بات کی کیا دلیل ہے کہ روح کو فنا نہیں اور کہ یہی روح ہمیشہ سے چلے آتے ہیں؟ وہ جب تک کسی کو چاہے رکھے۔ ہر ایک چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف خدا کی ہی ہے۔ روح میں جبکہ ترقی بھی ہوتی ہے اور تنزل بھی ہوتا ہے تو پھر اس کو ہمیشہ کے واسطے قیام کس طرح ہو سکتا ہے؟ جب تک روح کا قیام ہے وہ اَمرِ الٰہی کے قیام کے نیچے ہے۔ خدا کے اَمر کے ماتحت ہی کسی کا قیام ہو سکتا ہے اور وہی فنا بھی کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ خالق بھی ہے اور ہمیشہ خلق کو مٹاتا بھی ہے۔ مسلمان قدامت کا قائل ہے مگر قدامت نوعی کا نہ کہ قدامت شخصی کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ پہلے کیا چیزیں تھیں اور کیا نہ تھیں۔ اگر اس کے برخلاف قدامت شخصی کا عقیدہ رکھا جاوے تو وہ دہریت میں داخل ہونا ہوتا ہے۔[۱]

۲۶؍دسمبر ۱۹۰۶ء

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(جو حضور نے بعد ظہر و عصر جامع مسجد میں کھڑے ہو کر فرمائی)

اب صاحبو! آرام سے سن لو۔ اگرچہ میری طبیعت بیمار ہے اور میں اس لائق نہ تھا کہ کھڑا ہو کر ایک لمبی تقریر کرتا۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ لوگ دور دور سے آئے ہیں تا کہ ہماری باتیں سنیں۔ ایسی صورت میں کچھ نہ کہنا معصیت میں داخل ہوگا۔ لہٰذا باوجود حالت بیماری کے میں نے مناسب جانا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت دی ہے میں اس سے سب لوگوں کو اطلاع دوں۔[۲]

کلمہ طیبہ کی حقیقت

میں کئی بار ظاہر کر چکا ہوں کہ تمہیں صرف اتنے پر خوش نہیں ہونا چاہیے کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہیں جو لوگ قرآن

---

[۱] بدر جلد ۲ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳، ۵

[۲] بدر میں ہے۔ ''ہدایت دوں'' بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

پڑھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف زبانی قیل وقال سے کبھی راضی نہیں ہوتا اور نہ نری زبانی باتوں سے کوئی خوبی انسان کے اندر پیدا ہوسکتی ہے جب تک عملی حالت درست نہ ہو۔ کچھ بھی نہیں بنتا۔ یہودیوں [۱] پر بھی ایک زمانہ ایسا آیا تھا کہ ان میں نری زبان درازی ہی رہ گئی تھی اور انہوں نے صرف زبان کی باتوں پر ہی کفایت کر لی تھی۔ زبان سے تو وہ بہت کچھ کہتے تھے مگر دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور زہریلے مواد بھرے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور ان کو مختلف مصیبتوں میں ڈالا اور ذلیل کیا یہاں تک کہ انہیں سؤر اور بندر بنایا۔

اب غور کا مقام ہے! کیا وہ توراۃ کو نہیں مانتے تھے؟ وہ ضرور مانتے تھے اور نبیوں کے بھی ماننے والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی بات کو پسند نہ کیا کہ وہ نرے زبان سے ماننے والے ہوں اور ان کے دل زبان سے متفق نہ ہوں۔

خوب یاد رکھنا چاہیے! اگر کوئی شخص زبان سے کہتا ہے کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں اور ایسا ہی اور ایمانی امور کا قائل ہوں لیکن اگر یہ اقرار صرف زبان ہی تک ہے اور دل معترف نہیں تو یہ زبانی باتیں ہوں گی اور نجات اس سے نہیں مل سکے گی جب تک انسان کا دل ایمان نہ لائے اور اس کا ایمان لانا یہی ہوگا کہ وہ عملی حالت میں ان امور کو ظاہر کر دے۔ اس وقت تک کوئی بات بنتی نہیں۔ [۲]

میں سچ کہتا ہوں کہ اصل مراد تب ہی حاصل ہوتی ہے جب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کی طرف

---

۱ بدر میں ہے۔ ”قرآن شریف میں یہودیوں کے قصے درج ہیں۔ ان پر خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل پہلے ہوئے لیکن جب ان پر ایسا زمانہ آیا کہ ان کی باتیں صرف زبان تک محدود رہ گئیں اور ان کے دل دغا اور خیانت اور خیالات بد سے پُر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے عذاب ان پر وارد کئے۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

۲ بدر میں ہے۔ ”جو ایمان صرف زبان پر ہے اور دل کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا وہ گندہ، ناکارہ اور کمزور ہے۔ وہ نہ اس جہان میں تمہارے کسی کام آسکتا ہے اور نہ اس جہان میں۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

متوجہ ہو اور در حقیقت دنیا پر دین کو مقدم کر دے۔

یاد رکھو! مخلوق کو انسان دھوکا دے سکتا ہے اور لوگ یہ دیکھ کر کہ پنج وقت نماز پڑھتا ہے یا اور نیکی کے کام کرتا ہے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اس لیے اعمال میں ایک خاص اخلاص ہونا چاہیے یہی ایک چیز ہے جو اعمال میں صلاحیت اور خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے! کہ کلمہ جو ہم ہر روز پڑھتے ہیں اس کے کیا معنے ہیں؟ کلمہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کہ میرا معبود، محبوب اور مقصود خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔ اِلٰہ کا لفظ محبوب اور اصل مقصود اور معبود کے لیے آتا ہے۔ یہ کلمہ قرآن شریف کی ساری تعلیم کا خلاصہ ہے جو مسلمانوں کو سکھایا گیا ہے۔ چونکہ ایک بڑی اور مبسوط کتاب کا یاد کرنا آسان نہیں۔ اس لیے یہ کلمہ سکھا دیا گیا تا کہ ہر وقت انسان اسلامی تعلیم کے مغز کو مدنظر رکھے [1] اور جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہ ہو جاوے سچ یہی ہے کہ نجات نہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی جس نے صدق دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مان لیا وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔ لوگ دھوکا کھاتے ہیں اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ طوطے کی طرح لفظ کہہ دینے سے انسان جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر اتنی ہی حقیقت اس کے اندر ہوتی تو پھر سب اعمال بے کار اور نکمے ہو جاتے اور شریعت (معاذ اللہ) لغو ٹھہرتی۔ نہیں! بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مفہوم جو اسی میں رکھا گیا ہے وہ عملی رنگ میں انسان کے دل میں داخل ہو جاوے۔ جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا انسان فی الحقیقت جنّت میں داخل ہو جاتا ہے۔ [2] نہ صرف مَرنے کے بعد بلکہ اسی

۱؎ بدر میں ہے۔ ’’اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ اس نے ایک مختصر سا کلمہ سنا دیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جب تک خدا کو مقدم نہ کیا جاوے جب تک خدا کو معبود نہ بنایا جاوے جب تک خدا کو مقصود نہ ٹھہرایا جاوے انسان کو نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

۲؎ بدر سے۔ ’’خدا تعالیٰ الفاظ سے تعلق نہیں رکھتا وہ دلوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ در حقیقت اس کلمہ کے مفہوم کو اپنے دل میں داخل کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عظمت پورے رنگ کے ساتھ ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے وہ جنّت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص سچے طور پر کلمہ کا قائل ہو جاتا ہے تو بجز خدا

زندگی میں وہ جنّت میں ہوتا ہے۔

یہ سچی بات ہے اور جلد سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی محبوب اور مقصود نہ رہے تو پھر کوئی دکھ یا تکلیف اسے ستا ہی نہیں سکتی۔ یہ وہ مقام ہے جو ابدال اور قطبوں کو ملتا ہے۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم کب بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ یاد رکھو! یہ تو ادنیٰ درجہ کی بات ہے کہ انسان بتوں کی پرستش نہ کرے۔ ہندو لوگ جن کو حقائق کی کوئی خبر نہیں اب بتوں کی پرستش چھوڑ رہے ہیں۔ معبود کا مفہوم اسی حد تک نہیں کہ انسان پرستی یا بُت پرستی تک ہو اور یہی معبود ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوائے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں۔ جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کے لیے مَر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے۔ یہ لانفی جنس ہی نہیں کرتا بلکہ ہر قسم کے معبودوں کی نفی کرتا ہے خواہ وہ اَنفسی ہوں یا آفاقی۔ خواہ وہ دل میں چھپے ہوئے بُت ہیں یا ظاہری بُت ہیں۔ مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت ہے۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے۔ موٹی قسم کے بُت تو جھٹ پٹ پہچانے جاتے ہیں اور ان سے مخلصی حاصل کرنا بھی سہل ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ لاکھوں ہزاروں انسان ان سے الگ ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ ملک جو ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا کیا سب مسلمان ان میں سے ہی نہیں ہوئے؟ پھر انہوں نے بُت پرستی کو چھوڑا یا نہیں؟ اور خود ہندوؤں میں بھی ایسے فرقے نکلتے آتے ہیں جو اب بُت پرستی نہیں کرتے۔ لیکن یہاں تک ہی بُت پرستی کا مفہوم نہیں ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ موٹی بُت پرستی چھوڑ دی ہے مگر ابھی

(بقیہ حاشیہ) کے اور کوئی اس کا پیارا نہیں رہتا۔ بجز خدا کے کوئی اس کا معبود نہیں رہتا اور بجز خدا کے کوئی اس کا مطلوب باقی نہیں رہتا۔ وہ مقام جو ابدال کا مقام ہے اور وہ جو قطب کا مقام ہے اور وہ جو غوث کا مقام ہے وہ یہی ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر دل سے ایمان ہو اور اس کے سچے مفہوم پر عمل ہو۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰ رجنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

تو ہزاروں بُت انسان بغل میں لیے پھرتا ہے اور وہ لوگ بھی جو فلسفی اور منطقی کہلاتے ہیں۔ وہ بھی ان کو اندر سے نکال نہیں سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا یہ کیڑے اندر سے نکل نہیں سکتے۔ یہ بہت ہی باریک کیڑے ہیں اور سب سے زیادہ ضرر اور نقصان ان کا ہی ہے۔ جو لوگ جذباتِ نفسانی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حدود سے باہر ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں وہ ایسے نہیں کہ پڑھے لکھے نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کو مولوی فاضل اور عالم پاؤ گے اور بہت ہوں گے جو فقیہ اور صوفی کہلاتے ہوں گے مگر باوجود ان باتوں کے وہ بھی ان امراض میں مبتلا نکلیں گے ان بتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے اور ان کو شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور دانشمندی ہے۔ یہی بُت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا ہے اور ہزاروں کشت وخون ہو جاتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے کا حق مارتا ہے اور اسی طرح ہزاروں ہزار بدیاں ان کے سبب سے ہوتی ہیں۔ ہر روز اور ہر آن ہوتی ہیں اور اسباب پر اس قدر بھروسہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو محض ایک عضوِ معطل قرار دے رکھا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے۔ اور اگر انہیں کہا جاوے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کیا ہم مسلمان نہیں اور کلمہ نہیں پڑھتے؟ مگر افسوس تو یہ ہے کہ انہوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ بس کلمہ منہ سے پڑھ دیا اور یہ کافی ہے۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر انسان کلمہ طیبہ کی حقیقت سے واقف ہو جاوے اور عملی طور پر اس پر کاربند ہو جاوے تو وہ بہت بڑی ترقی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عجیب در عجیب قدرتوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے یہ اَمر خوب سمجھ لو کہ میں جو اس مقام پر کھڑا ہوں میں معمولی واعظ کی حیثیت سے نہیں کھڑا ہوں اور کوئی کہانی سنانے کے لیے نہیں کھڑا ہوں بلکہ میں تو ادائے شہادت کے لیے کھڑا ہوں میں نے وہ پیغام جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے پہنچا دینا ہے۔ اس اَمر کی مجھے پروا نہیں کہ کوئی اسے سنتا ہے یا نہیں سنتا اور مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ اس کا جواب تم خود دو گے۔ میں

نے فرض ادا کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں بہت سے لوگ میری جماعت میں داخل تو ہیں اور وہ توحید کا اقرار بھی کرتے ہیں مگر میں افسوس سے کہتا ہوں کہ وہ مانتے نہیں۔ جو شخص اپنے بھائی کا حق مارتا ہے یا خیانت کرتا ہے یا دوسری قسم کی بدیوں سے باز نہیں آتا۔ میں یقین نہیں کرتا کہ وہ توحید کا ماننے والا ہے۔[۱] کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کو پاتے ہی انسان میں ایک خارق عادت تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس میں بغض، کینہ، حسد، ریا وغیرہ کے بُت نہیں رہتے اور خدا تعالیٰ سے اس کا قرب ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی اسی وقت ہوتی ہے اور اسی وقت وہ سچا موحد بنتا ہے۔ جب یہ اندرونی بُت تکبر، خود پسندی، ریا کاری، کینہ و عداوت، حسد و بخل، نفاق و بدعہدی وغیرہ کے دور ہو جاویں۔ جب تک یہ بُت اندر ہی ہیں۔ اس وقت تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے میں کیونکر سچا ٹھہر سکتا ہے؟ کیونکہ اس میں تو کل کی نفی مقصود ہے پس یہ پکی بات ہے کہ صرف منہ سے کہہ دینا کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔ ابھی منہ سے کلمہ پڑھتا ہے اور ابھی کوئی اَمر ذرا مخالف مزاج ہوا اور غصہ اور غضب کو خدا بنا لیا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس اَمر کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک یہ مخفی معبود موجود ہوں ہرگز توقع نہ کرو کہ تم اس مقام کو حاصل کر لو گے جو ایک سچے موحد کو ملتا ہے جیسے جب تک چوہے زمین میں ہیں مت خیال کرو کہ طاعون سے محفوظ ہو۔ اسی طرح پر جب تک یہ چوہے اندر ہیں اس وقت تک ایمان خطرہ میں ہے۔[۲] جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو خوب غور سے سنو اور اس پر عمل کرنے کے لیے قدم اٹھاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ اس مجمع میں جو لوگ موجود ہیں آئندہ ان میں سے

۱؎ بدر سے۔ ’’خدا کے واحد ماننے کے ساتھ یہ لازم ہے کہ اس کی مخلوق کی حق تلفی نہ کی جاوے جو شخص اپنے بھائی کا حق تلف کرتا ہے اور اس کی خیانت کرتا ہے وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل نہیں۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

۲؎ بدر سے۔ ’’جب تک کہ کل جھوٹے معبود جو کہ چوہوں کی طرح انسان کے دل کی زمین کو وبا زدہ کرتے ہیں بھسم نہ کر دیئے جاویں تب تک انسان صاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ زمینی چوہے طاعون لانے والے ہوتے ہیں ایسا ہی یہ چوہے انسان کے دل کو خراب کر کے اسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

کون ہوگا اور کون نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تکلیف اٹھا کر اس وقت کچھ کہنا ضروری سمجھا ہے تا میں اپنا فرض ادا کروں ۔

پس کلمہ کے متعلق خلاصہ تقریر کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود اور محبوب اور مقصود ہو۔ اور یہ مقام اسی وقت ملے گا جب ہر قسم کی اندرونی بدیوں سے پاک ہو جاؤ گے اور ان کو جو تمہارے دل میں ہیں نکال دو گے ۔

نماز کی حقیقت

بعد اس کے سنو! دوسرا اَمر نماز ہے جس کی پابندی کے لیے بار بار قرآن شریف میں کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اسی قرآن مجید میں ان مصلّیوں پر لعنت کی ہے جو نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اپنے بھائیوں سے بخل کرتے ہیں ۔اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کر دے ۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو۔ جس سے وہ اطمینان اور سکینت اسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بُلاوے یہ جا نہیں سکتا۔ جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہوسکتا۔ [1] بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دور ہو جاوے جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دور نہیں ہوتا باوجودیکہ نفس لوّامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لیے سعی کرنا ضروری اَمر ہے۔

غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دور سے قریب کرنے کے لیے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیئے جاتے ہیں یہی سِر ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز

---

[1] بدر سے۔ ’’طرح طرح کے طوق اور قسما قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بہتیرا چاہتا ہے کہ یہ دور ہو جاویں پر وہ دور نہیں ہوتے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

بدیوں کو دور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔

پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لیے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کر دے۔

صلوٰۃ کا لفظ اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ نرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رِقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دعا مانگنا ایک مشکل اَمر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں اَمر کے لیے دعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

دعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دعا قبول ہوگی۔

نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام رکوع سجود کر لیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لیے خواہ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ایک اور افسوسناک اَمر پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ہی مسلمان نماز کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اس پر توجہ نہیں کرتے تھے۔ اس پر بہت سے فرقے ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے نماز کی پابندیوں کو اڑا کر اس کی جگہ چند وظیفے اور ورد قرار دیئے گئے۔ کوئی نوشاہی ہے۔ کوئی چشتی ہے کوئی کچھ ہے کوئی کچھ۔ یہ لوگ اندرونی طور پر اسلام اور احکامِ الٰہی پر حملہ کرتے ہیں اور شریعت کی پابندیوں کو توڑ کر ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالب حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور ان راستبازوں کا جو پہلے ہو گذرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔

جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس! ان نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس عالم سے حصہ نہ رکھتا ہو جہاں سے نماز آئی ہے۔[1]

نماز ایسی چیز ہے جو جامع حسنات ہے اور دافع سیئات ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ نماز کے جو پانچ وقت مقرر کئے ہیں اس میں ایک حقیقت اور حکمت ہے۔ نماز اس لیے ہے کہ جس عذاب شدید میں پڑنے والا مبتلا ہے وہ اس سے نجات پا لیوے۔ اوقاتِ نماز کے لیے لکھا ہے کہ وہ زوال کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ یہ اس اَمر کی طرف اشارہ ہے کہ جب انسان غنی ہوتا ہے تو وہ طاغی ہو جاتا ہے اور حدود اللہ سے نکل جاتا ہے لیکن جب اس کو کوئی دکھ اور درد پہنچے تو پھر یہ فطرتاً دوسرے کی مدد چاہتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پس جب اس پر ابتداء مصیبت ہو تو اسی سے گویا نماز شروع ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص پر غیر متوقع گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گیا کہ فلاں اَمر کے متعلق تم اپنا جواب دو۔ یہ پہلا مرحلہ ہے جو مصیبت کا آغاز ہوا اور

---

[1] کتابت کی غلطی سے عبارت نامکمل رہ گئی ہے۔ بدر میں یہ عبارت یوں درج ہے۔

”جب تک کہ انسان اس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

اس کے امن وسکون میں زوال شروع ہوگیا۔ یہ وقت ظہر کی نماز سے مشابہ ہے۔[۱]

پھر بعد اس کے جب وہ عدالت میں حاضر ہوا اور بیانات ہونے کے بعد اس پر فرد قرارداد جرم لگ گئی اور شہادت گذر گئی تو اس کی مصیبت اور کرب پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ گویا عصر کا وقت ہے۔ کیونکہ عصر کی نماز کا وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی بہت ہی کم ہوجاوے۔ یہ عصر کا وقت اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کی عزّت وتوقیر بہت گھٹ گئی[۲] اور اب وہ مجرم قرار پا گیا۔ اس کے بعد مغرب کا وقت آتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور یہ اس وقت سے مشابہ ہے جب حاکم نے اپنا آخری حکم اس کے لیے سنا دیا اور عشاء کا وقت اس سے مشابہ ہے کہ جب وہ جیل میں چلا جاوے۔[۳] اور پھر فجر کا وقت وہ ہے جب اس کی رہائی ہوجاوے۔[۴] ان حالات کے

۱؎ بدر میں یہ مضمون یوں بیان ہوا ہے۔

’’حالت اوّل زوال سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے انسان اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے اور طاقتور جانتا ہے اور روزِ روشن کی طرح اس کے تمام امور ایک جلوہ رکھتے ہیں اور ان پر کوئی تاریکی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو غیر محتاج کی طرح خیال کرتا ہے اور ایک پوری راحت اور آرام کی صورت میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے اچانک اس پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ زوال کے ساتھ ایک مشابہت رکھتا ہے وہ ابتداءِ مصیبت کا وقت ہوتا ہے اور دکھ، درد اور محتاجی کا احساس شروع ہوتا ہے۔ قبل ازیں اس کو معلوم نہ تھا کہ مجھ پر ایسا وقت آنے والا ہے۔ اچانک بیٹھے بیٹھے یہ حالت شروع ہوجاتی ہے جیسا کہ گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے اچانک کسی کے پاس گورنمنٹ کی طرف سے وارنٹ آتا ہے اور کسی جرم پر جواب طلبی کی جاتی ہے۔ یہ مصیبت کا پہلا مرحلہ ہے اور نماز ظہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ انسان کی راحت اور جمعیت میں ایک زوال آ گیا ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

۲؎ بدر سے۔ ’’اور اس کے نور کی روح کھینچ لی گئی ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

۳؎ بدر سے۔ ’’کیونکہ تمام روشنی جاتی رہی اور چاروں طرف سے اس پر تاریکی چھا گئی اور وہ قید خانے میں پڑا ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

۴؎ بدر سے۔ ’’اس لمبی تاریکی کے بعد پھر فجر کا وقت آتا ہے جبکہ وہ قید خانہ سے رہائی پانے لگتا ہے اور دوبارہ اس پر روشنی کا پرتَو پڑتا ہے اور اس کے اردگرد نور چمکتا ہے۔ یہ پانچ اوقات انسان کے حال پر لازم رکھے گئے ہیں اور ان

ماتحت ایسے انسان کا درد و سوزش ہر آن بڑھتی جاوے گی۔ یہاں تک کہ آخر اس کی سوزش و اضطراب اس کے لیے وہ وقت لے آوے کہ وہ نجات پا جاوے۔

اور یہ جو پہلے میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق، اس میں انسانی تضرّع کی ہیئت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے۔ جب اس پر ترقی کرتا ہے تو پھر رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہو جاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں بلکہ ہر کوئی اس کو اس طرح پر پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے۔[۱] اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ کہ جب کوئی دکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاؤ اور جو مصائب اور مشکلات ہوں ان کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہو سکے۔ بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب ان کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وکیل، طبیب یا اَور لوگوں کی طرف تو رجوع کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اوّل خدا تعالیٰ کی طرف دوڑے۔

یہ اَمر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو اور رجوع نہ کرو تو اس سے اس کی ذات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہو سکتا اور وہ تمہاری کچھ بھی پروا نہیں رکھتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۸) یعنی ان کو کہہ دو کہ میرا ربّ تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم سچے دل سے اس کی عبادت نہ کرو۔ جیسا کہ وہ رحیم و کریم ہے ویسا ہی وہ غنی بے نیاز بھی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ طاعون نے کیا کیا اور زلزلوں نے کیا دکھایا؟ گھروں کے گھر اور شہروں کے شہر تباہ ہو گئے اور ہزاروں لاکھوں خاندان ہمیشہ کے لیے مٹ گئے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کی

(بقیہ حاشیہ) پانچوں حالتوں کی یاد میں جو کہ اس پر آنے والی ہیں وہ روزانہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرتا ہے کہ وہ ان مشکلات سے بچایا جاوے۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

۱؎ بدر سے۔ ''وہ بڑا بدقسمت ہے جو اس نسخہ کو آزما کر نہیں دیکھتا اور اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا۔''

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

کیا پروا۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے مگر بے نیاز بھی ہے۔ نوحؑ کے وقت، لوطؑ کے وقت، موسیٰؑ کے وقت کیا ہوا؟ کیا جو قومیں اور بستیاں اس وقت ہلاک ہوئیں وہ انسان نہ تھے؟ وہ بھی انسان تھے اور تم بھی انسان ہو لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے اور حق کا انکار کرتے ہیں تو آخر خدا تعالیٰ کا قہر نازل ہوا اور آن کی آن میں انہیں مٹا دیا۔ مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو!! صرف اتنی ہی بات کہ ہم نے مان لیا ہے کافی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مجرد اقرار نہیں چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ جو اقرار تم نے کیا ہے اسے کرکے دکھادو۔ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص بیعت میں داخل تھا پھر وہ طاعون سے کیوں مَر گیا؟ میں کہتا ہوں کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں کہ وہ کیوں مَر گیا؟ اپنے اندر کے طاعون سے مَر گیا۔ اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز ظلّام نہیں ہے وہ اپنے سچے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ان میں اور ان کے غیروں میں فرق رکھ دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر بہت ہی تعجب آتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے بیعت کی ہوئی تھی ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی؟ وہ نادان نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ نری بیعت اور زبانی اقرار کیا بنا سکتا ہے؟ جب تک دل صاف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے سچا پیوند قائم نہ ہو۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچالوں گا، لیکن جب ان کا بیٹا ہلاک ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے دعا کی اور اس اَمر کو پیش کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہی کہ تو جاہل مت بن وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں ہیں۔ گویا وہ چھپا ہوا مرتد تھا۔ پھر جب انہیں اپنے ایسے بیٹے کے لیے دعا کرنے پر یہ جواب ملا تو اَور کون ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ سے تو سچا تعلق پیدا نہیں کرتا اور اپنے اعمال اور حال میں اصلاح نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ معاملہ ہو جو اس کے مخلص اور وفادار بندوں سے ہوتا ہے۔ یہ سخت نادانی اور غلطی ہے۔

سچے خدا پرست بنو

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ میں جانتا ہوں۔ بہت سے لوگ ہیں جو چھپے ہوئے مرتد ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ بیعت میں داخل ہیں اور پھر مجھے خط لکھتے ہیں کہ فلاں شخص نے

مجھے کہا کہ جب تک تیرے گھر بیٹا نہ ہو وہ کیوں کر سچا ہو سکتا ہے؟ یہ نادان اتنا نہیں جانتے کہ کیا خدا نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو بیٹے دوں؟ کسی کے گھر بیٹا ہو یا بیٹی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اور نہ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں۔ میں تو اس (لیے) آیا ہوں کہ تا لوگوں کے ایمان درست ہوں۔ پس جو لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے ایمان درست ہوں اور خدا تعالیٰ سے ان کا سچا تعلق پیدا ہو ان کو میرے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے خواہ بیٹے مَریں یا جئیں۔[1] کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اَنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ (الانفال:۲۹) جو لوگ ایسے خطوط لکھتے ہیں یا اپنے دل میں ایسے خیالات رکھتے ہیں وہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ وہ مجھ پر نہیں خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ میرے پیچھے آنا ہے اور سچے مسلمان بننا ہے تو پہلے بیٹوں کو مار لو۔ بابا فریدؒ کا مقولہ بہت صحیح ہے کہ جب کوئی بیٹا مَر جاتا تو لوگوں سے کہتے کہ ایک کتورہ (کتی کا بچہ) مَر گیا ہے اس کو دفن کر دو۔

پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک باوجود اولاد کے بے اولاد نہ ہو اور باوجود مال کے دل میں مفلس ومحتاج نہ ہو اور باوجود دوستوں کے بے یارومددگار نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مقام ہے جو انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ سچا خدا پرست بنتا ہے۔ یہ جو قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ میں شرک نہیں بخشوں گا۔ اس کا مفہوم نادانوں نے اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ اس سے بُت پرستی مراد ہے۔ نہیں اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس سے وہ سب محبوب مراد ہیں جو انسان اپنے لیے بنا لیتا ہے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ جب انہیں ذرا بھی تکلیف یا مصیبت پہنچے یا کوئی اولاد مَر جاوے تو فوراً خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ بیٹھتے ہیں اور شکوہ اور شکایت کرنے لگتے ہیں۔ یہ سخت مشرک اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔ پس تم ایسے مت بنو اور اس قسم کے خیالات کو دل سے نکال دو اور اس کی ترکیب یہی ہے کہ نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنی نمازوں میں دعائیں کرو

[1] بدر سے۔ ’’نہ کہ لوگ مرید ہو کر آزمائش کیا کریں کہ بیٹے پیدا ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

اور اس کی توفیق چاہو۔

میں کھول کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری بیعت اس لیے کرتا ہے کہ اسے بیٹا ملے یا فلاں عہدہ ملے یعنی شرطی باتوں پر بیعت کرتا ہے تو وہ آج نہیں۔ کل نہیں۔ ابھی الگ ہو جاوے اور چلا جاوے۔ مجھے ایسے آدمیوں کی ضرورت نہیں اور نہ خدا کو ان کی پروا ہے۔

یقیناً سمجھو! اس دنیا کے بعد ایک اور جہان ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے لیے تمہیں اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے یہ دنیا اور اس کی شوکتیں یہاں ہی ختم ہو جاتی ہیں مگر اس کی نعمتوں اور خوشیوں کا بھی انتہا نہیں ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص ان سب باتوں سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہی مومن ہے اور جب ایک شخص خدا کا ہو جاتا ہے تو پھر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ اسے چھوڑ دے۔ یہ مت سمجھو کہ خدا ظالم ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے لیے کچھ کھوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ پالیتا ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لو اور اولاد کی خواہش نہ کرو تو یقیناً اور ضروری سمجھو کہ اولاد مل جاوے گی۔[1] اور اگر مال کی خواہش نہ ہو تو وہ ضرور دے دے گا تم دو کوششیں مت کرو کیونکہ ایک وقت دو کوششیں نہیں ہوسکتی ہیں ایک ہی کوشش کرو کہ جس سے سب کچھ مل جاوے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو پانے کی سعی کرو۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اسلام کی اصل جڑ توحید ہے یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز انسان کے اندر نہ ہو اور خدا اور اس کے رسولوں پر طعن کرنے والا نہ ہو خواہ کوئی بلا یا مصیبت اس پر آئے۔ کوئی دکھ یا تکلیف یہ اٹھائے مگر اس کے منہ سے شکایت نہ نکلے۔ بلا جو انسان پر آتی ہے وہ اس کے نفس کی وجہ سے آتی ہے خدا تعالیٰ ظلم نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی صادقوں پر بھی بلا آتی ہے مگر دوسرے لوگ اسے بلا

---

[1] بدر سے۔ ’’جو لوگ درحقیقت خدا کے واسطے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں دنیا بھی دیتا ہے۔ پس تم خدا کے واسطے مال کی خواہش چھوڑ دو اور اس کے واسطے اولاد کے خیال کو ذلیل جانو تو تم کو خدا مال اور اولاد سب کچھ دے گا وہ سب کچھ دیتا ہے مگر وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی شریک ہو۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳، ۱۴)

سمجھتے ہیں درحقیقت وہ بلا نہیں ہوتی وہ ایلام برنگ انعام ہوتا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اور ان کا مقام بلند ہوتا ہے اس کو دوسرے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن جن لوگوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا اور ان کی شامت اعمال ان پر کوئی بَلا لاتی ہے تو وہ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرۃ:۱۱) پس ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ تا ایسا نہ ہو کہ تم خدا سے قطع تعلق کرنے والوں میں ہو جاؤ۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اس کو ایسی توفیق عطا کی۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک قوم کو فنا کر کے دوسری پیدا کرے۔ یہ زمانہ لوطؑ اور نوحؑ کے زمانہ سے ملتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی شدید عذاب آتا اور دنیا کا خاتمہ کر دیتا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اصلاح چاہی ہے اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

بدیوں کو دور کرنے کے لیے مرسلین کا آنا ضروری ہے

یہ بھی مت سمجھو کہ ہم خود ہی بدیوں سے باز آ سکتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عیسائی اور یہودی موجود تھے اور توریت اور انجیل بھی موجود تھی۔ پھر تم خود ہی بتاؤ کہ کیا وہ لوگ فسق و فجور اور ہر قسم کے جرائم اور معاصی سے باز آ گئے تھے؟ نہیں بلکہ باوجود ان کتابوں کے موجود ہونے کے بھی وہ حدود اللہ سے نکل گئے تھے۔ سنّت اللہ یہی ہے کہ جب زمین فسق و فجور سے بھر جاتی ہے تو اس کے روکنے والی قوت آسمان سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھیج دیتا ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ جو یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت موجود تھے وہ ہزار سال سے ویسے ہی رہے تھے لیکن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں داخل ہو گئے وہ فرشتے بن گئے۔ اگر انسان خود ہی کر سکتا تو بگڑتا ہی کیوں؟ اور پھر نبیوں کی ضرورت ہی کیا تھی؟ خدا تعالیٰ کے مرسل اسی غرض کے لیے تو آیا کرتے ہیں اور ضرور آتے ہیں۔ ہاں سنّت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ جب خزاں کا وقت آتا ہے تو

درختوں کے پتّے گر جاتے ہیں نہ پھل ہوتا ہے نہ پھول نہ خوشبو بلکہ خوشبو کی جگہ بد بو ہوتی ہے اور خوبصورتی کی بجائے بدصورتی ہوتی ہے لیکن پھر یک دفعہ جب بہار کا موسم آتا ہے تو پھر تدریجی طور پر سب کچھ بحال ہو جاتا ہے۔ یہی سلسلہ روحانی عالم میں ہے۔ جب دیکھو کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ میں خزاں کا دور شروع ہے اور ہر طرف پھل، پھول اور پتّے تک گر رہے ہیں تب سمجھو کہ بہار آئی۔ انبیاء علیہم السلام کا وقت بہار سے مشابہ ہے۔ میں نے سب کتابیں دیکھی ہیں۔ توریت اور انجیل کو خوب پڑھا ہے مگر میں حلفاً کہتا ہوں کہ جو ثبوت قرآن مجید نے دیا ہے۔ ہرگز ہرگز کسی دوسری کتاب نے نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس قدر قصے شریروں اور بدکاروں کے بیان کئے ہیں ساتھ ہی بیان کیا کہ یہ اس وقت موجود ہیں۔ اس سے غرض کیا تھی؟ اصل غرض یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جب ایک یا دو قسم کی بدیوں کے دور کرنے کے لیے رسولوں کا آنا ضروری تھا پھر جہاں اس قدر بدیاں پھیل رہی ہوں اور تمام شرارتیں جمع ہوگئی ہوں۔ وہاں کیوں ضروری نہیں؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت حق تھی اور عین ضرورت کے وقت تھی۔ یہ ان لوگوں پر حجّت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ جو بداعمالیاں کبھی کسی زمانہ میں پیدا ہوئیں اور ان کے لیے رسول آیا۔ پھر جب ان کا مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوگیا یہاں تک کہ کہنا پڑا کہ بحر و بر میں فساد پیدا ہوگیا۔ اس زمانہ میں ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ سب بگڑ گئے تھے۔[۱] آریہ ورت کے لیے پنڈت دیانند نے شہادت دی ہے کہ وہ بھی بگڑا ہوا تھا۔ جگن ناتھ اور سومنات وغیرہ بُت خانے اسی وقت کے ہیں۔ گویا اتنی بڑی خزاں تھی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی اور وہ وقت بالطبع چاہتا تھا کہ عظیم الشان مصلح پیدا ہو۔ جو ان تمام فسادوں کی اصلاح کرے۔ چنانچہ اس وقت کے حسب حال آپؐ پیدا ہوئے۔ یہ بڑا نشان ہے۔ پھر یہ دیکھنا چاہیے

۱؎ بدر سے۔ ’’وہ ایسا زمانہ تھا کہ جاہل اپنی جہالت میں حد سے گذر چکے تھے اور اہل کتاب بھی بگڑ گئے تھے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴)

کہ آپؐ نے آکر کیا کیا؟ اس وقت جو حالت ملک اور قوم بلکہ دنیا کی ہو رہی تھی اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔ سب شہادت دیتے ہیں اور خود قرآن مجید نے شہادت دی ہے وہ ان میں شائع ہوتا تھا اگر کوئی اَمر جو ان کے حالات کے متعلق اس میں بیان کیا گیا ہے خلاف واقعہ ہوتا تو وہ شور مچا دیتے کہ جھوٹ کہا ہے لیکن کسی کو انکار کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت، کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بہت بڑی خزاں کا وقت تھا اور اسی کے مقابل میں بہار بھی وہ آئی کہ اس کی نظیر نہ پہلے ملتی ہے اور نہ آئندہ ہوگی۔ اس لیے کہ آئندہ تو اسی بہار کا سماں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قریب کا زمانہ تھا اور وہ بھی ایک بہار کا وقت تھا مگر اس وقت جو ترقی یا تبدیلی ہوئی وہ اس سے ہی ظاہر ہے کہ آپ نے بارہ آدمی تیار کئے جو بارہ حواری مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نے جو بڑا مخلص سمجھا جاتا تھا۔ تیس روپے لے کر گرفتار کرا دیا اور دوسرے نے جس کو بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں تین مرتبہ لعنت کی اور باقی بھاگ گئے مگر اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت تیار کی وہ صدق و اخلاص میں ایسی وفادار تھی کہ اس نے بھیڑ بکری کی طرح سر کٹوا دیئے۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز تبدیلی کیا ہوگی وہ جو ہر قسم کے عیبوں اور معاصی میں مصروف رہنے والی قوم تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے نیچے آئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ مخلصانہ پیوند کیا کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ ہی سے محبت کرتے تھے۔

یہ دو نشان ایسے زبردست ہیں کہ جو شخص تعصب سے خالی ہو کر ان پر تدبّر کرے گا اور ضرور کرنا چاہیے اس کو ایک دفعہ اقرار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی تھے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت کی اصلاح کے لیے مرسل کا ظہور

اب یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس کی حالت پر نظر کرو کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی اندرونی حالت میں تغیّر نہیں ہوا۔ ان کی عملی اور اعتقادی حالت بگڑ گئی ہے۔ ان کی اخلاقی حالت تباہ

ہوگئی ہے۔ جس پہلو سے دیکھو اور جس حیثیت سے نظر کرو اسے دیکھ کر رونا آتا ہے۔ بیرونی حالت دیکھتے ہیں تو وہ اور بھی قابل افسوس ہے۔ اسی ملک میں لاکھوں مرتد ہوگئے ہیں۔ یہ وہ دین تھا کہ ایک بھی مرتد ہوجاتا تو قیامت آجاتی مگر اب یہ حالت ہے کہ دو چار روپیہ کے لالچ میں آکر گرجا میں جاکر مرتد ہوجاتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق تلف کرتے ہیں۔ قرضہ لے کر دینے کا نام نہیں لیتے۔ طرح طرح کے معاصی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ اب کیا یہ حالت زمانہ ایسی تھی کہ خدا تعالیٰ چپ رہتا اور اس کی اصلاح کے لیے کسی کو نہ بھیجتا؟ اگر وہ چپ رہتا تو پھر عذاب آتا اور اس کو تباہ کر دیتا۔ مگر نہیں، اس نے اپنی رحمت سے ایک شخص کو بھیج دیا ہے جو تم ہی میں سے آیا ہے۔ اس کے آنے کی غرض یہی ہے کہ تا وہ فساد مٹا دیئے جاویں جو اسلام میں اور مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں اور جنہوں نے ان کو اس ذلیل حالت تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن یاد رکھو اس کا آنا فضول ہوجاتا ہے اگر لوگ اس بات کو مضبوط نہ پکڑیں جو وہ لے کر آیا ہے صرف اتنی بات پر خوش ہوجانا کہ ہم میں ایک رسول آیا ہے کافی نہیں۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا۔ کیا وہ اس وقت زندہ نہ تھے؟ یا موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اسرائیلیوں پر بعض عذاب آئے تو وہ ان کے ساتھ نہ تھے؟ اتنے پر خوش نہ ہو کہ ہمارے پاس خدا کا مرسل ہے جو شخص اس دھوکا میں ہے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہوجاوے۔ خدا تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔

یاد رکھو! اسلام ایک موت ہے۔ جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلتا، پھرتا، سنتا، دیکھتا نہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

دیکھو! یہ چھوٹی سی بات نہیں اور معمولی اَمر نہیں کہ اس نے ایک شخص کو بھیجا اور تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرایا۔ یہ اس کا بڑا بھاری فضل اور رحمت کا نشان ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔ اس کی قدر کرو۔ مجھے اس شہادت کو ادا کرنا پڑتا ہے جو میرے ذمہ ہے۔

سنو! مجھے دکھایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان نازل ہوں گے۔ زلزلے آئیں گے اور طاعون کی موتیں ہوں گی اس لیے میں تمہیں اس سے پہلے کہ خدا کا عذاب نازل ہو تمہیں اور

ہر سننے والے کو متنبہ اور آگاہ کرتا ہوں کہ توبہ کرو۔ ہر شخص جو عذاب سے پہلے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کے لیے تبدیلی کر لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے رحم کا امیدوار ہوسکتا ہے لیکن جب عذاب نازل ہو گیا پھر توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ اس وقت جو امن کی حالت ہے توبہ کرو اور اصلاح کے لیے قدم بڑھاؤ۔ میری باتوں کو اس طرح مت سنو جس طرح پر لڑکے کہانیاں سنا کرتے ہیں۔ اٹھو اور تبدیلیاں کرو۔ جب مصیبت آ گئی پھر خواہ کوئی ہزار کہے کہ دعا کرو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ عذاب تو آچکا۔ ہاں اب وقت ہے۔

اصلاح کے ذرائع

تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے۔ قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اُس زمانہ کے حسب حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق یہی بتایا ہے اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

روزہ

پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم

کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لیے تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لیے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

حج ایسا ہی حج بھی ہے۔ حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھو یا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پروا ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو۔ یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کے طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضاتِ اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہیے اور کوئی غرض باقی نہیں۔

زکوٰۃ اسی طرح پر زکوٰۃ ہے۔ بہت سے لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔ مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے۔ اگر کتّے کو ذبح کر دیا جاوے یا سؤر کو ذبح کر ڈالو تو وہ

صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے۔ مال کو پاک کرو اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دور پڑا ہوا ہے اس قسم کی غلطیوں سے دست بردار ہونا چاہیے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے [1] اور خدا تعالیٰ کا کوئی اَنفسی یا آفاقی شریک نہ ٹھہراؤ اور اعمالِ صالحہ بجا لاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰلِ عمران: ۹۳) یعنی تم بِرّ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو اپنا اُسوہ بناؤ اور دیکھو کہ وہ زمانہ تھا جب صحابہؓ نے نہ اپنی جان کو عزیز سمجھا نہ اولاد اور بیویوں کو۔ بلکہ ہر ایک ان میں سے اس بات کا حریص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں شہید ہو جاؤں۔ تم حلفاً بیان کرو کیا تمہارے اندر یہ بات ہے؟ جب ذرا سا بھی ابتلا آ جاوے تو گھبرا جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی کی شکایت کرنے لگتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ تمہارا اسوہ حسنہ وہی ہو جو صحابہؓ کا تھا۔ میرا کہنا تو صرف کہہ دینا ہے۔ توفیق کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے۔ اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو کہ تمہارے اعمال اور افعال میں اخلاص ہو۔ ریاکاری اور بناوٹ نہ ہو۔ کیونکہ تم جانتے ہو اگر کوئی شخص سونے کی بجائے پیتل لے کر بازار میں جاوے تو وہ فوراً پکڑا جاوے گا اور آخر اسے جیل میں جا کر اپنی جعلسازی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ پس اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے حضور دھوکا نہیں چل سکتا۔ انسان کو دھوکا لگ سکتا ہے مگر وہاں نہیں ہو سکتا۔ جو چاہتا ہے کہ وہ خدا کا اور خدا اس کا ہو جاوے اسے چاہیے

[1] بدر سے۔ ”انسان کو اپنے اعمال پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور نہ خوش ہونا چاہیے جب تک ایسا ایمان خالص حاصل نہ ہو جاوے کہ انسان کی عبادت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵)

کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ننگا ہو جاوے۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں اس اَمر سے منع کرتا ہوں کہ تم تجارت نہ کرو یا زراعت اور نوکری یا دوسرے ذرائع معاش سے روکتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے دل با یار دست با کار۔

تمہارا اُسوہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی تجارت اور بیع وشریٰ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔ ہزاروں لاکھوں کی تجارت میں بھی وہ خدا تعالیٰ سے ایک لحظہ کے لیے جدا نہیں ہوتے۔ اس لیے تمہارا فخر اور دستاویز ایسے اعمال ہونے چاہئیں جو حقیقی ایمان کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

سچی خواب مدارِ نجات نہیں

میں اس اَمر کا افسوس سے ذکر کرتا ہوں کہ بعض لوگ میں نے دیکھے ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں خواب آجاتے ہیں یا آنے چاہئیں۔ وہ سارا زور اسی اَمر پر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ابتلا ہے جو لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں وہ یاد رکھیں اس اَمر سے نجات وابستہ نہیں ہے۔ کبھی یہ سوال نہیں ہوگا تجھے کتنے خواب آئے تھے؟ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے چوری میں سزا پائی اور جب سزا پاکر آئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چوری کرنے گئے تھے۔ خواب میں معلوم ہوگیا تھا کہ ایسا ہوگا۔ بڑے بڑے بدکار جو کنجر کہلاتے ہیں انہیں بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ یہاں ہمارے ہاں ایک چوہڑی تھی اس کو بھی خواب آجاتے تھے۔ پس تم اس ابتلا میں مت پھنسو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اور اس کو راضی کرو۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو۔ انسان کو چاہیے کہ اس اَمر کا مطالعہ کرے کہ کیا قرآن شریف کے موافق میں نے اپنے اعمال کو بنالیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات (نہیں) ہے تو خواہ اس کو ہزاروں خواب آئیں بے سود اور بے فائدہ ہیں۔ قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو۔ ان میں ریا، خیانت، شرارت باقی نہ ہو۔ وہ خالصۃً للہ ہوں۔ پس پہلے اس بات کو پیدا کرو۔ پھر اس کے ثمرات خود بخود حاصل ہوں گے۔

ہمارا یہ مطلب نہیں کہ یہ بُری چیزیں ہیں یا بُرا طریق ہے۔ نہیں نہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بداستعمالی بُری ہے۔ [۱] بیمار کا فرض یہ ہے کہ وہ اوّل علاج کرائے نہ یہ کہ علاج تو کرائے نہیں اور کہے مجھے الف لیلہ کی سیر کے دو چار ورق سنا دو۔ [۲] اسی طرح کشوف اور رؤیا روحانی سیر ہیں۔ جب روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاوے گا اور روحانی صحت درست ہو گی اس وقت سیر بھی مفید ہو گی۔

جب انسان اپنے نفس کو کھو دیتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات نہیں رہتی اور کسی کو اپنی نظر میں نہیں دیکھتا اور خدا ہی کو دیکھتا اور اس کو ہی سناتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کو سناتا ہے مگر وہ لوگ جن کے باوجودیکہ دو کان ہوتے ہیں مگر وہ حرص، ہوا، حسد، غصہ و کینہ وغیرہ ہر قسم کی طاقتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی بات کیوں کر سن سکتے ہیں۔ ہاں ایک قوم ہوتی ہے جو باقی سب کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور سب طرف سے کانوں کو بند کر لیتے ہیں۔ نہ کسی کی سنتے ہیں اور نہ کسی کو سناتے ہیں۔ انہیں ہی خدا بھی اپنی سناتا ہے اور ان کی سنتا ہے اور وہی مبارک ہوتا ہے۔ [۳]

پس اس قوم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو ایسی آوازوں اور خوابوں پر ناز نہ کرو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حدیث میں اضغاث احلام اور

۱۔ بدر سے۔ ’’خوابوں کے ذریعہ سے کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ یہ طریق بُرا نہیں مگر اس کی بداستعمالی نقصاں رساں ہے۔‘‘
(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶)

۲۔ بدر سے۔ ’’بیمار کو چاہیے کہ اوّل اپنا علاج کرائے۔ اگر ایک بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مَرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تا کہ دنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔ اس کو تو چاہیے کہ اول اپنا علاج کرائے۔ جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتا ہے۔ حالت بیماری میں تو سیر و سیاحت اور بھی نقصاں رساں ہو گی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶)

۳۔ بدر سے۔ ’’ایک کان جو ہزاروں طرف لگا ہوا ہے اور شرک کے ساتھ بھرا ہوا ہے اور جذباتِ نفسانی اور ہوا و ہوس کی متابعت میں پُر ہے وہ کیوں کر خدا تعالیٰ کے کلام کو سن سکتا ہے۔‘‘
(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶)

حدیث النفس کا ذکر موجود ہے۔ یہ کوئی چیز نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو حمل حقیقی ہوتا ہے جب مدت مقررہ نو ماہ گذر جاتے ہیں تو لڑکا یا لڑکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک اس کے مقابلہ میں حمل کاذب ہوتا ہے بعض عورتیں رات دن اولاد کی خواہش کرتی رہتی ہیں جس سے رجا کی مرض پیدا ہو جاتی ہے اور جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کے علامات ظاہر ہوتے ہیں لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے ایسا ہی حال ان کشوف اور خوابوں کا ہے جب تک انسان محض خدا ہی کا نہ ہو جاوے۔ یہ کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ انسان کی عزّت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی کے لیے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا۔ مگر دیکھو! کون کامیاب ہوا اور کون نامراد رہے؟

نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کے مقرب کا بہت بڑا نشان ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسا شخص خزاں کے وقت آتا ہے اور بہار ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو خدا کی طرف سے نہ ہوں اور اس قسم کی شیخیاں مارنے والے ہوں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مردار پر بیٹھے ہوں۔[1] مگر جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے حیّ و قیوم خدا اس کے ساتھ ہے وہ خود زندہ ہے اسے زندہ کرے گا۔ وہ اپنے وعدوں کو جو اس سے کئے ہیں سچا کر دکھائے گا۔[2]

میری نصیحت بار بار یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے نفسوں کا بار بار مطالعہ کرو۔ بدی کا چھوڑ دینا یہ بھی ایک نشان ہے اور خدا ہی سے چاہو کہ وہ تمہیں توفیق دے کیونکہ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (الصّٰفّٰت:۹۷)

۱؎ بدر سے۔ ’’وہ اس مُردار سے کیا حاصل کر سکتا ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶)

۲؎ بدر سے۔ ’’جب تک خدا تعالیٰ کے وعدے جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں پورے نہ ہو لیں تب تک وہ مَرتا نہیں اور اس کے سلسلہ میں کچھ کمی نہیں آتی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶)

قویٰ بھی اس نے ہی پیدا کئے ہیں۔ [۱]

پھر میں ایک اور نقص بھی دیکھتا ہوں۔ بعض لوگ تھک جاتے ہیں۔ میرے پاس ایسے خطوط آئے ہیں جن میں لکھنے والوں نے ظاہر کیا کہ ہم چار سال یا اتنے سال تک نماز پڑھتے رہے دعائیں کرتے رہے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کو میں مُخَنَّث سمجھتا ہوں تھکنا نہیں چاہیے۔

؎ گر نباشد بدوست راہ بردن شرط عشق است در طلب مردن

میں تو یہاں تک کہتا ہوں اگر تیس چالیس برس بھی گذر جاویں تب بھی تھکے نہیں اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں۔ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو ضائع نہیں کرتا۔ [۲] جب تضرّع سے دعا کرتا ہے اور معصیت میں مبتلا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ یہ شخص بچایا جاوے اور وہ بچایا جاتا ہے کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ (البقرۃ: ۲۲۳)۔

یاد رکھو! جو شخص مَرا ہے اور ہلاک ہوا ہے وہ تھکنے سے مَرا ہے۔ خدا تعالیٰ سے مانگنا اور دعا کرنا موت ہے ہر شخص جو خدا سے مانگتا ہے ضرور پاتا ہے مگر وہ آپ ہی بدظنی کرتا ہے تب حاصل نہیں ہوتا۔

(اس کے بعد آپ نے دیر تک جماعت کے لیے دعا کی۔ ایڈیٹر) [۳]

۱؎ بدر سے۔ ’’بدیوں کا چھوڑ دینا کسی کے اپنے اختیار میں نہیں۔ اس واسطے راتوں کو اٹھ اٹھ کر تہجد میں خدا کے حضور دعائیں کرو۔ وہی تمہارا پیدا کرنے والا ہے خَلَقَکُمۡ وَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ (الصّٰفّٰت: ۹۷) پس اور کون ہے جو ان بدیوں کو دور کر کے نیکیوں کی توفیق تم کو دے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۷)

۲؎ بدر سے۔ ’’یقیناً خدا رحیم کریم اور حلیم ہے۔ وہ دعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ تم دعا میں مصروف رہو اور اس بات سے مت گھبراؤ کہ جذبات نفسانی کے جوش سے گناہ صادر ہو جاتا ہے۔ وہ خدا سب کا حاکم ہے وہ چاہے تو فرشتوں کو بھی حکم کر سکتا ہے کہ تمہارے گناہ نہ لکھے جاویں۔ دیکھو! دعا کے ساتھ عذاب جمع نہیں ہوتا۔ مگر دعا صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ دعا وہ ہے کہ۔ جو منگے سو مَر رہے مَرے سو منگن جا۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۷)

۳؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ تا ۱۱

۲۷؍دسمبر ۱۹۰۶ء

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرمودہ بعد نماز ظہر وعصر مسجد اقصیٰ قادیان

میں[۱] نے جو کچھ کل بیان کیا تھا اس میں سے کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا اس لیے میں نے مناسب اور ضروری سمجھا کہ اس حصہ کو بیان کردوں تا کہ وہ بیان مکمل ہو جاوے۔

مذہبی آزادی پر اظہار تشکر

سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ جو نئے طور سے قائم کیا ہے[۲] اسے قائم ہوتے ہی مصائب اور مشکلات پیدا ہو گئے اندرونی اور بیرونی طور پر طرح طرح کے دکھ اس کو دیئے گئے[۳] مگر بیرونی طور پر جو دکھ دیا گیا ہے اس پر افسوس نہیں اس لیے کہ وہ دکھ صرف زبان کا دکھ ہے اور اس دکھ کے مقابلہ میں یہ کچھ چیز نہیں جو ابتدائے اسلام اور غربت اسلام کے وقت ان لوگوں کو اٹھانا پڑا جو اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ دکھ اس قسم کے تھے کہ ان کو بیان کرنے سے بھی دل کانپ جاتا ہے کہ وہ کیسے سنگدل انسان تھے کہ انہوں نے صرف مسلمان ہونے پر ان کو طرح طرح کی مشکلات اور مصائب میں ڈالا اور بہتوں کو

۱؎ بدر سے۔ ’’میں نے کل جو کچھ بیان کیا تھا اس کی تکمیل بہ سبب بیماری کے نہ ہو سکی۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

۲؎ بدر سے۔ ’’اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ اس واسطے قائم کیا ہے کہ لوگ نئے طور پر اس کی ہستی پر ایمان اور یقین حاصل کریں۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

۳؎ بدر سے۔ ’’یہ ایذا رسانی صرف بیرونی لوگوں کی طرف سے نہیں ہے جو غیر مذاہب کے لوگ ہیں بلکہ اندرونی لوگوں کی طرف سے بھی جو کہ مسلمان کہلاتے ہیں ہم دکھ دیئے جاتے ہیں اور وہ لوگ ہماری مخالفت میں کوئی بات چھوڑ نہیں سکتے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

بے دردی سے ایذائیں دیں اور قتل کر ڈالا لیکن اس زمانہ میں جو آزادی کا زمانہ ہے اس قسم کی کوئی تکلیف نہیں دے سکتے۔ صرف زبان سے دکھ دیتے ہیں اور یہ کچھ چیز نہیں۔

ہم پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے اور ہم اس کا شکر نہیں کر سکتے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ایسی گورنمنٹ کے ماتحت کر دیا جس کی وجہ سے ہمارے مخالف ہمارے خلاف اپنے جوشِ مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ اسی گورنمنٹ کی آزادی اور انصاف پسندی کا ہی سبب ہے کہ وہ جوش ہمارے مخالف ظاہر نہیں کر سکتے جو انہیں ہمارے لیے ہونا چاہیے۔ وہ دانت پیستے ہیں اور اگر ان کے اختیار میں ہوتا تو ہمیں نیست و نابود کر کے ہی خوش ہوتے۔ مگر انہیں کوئی قابو نہیں ملتا۔

میں اس اَمر پر غور کر کے اور پچھلے دکھوں کو جو ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو پہنچے یاد کر کے خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں جس نے محض اپنے ہی فضل و کرم سے ہمیں ایسی نیک خیال گورنمنٹ عطا کی۔ وہ کیسا رحیم و کریم خدا ہے۔ جب اس نے چاہا کہ ضعفِ اسلام کے وقت یہ سلسلہ قائم کرے خود ہی اس نے انتظام کر دیا کہ ایسی گورنمنٹ کو بھیج دیا جو امن پسند ہے۔ میں یہ بات ریاکاری سے نہیں کہتا۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ ریاکار اور خوشامدی منافق ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نفاق کو دور کرنے آئے ہیں اور واقعات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی تعریف کریں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہوں۔ ہم اپنے ہی حالات زندگی کو دیکھتے ہیں کہ اس وقت کس امن اور آزادی کے ساتھ اس سلسلہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ پچیس سال سے زیادہ عرصہ سے ہم اس اشاعت کے کام لگے ہوئے ہیں اور پوری آزادی اور امن سے اسے کر رہے ہیں۔ خود گورنمنٹ کے ملکوں (بلادِ یورپ) میں سولہ ہزار اشتہار دعوتِ اسلام کا میں نے جاری کیا۔ اور وہ اشتہارات معمولی آدمیوں میں تقسیم نہیں کئے گئے بلکہ معززین کو بھیجے گئے (جن میں شاہی خاندان کے ممبر اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار اور اراکین شامل تھے) یہاں تک کہ ملکہ معظّمہ کو بھی ایک کتاب دعوت اسلام کی بھیجی گئی اور انہوں نے ایسی محبت اور قدر سے اسے

دیکھا کہ بذریعہ تار ایک اور نسخہ اس کا منگوایا۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ کیسا خدا تعالیٰ کا ہم پر فضل اور احسان ہے کہ اس نے ایسی جگہ ہمیں بھیجا جہاں ہر طرح پوری آزادی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کر سکتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں پا سکتے۔ لوگ اس پر تعجب کریں گے یا خام خیالی اور ظاہر پرستی کی وجہ سے میری ان باتوں کو خوشامد پر قیاس کریں گے۔ مگر میں حلفاً کہتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ مکہ معظّمہ میں جاری ہوتا تو ہر روز دو چار خون ہوتے۔ ایسا ہی مدینہ یا روم میں ہوتا تو کوئی سزا پاتا، کوئی کوئی دکھ پاتا۔ غرض کسی نہ کسی مصیبت کا سامنا رہتا۔ ایسا ہی کابل میں ہوتا تو قسم قسم کے حملے ہوتے اور تجربہ نے ثابت بھی کر دیا ہے سب کو معلوم ہے کہ ہمارے دو معزز دوست کابل میں شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں کوئی بغاوت نہیں کی۔ خون نہیں کیا اور کوئی سنگین جرم نہیں کیا۔ صرف یہ کہا کہ جہاد حرام ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے اس سے زیادہ ہرگز نہیں کہا جو میں یہاں گورنمنٹ کو عیسائی مذہب کی بابت سنا چکا ہوں۔ وہ نہایت نیک، راستباز اور خاموش تھے۔ مولوی عبد اللطیف صاحب تو بہت ہی کم گو تھے۔[1] مگر کسی خود غرض نے جا کر امیر کابل کو کہہ دیا اور انہیں ان کے خلاف بھڑکایا کہ یہ شخص جہاد کا مخالف ہے اور آپ کے عقائد کا مخالف ہے۔ اس پر وہ ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس اَمر پر غور کر کے کہ وہ کیا گناہ تھا جس کے بدلہ میں وہ قتل کئے گئے بے اختیار ہر شخص کو کہنا پڑے گا کہ یہ سخت ظلم ہے جو آسمان کے نیچے ہوا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں ہماری تیس سالہ کارروائی کو دیکھو۔ بار بار پادریوں اور عیسائیوں کے مذہب پر حملہ ہوا ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ تم سخت غلطی پر ہو۔ تمہاری تثلیث غلط ہے۔ کفّارہ باطل ہے مگر کبھی ان مسائل کی غلطیوں کے ظاہر کرنے پر اور یہ بیان کرنے پر کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور یہی نجات کا ذریعہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل الرسل ہیں

---

[1] بدر سے۔ ’’اور ملک میں نہایت معزز تھے اور ہزاروں آدمی ان کے مرید تھے اور دربارِ کابل میں ان کی بڑی عزّت تھی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ ؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

اور ان کی کامل اتباع ہی سے نجات ملتی ہے۔ کوئی وارنٹ گرفتاری کا گورنمنٹ کی طرف سے جاری نہیں ہوا۔ اور نہیں پوچھا گیا کہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کیوں کرتے ہو؟ پھر بتاؤ کہ ہم اگر اس کی اس آزادی اور امن کے لیے اس کی تعریف کریں اور اس کے لیے شکر گذاری کا جوش ظاہر کریں تو یہ خوشامد ہوسکتی ہے؟ یہ تو اَمرِ واقعہ کا اظہار ہے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور سخت گنہگار ہے۔ میں نے خوب غور کیا ہے اور تجربہ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ اس قوم کی فطرت میں ہے کہ باوجودیکہ ہم نے عیسائی مذہب کی غلطیوں اور کمزوریوں کو سخت سے سخت طریق سے ظاہر کیا ہے مگر اس نے یہ سمجھ کر جو آزادی اس نے عیسائیوں کو دی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کا ردّ کریں اور اپنے دین کی اشاعت کریں اس کے سایہ (میں) ہونے کی وجہ سے ویسے ہی حقدار ہیں اور ان کے فطرتی انصاف نے اس مساوات کو توڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہر ایک کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے پوری آزادی دی ہے بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ جب ایک جنٹلمین پادری نے مجھ پر اقدامِ قتل کا مقدمہ کیا تو گورنمنٹ نے اپنے انصاف کا کامل نمونہ دکھایا۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی کینہ ہوتا تو یہ عمدہ موقع تھا کہ ہمیں دکھ دیا جاتا۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ کوئی رعایت اس جنٹلمین پادری کی میرے مقابلہ میں نہیں کی جاتی تھی۔ صاحبِ ضلع مجھے عزّت سے بُلاتے تھے اور کرسی دیتے رہے۔ انجام کار جب انہیں بخوبی معلوم ہوگیا کہ وہ مقدمہ محض شرارت سے مجھ پر بنایا گیا ہے اور سراسر جھوٹا ہے تو اس نے کہا کہ یہ بدذاتی مجھ سے نہیں ہوسکتی کہ سزا دے دوں۔ چنانچہ اس نے عزّت کے ساتھ مجھے بری کیا۔ [1]

اور یہ بات مجھ سے ہی خاص نہیں بلکہ سب کے لیے یکساں حقوق حاصل ہیں۔ اگر ہمیں یہ تجربہ ذاتی بھی نہ ہوتا تو بھی ہم شکر گذاری کے لیے بہت سے سامان پاتے ہیں اور علاوہ بریں یہ بات

---

[1] بدر سے۔ ’’میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس میرے برخلاف سفارشیں کی گئیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ایسی بدذاتی نہیں ہوسکتی کہ میں ایک شریف آدمی کو بے گناہ سزا دوں۔ پس اس نے مجھے عزّت کے ساتھ بُری کیا اور عدالت میں مجھے مبارکباد کہی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو اس قدر اقبال مندی اور غیر ملکوں پر اس قدر فتوحات نہیں دیتا جب تک اس میں خوبی نہ ہو اور یہ تو ایک کھلی کھلی بات ہے کہ اس وقت اگر گورنمنٹ نہ ہو تو سب کے سب آپس ہی میں لڑ کر مر جاویں یہ ایسا ثالث ہے کہ اس نے اپنے انصاف اور اقبال سے باہمی جھگڑوں سے بچا لیا ہے۔ ہماری جماعت کا ہر ایک آدمی سوچ کر دیکھ لے کہ کیا اس کا کسی اور جگہ گذارہ ہوسکتا ہے۔ وہ اگر اس سلطنت کے سایہ میں نہ ہو تو اس کے دشمن اسے قسم قسم کے عذاب دے کر ہلاک کر دیں۔ اگر کوئی جاہل یہ سمجھے کہ ہاں کسی اور جگہ گذارہ ہوسکتا ہے تو میں اسے حیوانات میں سمجھتا ہوں۔

دن رات ہم اپنے منصب کی وجہ سے اسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ عیسائی مذہب کی غلطیوں سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ہم اس کام میں لگے ہوئے ہیں لیکن گورنمنٹ کو باوجود عیسائی ہونے کے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے جو اس نے ہمارے لیے ظاہر کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس درخت کا نشوونما کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے اچھی زمین تجویز ہوتی ہے جہاں وہ لگایا جاتا ہے اور اس کی آب پاشی اور نشوونما کے دوسرے سامان وہاں ایسے بہم پہنچائے جاتے ہیں اور جسے ستیاناس کرنا چاہتا ہے اسے ایسی زمین میں جگہ ملتی ہے جہاں وہ کچلا جاتا ہے۔ پس اسی طرح پر یہ بیج جو ہمارے سلسلہ کا بیج ہے ایسی زمین میں لگایا گیا ہے جو اس کی ترقی اور نشوونما کے لیے بہت ہی مفید اور مبارک ہے کیونکہ یہاں کوئی آفت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ ہے اور اس کا بڑا بھاری ذریعہ یہ گورنمنٹ ہے جبکہ یہ احسان ہم پر ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس احسان شناسی کے بعد اس کا شکریہ ادا کریں کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن: ۶۱) اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ مسلمان احسان کرے تو اس کے بدلہ میں احسان کرو اور اگر غیر مذہب والا کرے تو نیش زنی کرو۔ یہ تو خبیث کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ کوئی ہو جو احسان کرتا ہے اس کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے۔ احسان کی تو یہ طاقت ہے کہ اگر ایک کتے کو تم ٹکڑا ڈال دو تو وہ بار بار تمہاری طرف آئے گا خواہ تم اسے مار کر بھی نکالو مگر وہ تمہیں دیکھ کر اس احسان کے شکریہ کے لیے دم ہلا دے گا۔

پھر وہ انسان تو کتّے سے بھی بدتر ہے جو انسان ہو کر احسان شناسی سے کام نہیں لیتا۔

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان نادان، تنگ خیال اور سفلہ مزاج ملاؤں سے نفرت اور پرہیز کریں جو بغاوت پسند ہیں اور ناحق خون کر کے غازی بنتے ہیں۔[۱] میری جماعت کے ہر فرد کو لازم ہے کہ وہ گورنمنٹ کی قدر کریں اور پوری اطاعت اور وفاداری کے ساتھ اس کے احسانات کے شکر گذار ہوں اور یقیناً سمجھ لیں کہ جو شخص مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بھی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پنجاب کو منتخب کرنے کی حکمت

غرض اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت میں قائم کیا جو آزادی پسند اور امن دوست گورنمنٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے یہ دوسرا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو پنجاب میں قائم کرنا پسند فرمایا اور اس سرزمین کو اس کے لیے منتخب کیا۔ ہندوستان بھی تو تھا پھر کیا وجہ ہے اور اس میں کیا حکمت ہے کہ پنجاب کو ترجیح دی؟ اس میں جو حکمت ہے وہ تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب کی زمین نرم ہے اور اس میں قبول حق کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ مجھے کئی مہینے تک دلّی اور دوسری جگہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور برخلاف اس کے پنجاب میں لوگوں نے مجھے اس وقت قبول کیا جب دوسروں نے نہیں کیا حالانکہ میں نے ان کو اپنے دعوے کے دلائل سنائے قرآن اور حدیث کو ان کے سامنے پیش کیا، نشانات پیش کئے مگر انہوں نے نہیں مانا (اِلّا ماشاء اللہ) پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس ملک میں اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔ علاوہ بریں یہ ملک حق رکھتا تھا کہ یہ سلسلہ قائم ہو کیونکہ چالیس پچاس برس تک سکھوں کا دھکا کھا چکا تھا۔ بچوں کو تو ان دکھوں اور تکلیفوں کی خبر نہیں اور میں بھی اس وقت بچہ تھا۔ اس لیے پورا علم تو نہیں مگر جس قدر علم مجھے ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے رؤیت کا علم

---

[۱] بدر سے۔ ’’ان کے کام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھو۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

ہوتا ہے۔اس وقت اگر بانگ دی جاتی تو اس کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی تھی کہ بانگ دینے والا قتل کیا جاوے۔ حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جب وہ سنکھ وغیرہ بجاتے ہیں تو ہم کبھی ان کے مزاحم نہیں ہوتے اور نہ انہیں تکلیف دیتے ہیں مگر بانگ سے انہیں ایسی ضد تھی کہ جونہی کسی نے دی وہ قتل کیا گیا جس جگہ میں اس وقت کھڑا ہوں یہ کارداروں کی جگہ تھی اور دارالحکومت نہیں بلکہ دارالظلم تھا۔ جب انگریزی عدالت کا شروع شروع میں دخل ہوا۔اس وقت یہاں ایک کاردار رہتا تھا۔[1] اس کا ایک سپاہی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا۔اس نے ملّاں کو کہا کہ بانگ دے۔مگر ملّاں نے بہت ہی آہستہ آہستہ بانگ کہی۔ سپاہی نے کہا کہ اونچی آواز سے کیوں بانگ نہیں دیتا جو دوسروں تک بھی پہنچ جاوے؟ ملّاں نے کہا میں اونچی آواز سے بانگ کیوں کردوں کیا میں پھانسی چڑھوں؟ اس پر سپاہی نے کہا کہ نہیں ،تو کوٹھے پر چڑھ کر بہت اونچی آواز سے بانگ دے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سلطنت کی تبدیلی ہو چکی ہے۔آخر جب ملّاں نے سپاہی کے کہنے سے بلند آواز سے اذان دی تو ایک شور مچ گیا اور کاردار کے پاس جا کر شکایت کی کہ ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے اور ہم اور ہمارے بچے بھوکے رہے۔ہم پر ظلم ہوا۔اس پر کاردار نے کہا کہ اچھا پکڑ لاؤ۔ ملّاں کو پکڑ کر لے گئے۔ وہ نیک بخت سپاہی بھی ملّاں کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب ملّاں کاردار کے سامنے گیا تو کاردار نے اس سے پوچھا کہ تو نے بانگ دی ہے؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں دی بانگ تو میں نے دی ہے۔ جب کاردار نے یہ سنا تو اس نے شکایت کرنے والوں کو کہا کہ اندر جا کر بیٹھو۔ لاہور میں تو گائے ذبح ہوتی ہے۔[2]

اذان بھی ایک اسلامی دعوت ہے اور اس حالت میں اسلام کی اجمالی دعوت ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ مسلمان ہو جاؤ۔مگر یہ لوگ اسلام کے دشمن

---

[1] بدر سے۔’’ابتدا میں انگریزوں کا دخل پنجاب پر ہوا اور ہنوز لوگوں کو عام خبر نہ تھی اور کاردار وہی پرانے تھے اور مقامِ عدالت بھی وہی تھے کہ ایک مسلمان سپاہی باہر سے یہاں قادیان میں آیا اور ایک مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

[2] بدر سے۔’’گورنمنٹ انگریزی کی پہلی برکت تھی جو کہ ہم کو حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ بانگ دعوتِ اسلام کا ایک طریقہ ہے جو مختصر الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

تھے۔اس لیے اس بانگ کے بھی دشمن تھے۔ایسا ہی ایک واقعہ ہوشیار پور میں ہوا۔وہاں کسی شخص نے بانگ دی تو اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔صاحب ضلع نے اس مقدمہ کو نہایت حیرانی سے سنا۔انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو۔چنانچہ جب وہ حاضر آیا تو اسے کہا گیا کہ اچھا بانگ دو اور جس قدر اونچی آواز سے تم نے وہاں دی ہے اسی قدر آواز سے یہاں بھی دو اور اپنے سررشتہ دار کو بھی کہا کہ تم بھی خیال رکھو اس سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔بانگ دینے والے نے آہستہ آواز سے بانگ دی تو شکایت کرنے والوں نے کہا کہ اس نے اونچی آواز سے دی تھی اب یہاں آہستہ دیتا ہے۔تب اسے کہا گیا کہ خوب زور سے دو۔آخر اس نے بانگ دی۔جب وہ ختم کر چکا تو صاحب نے سررشتہ دار سے پوچھا کہ تمہیں کچھ تکلیف ہوئی؟ اس نے کہا کہ نہیں صاحب! صاحب نے کہا کہ ہم کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔اسے کہا کہ جاؤ جا کر بے شک بانگ دو کچھ ہرج نہیں ہے۔[۱]

---

[۱] بدر میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

’’مسلمان کے مسجد میں بلند آواز سے اذان کہنے پر تمام پنڈت برہمن جمع ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے مجسٹریٹ ضلع کے پاس پہنچے جو کہ انگریز تھا اور اس کے سامنے شکایت کی کہ ہم پر بڑا سخت ظلم ہوا ہے کہ ایک مسلمان نے بانگ دی ہے اور اس بانگ نے سخت نقصان کیا ہے کیونکہ اس سے ہماری چیزیں بھرشٹ ہوگئی ہیں۔نہ آٹے گوندھے ہوئے پکانے کے کام کے رہے نہ روٹیاں پکی ہوئی کھانے کے لائق رہیں۔نہ کپڑا پہننے کے قابل رہا۔گھر کے سب برتن بھرشٹ ہو گئے۔مجسٹریٹ دانا تھا۔اس نے کہا کہ وہ بڑی پُرتاثیر اذان معلوم ہوتی ہے۔اس مؤذن کو فوراً بُلایا چنانچہ وہ مؤذن طلب کیا گیا اور مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوا۔ایک طرف غریب مؤذن اکیلا کھڑا تھا اور دوسری طرف پنڈتوں، برہمنوں اور کھتریوں کے گروہ کے گروہ دادفریاد کرتے ہوئے جمع ہوئے۔انگریز نے اس مؤذن کو کہا کہ ہم تمہاری اذان سننا چاہتے ہیں تم ہمارے سامنے اسی طرح اذان کہو۔چنانچہ اس نے اذان کہی۔صاحب نے کہا اس اذان سے تو کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی اور ہندوؤں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا اس ملّاں نے اسی طرح اذان بانگ دی تھی؟ اس پر سب برہمن اور ان کے ساتھی چیخ چلّا اٹھے کہ نہیں حضور وہ بانگ تو بلند آواز سے تھی۔تب مجسٹریٹ نے کہا کہ تم نے یہ بانگ بہت آہستہ کہی ہے۔تم بلند آواز سے بانگ کہو۔تب اس نے بہت بلند آواز سے بانگ کہی جس کو مجسٹریٹ نہایت غور سے سنتا رہا اور بعد ختم ہونے کے تعجب کے ساتھ اپنے سررشتہ دار

پُرامن دورِ حکومت

اب خیال کرو کہ انگریزوں کا قدم کس قدر مبارک ہے اور ان کے آنے سے کس قدر ترقیات ہوئی ہیں۔ کتابوں کی اشاعت ہی کی طرف دیکھو کیسی ہو رہی ہے۔ ایک شخص کئے شاہ نام کہنے لگا کہ میرے مرشد ہمیشہ صحیح بخاری کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور پنج وقت اس کے ملنے کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مایوس ہو کر رونے لگتے تھے اور اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ صحیح بخاری تین چار روپے کو مل جاتی ہے۔ لیکن اس وقت یہ حال تھا کہ کسی ملّاں کے پاس بھی اگر کوئی کتاب ہو تو بس کنز، قدوری، کافیہ تک ہی اس کی تعداد ہو سکتی ہے اور اس وقت اس قدر خزانے نکل آئے ہیں کہ ان کو کوئی گن بھی نہیں سکتا۔

غرض میں سچ کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کا قدم ڈالنا اس سلسلہ کے لیے بطور ارہاص تھا۔ ارہاص یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کے ظہور سے پہلے علامات ظاہر ہوں۔ [1] اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ کیسے صاف صاف نشان ہیں۔ کتابوں کے ذخیرے نکل آئے۔ ان کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہر قسم کی آسانیاں ہو گئیں۔ ارکانِ مذہبی کے ادا کرنے میں کوئی روک اور مزاحمت نہیں۔ کوئی بانگ اور نماز سے روک نہیں سکتا یا تو وہ وقت تھا کہ گائے کے بدلے خون ہو جاتے تھے مجھے معلوم ہے کہ ایک وقت سکھوں کے عہد میں محض ایک جانور کے لیے سات ہزار آدمی مارے گئے اور بٹالہ کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ بھنڈاری جو وہاں کے رئیس ہیں ان کی حکومت تھی۔ ایک سیّد شام کو دروازے میں داخل ہوا تو

(بقیہ حاشیہ) کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ اس بانگ سے تو ہمارا کچھ بھرشٹ نہیں ہوا۔ کیا تم پر کوئی ایسا اثر ہوا ہے کہ تمہاری کوئی چیز بھرشٹ ہو گئی ہو؟ سررشتہ دار ہنسا اور کہا کہ کچھ نہیں۔ تب مجسٹریٹ نے کہا کہ یہ پنڈت شریر معلوم ہوتے ہیں۔ ان سب کے مچلکے لیے جاویں اور اگر آئندہ کوئی ایسی شرارت کریں تو ان کو سزا دی جاوے۔''

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹، ۱۰)

[1] بدر سے۔ ''کسی اَمر کے ظہور سے پہلے اس کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہوتا ہے۔ انگریزوں کا آنا اسلام کی ترقی کا مقدمہ ہے۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

وہاں گائے بھینسوں کا بڑا ہجوم تھا۔ اس نے تلوار کی نوک سے ایک گائے کو ہٹایا۔ جس کی وجہ سے اس کی دُم کے پاس ذراسی خراش ہوگئی۔ برہمن اسے پکڑ کر لے گئے اور اس جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ اس قسم کے ظلم اور سختیاں ہوتی تھی۔ اب بتاؤ کہ ہم لوگ جنہوں نے اس قدر مصیبتیں اٹھائی ہیں اگر اس کا انکار کریں [1] تو پھر خدا کا انکار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اس وقت ایسا امن ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے عبادت کرے، بانگ دے، کوئی روکنے والا نہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت (گورنمنٹ انگلشیہ) کا شکریہ ادا کریں اور اس کی قدر کریں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے جیسا شکر گذاری میں حق (تھا) ادا نہیں کیا۔ امن کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب امن ہو گیا تھا تو خدا کی طرف زیادہ توجہ کرتے اور عبادت میں مشغول ہوتے۔ مگر نماز تو درکنار بانگ تک کے روادار نہیں ہیں بلکہ ناگفتنی عیبوں میں مبتلا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ امن تو اس لیے تھا کہ نیکی میں ترقی کریں مگر انہوں نے اس کے برخلاف کیا۔ یہ سچ ہے کہ امن کی حالت دو پہلو رکھتی ہے خواہ انسان نیکی میں ترقی کرے یا شراب خانے میں چلا جاوے۔ مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ مگر ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ [2]

---

[1] بدر سے۔ ’’اگر اب اس نعمت کا انکار کریں تو خدا کا انکار ہوگا۔ کیونکہ خدا ہی نے یہ نعمت بھیجی ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

[2] بدر سے۔ ’’اس قدر امن پا کر تو مسلمانوں کو لازم تھا اور بھی زیادہ دین کی طرف توجہ کرتے لیکن برخلاف اس کے اب تو مساجد بھی خالی پڑی ہیں۔ پہلے تو یہ شکایت تھی کہ سکھ اذان نہیں کہنے دیتے اور اب یہ ہے کہ اذان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ دنیا کے جھگڑوں میں اور ناگفتنی عیبوں میں ایسے مبتلا ہوئے ہیں کہ دین کو بالکل بھول ہی گئے ہیں۔ چاہیے تھا کہ نیکی میں ترقی کرتے نہ کہ بدی میں۔ امن کی حالت میں انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ خواہ مساجد کو آباد کرے اور خواہ قمار خانے کو۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان نیکی کی طرف نہیں جھکے اور انہوں نے بدی کو اختیار کیا ہے لیکن ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ ایسا نہ کرے بلکہ اس اَمر کی قدردانی کرے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹، ۱۰)

حالت زمانہ ضرورت امام کی داعی ہے

میں کہہ چکا ہوں کہ پنجاب میں یہ سلسلہ کیوں قائم ہوا؟ سکھوں کا زمانہ ایسا تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مکہ میں قریش کا زمانہ تھا۔ اب تک بھی کہ ان کے عہد کو گذرے پچاس ساٹھ سال ہونے کو آئے پھر بھی دوسرے ہندوؤں کی نسبت ان کی حالت وحشیانہ پائی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسانی فطرت کا تنزل ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ لوگ جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے لگیں۔ صرف دم کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مسلمانوں سے بعض کی حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ انہوں نے کچھ پہن لی تھی اور سکھ ہو گئے تھے اس لیے یہ ملک حق رکھتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو یہاں ہی قائم کرتا کیونکہ جو ملک زیادہ جہالت میں ہو اس کا حق ہوتا ہے کہ اس کی اصلاح ہو۔ یہی وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کا حق سب سے بڑھ کر تھا کیونکہ وہاں کی حالت ایسی خراب ہو چکی تھی کہ کسی دوسری جگہ اس کی نظیر پائی نہیں جاتی تھی۔ ان کی حالت ایسی وحشیانہ تھی کہ اس کو بیان کرتے ہوئے بھی شرم آجاتی ہے۔ وہ بالکل خلیع الرسن ہو چکے تھے۔ قمار باز وہ تھے۔ شراب خوار وہ تھے۔ یتیموں کا مال مار کر کھا جاتے تھے۔ زنا کرنے میں دلیر اور بے باک تھے۔ غرض خیانت، بددیانتی اور ہر قسم کے فسق و فجور اور معصیت میں دلیر تھے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی آتے جہاں نہ حقوق اللہ کی پروا کی جاتی تھی اور نہ حقوق العباد کی کوئی رعایت باقی تھی۔ جیسا کہ میں نے کل ذکر کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ ذکر قرآن مجید میں کیا ہے کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے وقت ایسے ایسے خبیث موجود تھے کہ ان کی مختلف بدیاں ذکر کی ہیں اور پھر اس کے بعد یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی جس قدر بدیاں مختلف اوقات میں پیدا ہوئیں وہ آپؐ کے وقت میں سب جمع ہو گئی تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ زمانہ بالطبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کو پکار پکار کر بیان کر رہا تھا اور یہ ایک اَمر آپ کی سچائی کی دلیل ہے اور یہ ایسی واضح دلیل ہے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ عام طور پر سب جانتے ہیں کہ جب مثلاً کوئی بیماری درجہ کمال تک

پہنچ جاوے اور وہ ایسی عالمگیر ہو جاوے کہ ہر طرف موت ہی موت نظر آنے لگے تو عادت اللہ یہی ہے کہ اس وقت کوئی نہ کوئی علاج اس کا نکل آتا ہے اور گورنمنٹ کو بھی اس کے انسداد اور علاج کی طرف خاص توجہ ہونے لگتی ہے وہ دیکھتی ہے کہ یہ کیا اندھیر ہوا کہ موت ہی موت ہونے لگی۔ اسی طرح پر روحانی نظام ہے۔ جب کسی ملک اور قوم کی حالت بگڑ جاتی ہے اور وہ انسانیت کے جامہ سے نکل کر وحشیانہ حالت میں آجاتی ہے اور ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کا کوئی سامان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بالکل صاف بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل

پس جب عرب کی حالت ایسی خراب ہوگئی تو ضروری تھا کہ اس کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کسی کامل انسان کو بھیجتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ جو ایسے وقت آئے کہ دنیا آپؐ کی اصلاح کے لیے پکار رہی تھی۔ یہ خدا تعالیٰ کے رحم کا تقاضا تھا اور مسلمانوں کے لیے یہ فخر اور ناز کا مقام ہے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت زمانہ کی حالت آپ کی سچائی کی ایک روشن دلیل ہے پھر اس کے بعد آپؐ نے جو اصلاح کی وہ بھی آپ کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ جب ایک طبیب بیماروں میں آوے اور مختلف قسم (کے) مریض موجود ہوں۔ کوئی طاعون میں مبتلا ہو۔ کوئی دِق سِل کا شکار اور کوئی ذات الریہ اور ذات الجنب وغیرہ اور پھر وہ طبیب اپنے علاج سے اکثروں کو اچھا کر دے تو اس کے حاذق اور ڈاکٹر ماننے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ بلاتکلف ماننا پڑے گا کہ وہ کامل طبیب ہے لیکن جبکہ وہ سب ہی کو اچھا کر دے اور جو دعویٰ کرے اس کو پورا کر دکھائے اور ایسا کہ اس کی نظیر ہی نہ مل سکے تو پھر اس کے کمال میں کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اسے راستباز اور اپنے فن میں یکتا ماننا پڑے گا۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ ایسے وقت آئے کہ ضرورت پکار رہی تھی اور پھر اپنی تاثیرات سے ان تمام روحانی مریضوں کو جو اس وقت پڑے ہوئے تھے اچھا کر دیا۔ میں دیکھتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دو دلیلیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی ایسی جمع ہوئی ہیں کہ نہ حضرت موسیٰ

کو ملیں اور نہ حضرت عیسیٰ کو (علیہما السلام) سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایسی قوم میں آئے جو توراۃ پڑھتے تھے اور فقیہوں فریسیوں کے تابع تھے۔ یہ سچ ہے کہ ان میں غافل دنیادار بھی تھے لیکن پھر بھی توراۃ پڑھی جاتی تھی۔ بیت المقدس قبلہ موجود تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں آئے وہ تو کسی بات کے بھی قائل نہ تھے نہ ان میں کوئی شریعت تھی اور نہ وہ کسی کتاب کے قائل اور پابند بلکہ اکثر تو خدا تعالیٰ کے بھی قائل نہ تھے۔ وہ کہتے تھے۔ مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیۃ:۲۵) وہ جو کچھ سمجھتے تھے اسی دنیا کو سمجھتے تھے کہ آگے جا کر کسی نے کیا دیکھا ہے۔ یہی دنیا ہی دنیا ہے۔ اس آیت میں دہر کا لفظ اسی لیے بیان کیا ہے تا کہ ظاہر کیا جاوے کہ وہ دہریہ تھے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت عرب میں قریباً تمام بیہودہ اور باطل مذاہب جمع ہوئے ہوئے تھے۔ وہ گویا ایک چھوٹا سا نقشہ تھا جو گندے اور افراط تفریط کے طریق تھے۔ وہ عملی طور پر اس میں دکھائے گئے تھے۔ جیسے کسی ملک کا نقشہ ہو۔ اس میں سب مقام موٹے موٹے دکھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کی حالت تھی۔ یہ کیسی بڑی روشن دلیل آپؐ کی سچائی کی ہے کہ ایسی قوم اور ایسے ملک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا جو انسانیت کے دائرہ سے نکل چکا تھا۔

میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی پکا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپؐ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپؐ کی حقانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ (محمد:۱۳) یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی حالت یہ ہوگئی يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (الفرقان:۶۵) یعنی وہ اپنے ربّ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے

سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا۔ اس ساری حالت کے نقشہ کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا! دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔

قرآن مجید تو ایسی کتاب ہے کہ وہ ان میں پڑھی جاتی تھی اور یہ سب باتیں اس میں درج ہیں۔ کفّار سنتے تھے جہاں وہ اس کی مخالفت کے لیے ہر قسم کی کوششیں کرتے تھے۔ اگر یہ باتیں غلط ہوتیں تو وہ آسمان سر پر اٹھا لیتے کہ یہ ہم پر اتّہام اور الزام ہے۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ بہت ہی قابل غور مقام ہے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہزاروں ہزار دلائل ہیں! لیکن یہ پہلو آپ کی حقانیت کے ثبوت میں ایک علمی پہلو ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جس دلیل کو کوئی توڑ نہیں سکتا یا تو عربوں کی وہ حالت تھی اور یا یہ تبدیلی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ۔[1] اللہ تعالیٰ کے نام سے ناواقف اور اس سے دور پڑی ہوئی قوم کو اس مقام تک پہنچا دینا کہ پھر ان کی نظر ما سوی اللہ سے خالی ہو جاوے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

پھر آپ کی حقانیت پر ایک اور دلیل بھی عجیب تر ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں پائی نہیں جاتی اور وہ آپ کے دیئے ہوئے مذہب کا زندہ مذہب ہونا ہے۔ زندہ مذہب وہ مذہب ہوتا ہے جس کی زندگی کے آثار ہر وقت ثابت ہوتے رہتے ہیں اس کے ثمرات اور برکات اور تاثیرات کبھی مُردہ نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پائے جاتے ہیں۔ جو درخت خریف کے دنوں میں ٹنڈ ہو جاتے ہیں اور کوئی پھل پھول اور پتّا ان کا نظر نہیں آتا بلکہ نری خشک لکڑیاں نظر آتی ہیں انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھلدار درخت ہے۔[2] لیکن جب ربیع کا موسم شروع ہوتا ہے اور خزاں کا

---

[1] بدر سے۔ ”میرے اصحاب میں اللہ ہی اللہ ہے۔ ان کا رنگ ہی بدل گیا تھا۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

[2] بدر سے۔ ”اس وقت کوئی شناخت نہیں کر سکتا کہ ان درختوں کے درمیان پھل دینے والا زندہ درخت کون سا ہے اور مُردہ درخت کون سا ہے۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

دور ختم ہو جاتا ہے تو پھلدار درختوں کی شان ہی الگ ہوتی ہے۔ ان میں پھل پھول شروع ہو جاتے ہیں جیسے یہ خریف اور ربیع کا دور جسمانی رنگ میں ہے اسی طرح پر روحانی طور پر دین میں بھی خریف اور ربیع کے دو سلسلے ہوتے ہیں۔ ایک صدی جب گذر جاتی ہے تو لوگوں میں سستی اور غفلت اور دین کی طرف سے لاپروائی شروع ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور عملی اور اعتقادی غلطیاں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ زمانہ غفلت اور لاپروائی کا خریف کے زمانہ سے مشابہ ہوتا ہے۔[۱] اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوتا ہے اور یہ ربیع کا زمانہ ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک مجدّد کو بھیج دیتا ہے جو نئے سِر سے دین کو تازہ کرتا ہے۔

پس یہ مجدّد کا اور اسلام کا تازہ بتازہ رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ اسی سے اس مذہب کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ غور کرو کہ جن باغوں کے لیے خریف ہی ہو اور ربیع میں وہ اپنا کوئی نمونہ نہ دکھائیں اور ان میں تازگی اور شگفتگی پیدا نہ ہو۔ پھر وہ کیا بچیں گے؟ آخر وہ تو کاٹ کر جلا لیے جائیں گے۔ یہی حال اس وقت دوسرے مذاہب کا ہو رہا ہے۔ ان پر خزاں کا اثر تو ہو چکا مگر ربیع کا دور اُن میں نہیں آتا۔ اور خود ان کے ماننے والے تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں وہ برکات، تاثیرات اور ثمرات جو ایک زندہ مذہب میں ہونے چاہئیں، نہیں ہیں تو پھر ان کی اپنی شہادت کے موجود ہوتے ہوئے کسی اور کی دلیل کی کیا حاجت ہے؟

ہندو مذہب اور عیسائیت

ہندوؤں اور عیسائیوں کے مذہب پر تو خزاں کا تصرّف اور دخل ہو چکا۔ ان میں کوئی تاثیرات اور نشانات نہیں ہیں۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ ان میں زندہ مذہب کی برکات نہیں ہیں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میں ہر سزا کے لیے جو وہ میرے لیے تجویز کریں تیار ہوں۔ لیکن سچ یہی ہے کہ وہ روحانیت سے خالی ہیں اور بالکل مَر چکے

---

[۱] بدر سے۔ ”مرورِ زمانہ سے وہ اصلیت نہیں رہتی۔ چھ سات دن میں تو بدن کا کپڑا بھی میلا ہو جاتا ہے۔“

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

ہیں۔ان میں زندگی کے آثار بالکل نہیں۔وہ بے حس وحرکت پڑے ہوئے ہیں اوران مذاہب کے ماننے والے صرف ایک مُردہ کو لیے ہوئے ہیں کیونکہ وہ خدا جس پر کامل یقین اس سے سچا تعلق پیدا کر دیتا ہے اور جس تعلق سے پھر نجات ملتی ہے وہ ان کے نزدیک ایک وہمی ہستی ہے جس پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے۔کیا کوئی ان میں ایسا شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو خود بولتے سنا ہے؟ اس نے میری دعاؤں کا جواب دیا ہے؟ یا اس نے اپنے فضل سے غیروں میں امتیاز کے لیے کوئی خارق عادت نشانات ایسے دیئے ہیں جس سے اس میں اوراس کے غیروں میں امتیاز قائم ہوجاوے اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اس کا نشان دو۔اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس اَمر کے تسلیم کرنے میں سب طرح سے کام نہ لو کہ فی الحقیقت یہ مذہب خزاں کا نشانہ ہو چکے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ہستی پر جیسی یہ واضح دلیل ہے کہ خود وہ اپنے بندے سے کلام کرے اور نشانات ظاہر ہوں اور کوئی دلیل اس کے مقابلہ میں نہیں آسکتی باقی صرف قیاسات ہیں۔

آریوں کے عقیدہ کے موافق خدا کی ہستی پر کوئی دلیل نہیں

وید کے رُو سے یہ طے شدہ اَمر ہے کہ اب کوئی نشان ظاہر نہیں ہوسکتا اور خدا تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا اور خواہ کوئی شخص کتنا ہی اسے پکارے اس کی پکار کا جواب اسے مل ہی نہیں سکتا۔کبھی ایک بار خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا مگر اب وہ خاموش ہے۔جب یہ اصول اور عقیدہ ہو تو بتاؤ کہ اس سے انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین لانے کے لیے کیا تسلی ہوسکتی ہے اور اس سے وہ یقین کیوں کر پیدا ہوسکتا ہے جس سے انسان حقیقی نجات حاصل کرے۔

یہ تو سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانے کے لیے دلائل کی حاجت ہے اگر مصنوعات اور مخلوقات اس کے وجود پر دلائل ہیں۔مثلاً یہ کہ چاند سورج بطور نشان کے ہیں تو ان کے عقیدہ کے موافق اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یہ دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کے مذہب کے موافق ارواح یعنی

جیو خود بخود ہیں اور وہ انادی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا۔ جب وہ پیدا شدہ ہی نہیں ہیں تو اپنے پیدا کرنے والے پر دلیل کس طرح ہو سکتے ہیں؟

اسی طرح پر ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ذرات جن کو اجسام کہتے ہیں یہ بھی خود بخود ہیں۔ پرمیشر کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ ان کو جوڑ جاڑ دیتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جب وہ عظیم الشان کام خود بخود ہیں تو جوڑنے جاڑنے کے لیے اس کی کیا حاجت ہے وہ بھی خود بخود ہو جائے گا۔ اس لیے آریوں کے عقیدہ کے موافق پرمیشر کے وجود پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جاوے کہ پرمیشر کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ تو جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں۔ نہایت کار وہ یہ کہیں گے کہ وہ ارواح اور مواد کو جوڑتا جاڑتا ہے۔ سو یہ کچی اور بیہودہ بات ہے۔ کوئی عقلمند انسان اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔

اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت

برخلاف اس کے اسلام یہ سکھاتا ہے کہ کوئی چیز خود بخود نہیں خواہ وہ ارواح یا اجسام ہوں، سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کا مبدء فیض اور سرچشمہ وہی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے مصنوعات پر نظر کر کے ہم اس کو پہچان سکتے ہیں۔ پس یہ دلیل اگر کام دے سکتی ہے اور مفید ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لیے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی معرفت مسلمانوں کو نہیں دی بلکہ اپنی شناخت اور معرفت کے اور بہت سے نشانات ان کو دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (یونس:۶۵) اور پھر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حٰمٓ السجدۃ:۳۱) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر انہوں نے استقامت دکھائی اور کوئی مشکل اور مصیبت انہیں اس اقرار سے پھرا نہیں سکی ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بڑا بھاری طریق ہے خدا کو پہچاننے کا۔ اس سے وہ یقین پیدا ہوتا ہے جو انسان کو نجات کا وارث بنا دیتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا ہو جاوے تو انسان کی زندگی میں ایک معجز نما تبدیلی ہوتی ہے وہ گناہ آلود زندگی سے نکل آتا ہے اور پاکیزگی اور طہارت کا جامہ پہن لیتا ہے اور یہی نجات ہے جو اس کو گناہ سے بچا لیتی ہے۔ اس کے

ثمرات اور برکات خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل پیدا ہونے لگتے ہیں اور معجزات اور نشانات مشاہدہ کرائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ زمین وآسمان پر مدت ہائے دراز گذر گئی ہیں اس لیے نرا ان کا وجود یقین کے لیے کافی نہیں۔ اگر یہ کافی ہوتے تو لوگ دہریہ کیوں بنتے؟[1] میں یقیناً کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ دہریوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر قائل نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے سامنے لاؤ۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مان جاویں مگر یہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ لاجواب ہو جائیں گے۔ وہ طریق جس سے ہم دہریوں اور دوسروں پر حجّت قائم کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے اقتداری نشان اور اقتداری پیشگوئیاں۔ اسلام پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رحم ہے کہ ایک سچا مسلمان یہاں تک ترقی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو مکالمہ مخاطبہ نصیب ہو جاتا ہے مگر یہ سب کچھ تقویٰ سے نصیب ہوتا ہے۔

تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے

جہاں قرآن شریف میں تقویٰ کا ذکر کیا ہے وہاں بتایا ہے کہ ہر ایک علم (اس سے اخروی علم مراد ہے زمینی اور دنیوی علم مراد نہیں) کی جڑ تقویٰ ہی ہے اور تمام نیکیوں کی جڑ یہی تقویٰ ہے۔ متقی کا خدا تعالیٰ خود متکفّل ہوتا ہے اور اس کے لیے عجیب در عجیب نشان ظاہر کرتا ہے۔ قرآن شریف نے شروع میں ہی فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ:۳) پس قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لیے تقویٰ ضروری اصل ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۸۰) دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ و ہیئت وغیرہ میں اس اَمر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متّقی اور پرہیزگار ہو۔ بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہی ہو وہ بھی سیکھ سکتا ہے مگر علم دین میں خشک منطقی اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے۔ جس کا دل خراب ہے اور

---

[1] بدر سے۔ ’’خدا تعالیٰ کی شناخت کے واسطے یہ ایک بڑا طریق ہے کہ نشانات کا مشاہدہ کرایا جاوے۔ جب ایک سلسلہ نشانات اور کرامات کو مدت دراز گذر جاتی ہے تو لوگ دہریہ مزاج ہو جاتے ہیں اور بیہودہ باتیں بناتے ہیں۔‘‘
(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا اور پھر کہتا ہے کہ علوم دین اور حقائق اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسے دین کے حقائق اور معارف سے حصہ نہیں ملتا بلکہ دین کے لطائف اور نکات کے لیے متقی ہونا شرط ہے جیسا کہ یہ فارسی شعر ہے۔

؎ عروس حضرت قرآن نقاب آنگہ بردارد
کہ دار الملک معنی را کند خالی ز ہر غوغا

جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اور دار الملک معنے خالی نہ ہو، وہ غوغا کیا ہے؟ یہی فسق و فجور دنیا پسندی ہے۔ ہاں یہ جدا اَمر ہے کہ چور کی طرح کچھ کہلائے تو کہہ دے۔[1] لیکن جو روح القدس سے بولتے ہیں وہ بجز تقویٰ کے نہیں بولتے یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ: ۲، ۳) یہ کتاب تقویٰ کرنے والوں کو ہدایت کرتی ہے اور وہ کون ہیں؟ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ: ۴) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی ابھی وہ خدا نظر نہیں آتا۔ اور پھر نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز میں ابھی پورا سرور اور ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم بے لُطفی اور بے ذوقی اور وساوس میں ہی نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تجھ پر یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ متقی کے ابتدائی مدارج اور صفات ہیں۔ جیسا کہ میں نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا بظاہر یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خرچ کرتے ہیں اور ایسا ہی خدا کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں پھر اس کے سوا نئی ہدایت کیا ہوگی؟ یہ تو گویا تحصیل حاصل ہوئی۔ يُنْفِقُوْنَ میں دونوں باتیں داخل ہیں۔ یعنی دوسروں کو روٹی یا کپڑا یا مال دیتا ہے اور یا قویٰ

---

[1] بدر سے۔ ’’اللہ تعالیٰ نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ فسق و فجور اور شرارت کے ساتھ کسی کو دینی علوم بھی حاصل ہو جائیں۔ ہاں چور کی طرح کوئی دوسروں کی بات لے کر بیان کر دے تو وہ مالِ مسروقہ ہے لیکن وہ کلام جو روح القدس کی تائید کے ساتھ ہوتا ہے وہ تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام دینی علوم کی کنجی تقویٰ ہی ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

خرچ کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبادتیں اور یہ الفاظ اسی حد تک جو بیان کی گئی ہیں انسان کے کمال سلوک اور معرفتِ تامہ پر دلالت نہیں کرتے۔ اگر ہدایت کا انتہائی نقطہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ ہی تک ہوتو پھر معرفت کیا ہوئی؟[1] اس لیے جو شخص قرآن مجید کی ہدایت پر کاربند ہوگا وہ معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے گا اور وہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ سے نکل کر مشاہدہ کی حالت تک ترقی کرے گا گویا خدا تعالیٰ کے وجود پر عین الیقین کا مقام ملے گا۔

اسی طرح پر نماز کے متعلق ابتدائی حالت تو یہی ہوگی جو یہاں بیان کی کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز گویا گری پڑتی ہے۔ گرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ذوق اور لذّت نہیں بے ذوقی اور وساوس کا سلسلہ ہے اس لیے اس میں وہ کشش اور جذب نہیں کہ انسان جیسے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر کھانے اور پانی کے لیے دوڑتا ہے اسی طرح پر نماز کے لیے دیوانہ وار دوڑے، لیکن جب وہ ہدایت پاتا ہے تو پھر یہ صورت نہیں رہے گی اس میں ایک ذوق پیدا ہو جائے گا۔ وساوس کا سلسلہ ختم ہو کر اطمینان اور سکینت کا رنگ شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ نماز میں یاد آجاوے گی یہ نماز کاملوں کی نہیں ہوا کرتی کیونکہ اس میں تو شیطان انہیں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن جب کامل کا درجہ ملے گا تو ہر وقت نماز ہی میں رہے گا اور ہزاروں روپیہ کی تجارت اور مفاد بھی اس میں کوئی ہرج اور روک نہیں ڈال سکتا۔ اسی طرح پر باقی جو کیفیتیں ہیں وہ نرے قال کے رنگ میں نہ ہوں گی ان میں حالی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور غیب سے شہود پر پہنچ جاوے گا یہ مراتب نرے سنانے ہی کو نہیں ہیں کہ بطور قصہ تم کو سنا دیا اور تم بھی تھوڑی دیر کے لیے سن

---

[1] بدر سے۔ ’’پہلا ایمان غیب پر ہے لیکن اگر ایمان صرف غیب تک محدود رہے تو اس میں کیا فائدہ؟ وہ تو ایک سنی سنائی بات ہے۔ اس کے بعد معرفت اور مشاہدہ کا درجہ حاصل کرنا چاہیے جو کہ اس ایمان کے بعد رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام کے عطا ہوتا ہے اور انسان کی حالت غیب سے منتقل ہو کر علم شہود کی طرف آجاتی ہے۔ جن باتوں پر وہ پہلے غیب کے طور پر ایمان لاتا تھا اب ان کا عارف بن جاتا ہے اور اس کو رفتہ رفتہ وہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ پس غیب پر ایمان لانے والے کو آگے ترقی دی جاتی ہے اور وہ مشاہدہ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲)

کر خوش ہو گئے۔نہیں یہ ایک خزانہ ہے اس کو مت چھوڑو۔ اس کو نکال لو۔ یہ تمہارے اپنے ہی گھر میں ہے اور تھوڑی سی محنت اور سعی سے اس کو پا سکتے ہو۔

ایک شخص کے پاس کنواں ہو اور وہ اس کے گھر ہی میں ہو۔لیکن وہ کیسا بدنصیب ہے اگر اسے اس کا علم نہ ہو۔ اسی طرح اس مسلمان سے کون زیادہ بدنصیب ہے جس کو خدا تعالیٰ وعدہ دیتا ہے کہ میں اپنے کلام سے مشرف کروں گا مگر وہ اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور اسلام سے خاص ہے۔ کسی آریہ سے پوچھو کہ تم وعدہ ہی دکھاؤ وہ یہ بھی نہیں دکھا سکتے۔ ماتم زدہ اور مُردہ وہ مذہب ہے جس کے الہام پر مہر لگ گئی اور ویران اور اجڑا ہوا وہ باغ ہے جس پر خزاں کا قبضہ ہو چکا لیکن ربیع کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا۔

کیسے افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ انسانی فطرت پر تو مہر نہ لگی اس میں تو معرفت حقیقی کی وہی بھوک پیاس موجود ہے لیکن الہام پر مہر لگا دی گئی جو معرفت الٰہی کا سرچشمہ تھا افسوس! بھوک میں غذا چھینک دی گئی اور پیاس کی حالت میں پانی لے لیا گیا۔

عیسائیت اور اسلام

ایسا ہی عیسائی مذہب کا حال ہے۔ باوجود ہزاروں ضعف اور غربت کے ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اور بات ہے یہ تو نری لاف زنی ہے۔ زبان سے کہہ دیا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کی خدائی مان کر جو فضل تم پر ہوا اور جو معرفت بڑھی ہے اسے بھی تو پیش کرو۔ یہ کیسا میزبان ہے کہ دعوت کر کے بُلایا ہے اور بھوک پیاس بھی لگی ہوئی ہے۔ ہاتھ دھلا دیتے ہیں۔مگر نہ روٹی دیتا ہے اور نہ پانی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ مُردہ مذہب ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار اور زندگی کی حس و حرکت نہیں۔ وہ خشک ٹہنیاں ہیں۔ ان میں اب پھل پھول نہیں نکل سکتے۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ یہی ہے جس کا ربیع ہمیشہ آتا ہے جبکہ اس کے درخت سرسبز ہوتے ہیں اور شیریں اور لذیذ پھل دیتے ہیں اس کے سوا اور کوئی مذہب یہ خوبی نہیں رکھتا۔ اگر اس میں سے یہ خوبی نکال دی جاوے تو یہ بھی مُردہ ہو جاتا۔ مگر نہیں وہ زندہ مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس کی زندگی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی

اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو اسی لیے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر گواہ ہو اور تا خدا کی معرفت بڑھے اور اس پر ایسا یقین پیدا ہو جو گناہ اور گندگی کو بھسم کر جاتا ہے اور نیکی اور پاکیزگی پھیلاتا ہے۔

موجودہ زمانہ کی حالت

یہ زمانہ سخت ابتلا کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے جرائم کا مجموعہ ہے۔ ہر قسم کی ضلالت پورے جوش میں ہے۔ وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ہر قسم کے عیب اور معاصی ان میں پائے جاتے ہیں۔ زانی، شرابی، قمار باز، بددیانت اور خائن ہیں۔ قرضہ دیا جاوے تو دیتے نہیں۔ عہد کرتے ہیں تو توڑتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے اور ظلم کرنے میں دلیر ہیں۔ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔ غرض وہ کون سا عیب اور جرم ہے جو نہیں کرتے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ان کی وہی حالت ہو رہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قریش کی تھی۔ پھر اس قسم کے فسق و فجور کے ساتھ ایک اور خطرناک ابتلا دوسرے مذاہب کا ہے۔ وہ ہر قسم کے لالچ دے کر مرتد کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی لاکھ مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اب اندرونی طور پر تو مسلمانوں کی وہ حالت ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے اور بیرونی حالت وہ ہے جو عیسائی اور آریہ اور دوسرے مذاہب اسلام سے گمراہ کرنے کے لیے اپنی تدبیروں کو کام میں لا رہے ہیں اور اس طرح پر نہ اندرونی حالت کو دیکھ کر آرام آتا ہے اور نہ بیرونی حالت کو دیکھ کر کوئی راحت ہو سکتی ہے۔

پھر جبکہ اس حد تک اسلام کی حالت ہو گئی ہے تو کیا خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۱۰) بالکل غلط ہو گیا؟ کیا حق نہ تھا کہ اس وقت اس کی حفاظت کی جاتی؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ قوم پورا پورا صدمہ خریف کا اٹھا چکی ہے اب ضروری ہے کہ اسے ربیع کا حصہ ملے اور اسلام کے پاک درخت کے پھل پھول نکلیں۔ سکھوں کے عہد میں اسلام کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ بہت ہی ناگوار ہے۔ مساجد گرا دی گئیں۔ وحشیانہ حالت ایسی تھی کہ بانگ اور نماز تک سے روکا جاتا اور شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جسے قرآن آتا ہو۔ اپنی حالت بھی انہوں نے سکھوں کی سی بنا لی۔

کچھ پہن لیے اور مونچھیں بڑھالیں اور السلام علیکم کی جگہ وا ہگورو جی کی فتح رہ گئی۔ یہ تو وہ حالت تھی جو سکھوں کے عہد میں ہوئی۔ اب جب امن ہوا تو فسق و فجور میں ترقی کی اور ادھر عیسائیوں نے ہر قسم کے لالچ دے کر ان کو عیسائی بنانا چاہا اور ان کا وار خالی نہیں گیا۔ ہر گرجا میں ہر شریف قوم کی لڑکیاں اور لڑکے پاؤ گے جو مرتد ہو کر ان میں مل گئے ہیں۔ وہ کیسا دردناک واقعہ ہوتا ہے جب کسی شریف خاندان کی لڑکی کو پھسلا کر لے جاتے ہیں اور پھر وہ بے پردہ ہو کر پھرتی ہے اور ہر قسم کے معاصی سے حصہ لیتی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر ایک معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ اٹھے گا کہ یہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد آوے۔ ان لوگوں کا تو ہم منہ بند نہیں کر سکتے جو کہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑا۔ ایسے لوگوں کے نزدیک تو اگر سب کے سب دہریہ ہو جائیں۔ تب بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ اس وقت اسلام خدا کی مدد کا سخت محتاج ہے۔

خدا تعالیٰ نے مجھے اس صدی کا مجدّد کر کے بھیجا ہے

اور یہ کیسی خوشی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں اسلام کو بے مدد نہیں چھوڑا۔ اس نے اپنے قانون کے موافق مجھے بھیجا ہے تا میں اسے زندہ کروں مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ باوجودیکہ زمانہ کی حالت مجدّد کی داعی تھی اور مولویوں سے پوچھو وہ اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدّد آئے گا۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاوے کہ اب بتاؤ اس صدی کا مجدّد کون ہے؟ تو جواب نہیں دیتے۔ حالانکہ چوبیس سال صدی میں سے گذر گئے اور جب میں پیش کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے اس صدی کا مجدّد کر کے بھیجا ہے تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دجّال آیا۔ اور ابھی کہتے ہیں کہ ایک نہیں بلکہ تیس دجّال آنے والے ہیں۔ [1]

افسوس! باوجود اس سرگردانی کے کیا تمہارے حصہ میں دجّال ہی آیا ہے۔ کیا کہیں یہ بھی لکھا ہے

---

[1] بدر سے۔ ''کیا سبب ہے کہ اس صدی کے سر پر آ کر وہ حدیث بھی جھوٹی ہوگئی جو تیرہ سو سال تک ٹھیک ثابت ہوتی چلی آتی تھی۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

کہ پہلے مجدّد آئیں گے مگر چودھویں صدی پر جو سب سے زیادہ فتنوں کی صدی ہے دجّال آئے گا۔ موجودہ حالت تو کھول کھول کر پکار رہی ہے کہ اصلاح کی ضرورت ہے مگر یہ ابھی اور فساد چاہتے ہیں۔ یہ پکی بات ہے کہ جب زمین پر معصیت اور پاپ پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصلاح کے لیے کسی کو بھیجتا ہے اور اب وہ حالت ہو چکی تھی اس لیے اب بھی اسی نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔

حالت زمانہ کے بعد وہ نشانات ہیں جو اس سلسلہ کی سچائی کے لیے ظاہر ہوئے اور ان نشانات سے وہ نشانات مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیئے تھے اور قبل از وقت بتا دیئے تھے منجملہ ان کے ایک کسوف خسوف کا نشان ہے۔ مولوی جب تک یہ نشان پورا نہیں ہوا تھا رو رو کر اسی حدیث کو پڑھا کرتے تھے۔ مولوی محمد لکھو کے والے نے اپنی کتاب احوال الآخرت میں اس نشان کو بڑے زور شور سے بیان کیا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں کسوف اور خسوف ہوگا۔ دارقطنی کھول کر دیکھ لو کہ کیا یہ حدیث اس میں موجود ہے یا نہیں؟ لیکن جب یہ نشان پورا ہوا اور نہ ایک دفعہ بلکہ دو مرتبہ۔ ایک مرتبہ اس ملک میں ہوا۔ دوسری مرتبہ امریکہ میں ہوا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ تا دو مرتبہ حجّت پوری ہو جاوے اور اس ملک میں اس لیے کہ چونکہ وہ ملک عیسائی مذہب کی اشاعت کرتے ہیں ان پر بھی اتمامِ حجت ہو۔ اب بتاؤ کہ علاوہ اور بے شمار نشانات کے یہ زبردست نشان ظاہر ہوا۔ اور اس کو پورا ہوئے بھی دس گیارہ سال گذر گئے۔ اگر حقیقی مدعی موجود نہ تھا تو پھر یہ نشان کس لیے ظاہر ہوا؟ نشان پورا ہو چکا مگر تم ابھی تک حقیقی دعویدار کو دجّال اور واجب القتل کہے جاتے ہو۔ میرے ایک دوست نے بیان کیا کہ جب یہ نشان پورا ہوا تو ایک مولوی غلام مرتضیٰ نام نے خسوف قمر کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مار مار کر (جیسے کوئی سیاپا کرتا ہے۔ ایڈیٹر) کہا کہ اب دنیا گمراہ ہوگی۔ خیال تو کرو کیا وہ خدا تعالیٰ سے بڑھ کر دنیا کا خیر خواہ تھا؟ اس نے کیسی غلطی کھائی! اگر انصاف اور خدا ترسی ہوتی تو میرے معاملہ میں اس کے بعد خاموش ہو جاتے۔ مگر نہیں اور بھی دلیر ہوئے۔ یہ کسوف خسوف کا نشان حدیث ہی میں بیان نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

پھر قرآن شریف میں ایک اور نشان بتایا گیا تھا کہ اس زمانہ میں طاعون کثرت سے پھیلے گا۔ احادیث میں بھی یہ پیشگوئی تھی۔ قرآن مجید میں لکھا تھا اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا (بنی اسرآءیل:۵۹) اور دوسری جگہ صاف طور پر بتایا گیا تھا کہ وہ ایک زمینی کیڑا ہوگا۔(دابۃ الارض) آخری زمانہ میں بہت سے لوگ اس سے مَریں گے۔ اب کوئی بتائے کہ کیا اس نشان کے پورا ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ گیا ہے؟

پھر اس آخری زمانے کے نشانات میں بتایا گیا تھا کہ نہریں نکالی جاویں گی اور نئی آبادیاں ہوں گی۔ پہاڑ چیرے جاویں گے۔ کتابوں اور اخباروں کی اشاعت ہوگی۔ اور یہ بھی لکھا تھا وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:۵) یعنی ایک ایسی نئی سواری نکلے گی جس کی وجہ سے اونٹنیاں بے کار ہوجائیں گی اور ایسا ہی حدیث میں بھی فرمایا گیا تھا لَيُتْرَكُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔ اب دیکھ لو کہ ریل کے اِجرا سے یہ پیشگوئی کیسی صاف صاف پوری ہوگئی اور عنقریب جب مکہ تک ریل آئے گی تو اور بھی اس کا نظارہ قابل دید ہوگا۔ جب وہاں کے اونٹ بے کار ہوجائیں گے۔ مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ اس جگہ محض میرے ساتھ بخل کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر بھی حملہ کیا اور آپ کی پیشگوئیوں کی تکذیب کی۔ وہ اَمر جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ثابت ہوتی تھی۔ میری عداوت کی وجہ سے اسے مٹانا چاہا ہے۔ مجھ سے عداوت ہی سہی لیکن آپؐ کی پیشگوئی کو کیوں پامال کر دیا؟ میں سچ کہتا ہوں کہ طاعون اور ریل کے اِجرا وغیرہ کی پیشگوئیوں کا محض اس وجہ سے انہوں نے انکار کیا کہ ان سے میری سچائی ثابت ہوتی تھی جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں کوئی تعلق محبت کا باقی نہیں کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ دشمن کو آزار پہنچانے کے لیے محبوب کے نشانات کو پامال کر دیا جاوے مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات اور نشانات کو جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے پامال کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو نشانات اور معجزات آپؐ کے وقت میں ظاہر ہوئے وہ اس زمانہ کے لوگوں تک محدود تھے اور اس زمانہ کے لیے وہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے مصداق تھے۔ لیکن چونکہ آپ کا

دامن نبوت بہت وسیع ہے اور اس زمانہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ معجزات رکھے تھے اور وہ ظاہر ہوئے لیکن میری مخالفت اور عداوت کی وجہ سے انہوں نے بخل سے مٹانا چاہا ہے۔ ایک طرف تو آپؐ کی محبت اور آپ کی اتباع کا دعویٰ ہے۔ دوسری طرف جب نشان ظاہر ہوتا ہے تو انکار کر دیتے ہیں۔

یہ تو وہ نشانات تھے جو اس زمانہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر بیان کئے تھے مگر ان کے سوا نشانات کا ایک اور بھی نیا سلسلہ ہے۔ یہ وہ نشانات ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے جن کی قبل از وقت خبر دی گئی تھی۔ ان کی تعداد بہت بڑی ہے۔

منجملہ ان کے ایک زلزلہ کی پیشگوئی ہے جو اگرچہ قرآن شریف میں بھی اس کی خبر دی گئی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے بھی اس کا علم دیا جیسا کہ براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں میں نے درج کر دیا۔ اور پھر جن دنوں مَیں گورداسپور میں تھا ”زلزلہ کا دھکا“ الہام ہوا تھا جو انہیں ایام میں اخبارات میں شائع کر دیا گیا اور پھر عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَ مُقَامُهَا بھی الہام ہوا تھا اور یہ پیشگوئی ۴ ؍اپریل گذشتہ کو پوری ہوگئی اور پھر اسی کے ضمن میں اور زلزلوں کی پیشگوئیاں تھیں جو آتے رہے۔ منجملہ ان کے ایک بھاری زلزلہ کی پیشگوئی تھی۔ ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔“ چنانچہ وہ بھاری زلزلہ بھی آ گیا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ محض میری عداوت کی وجہ سے قرآن شریف کی پیشگوئی کا بھی انکار کر دیا۔ یہ ان کی ایمانی حالت ہے جو کچھ میرے تصدیق دعویٰ میں ظاہر ہو خواہ وہ قرآن مجید میں بھی موجود ہو یہ اس سے ضرور انکار کر دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ نشان پر نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ کہاں تک خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مقابلہ کریں گے اور میرے ساتھ کشتی لڑیں گے۔ جو لوگ حقیقۃ الوحی کو جب وہ شائع ہوگی پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر نشانات کا سلسلہ ہے میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔ اب غور کرو کہ اگر کوئی شخص خدا کی طرف سے نہ ہو تو کیا اس کی اس قدر نصرت اور تائید ہوا کرتی ہے؟ پھر جبکہ اسے یہ بھی کہا جائے کہ وہ خدا کا دشمن اور خدا اس کا دشمن ہے۔

جس قدر مقدمات مجھ پر کئے گئے یا کرائے گئے ان میں میرے ہی مخالفوں کو ناکامی اور نامرادی ہوئی اور خدا تعالیٰ نے مجھے ہی بامراد کیا۔ آتمارام کے سامنے یہ ناکام ہوئے۔ جہلم میں انہیں نامرادی ہوئی اور اس سے پہلے وہ شرمندہ ہوئے۔

ماسوا اس کے ایک اور بات میں پیش کرتا ہوں جو بہت ہی صاف اور بدیہی بات ہے۔ براہین احمدیہ کے زمانہ میں جس کو بتیس سال کے قریب گذرے۔ کیونکہ کتاب تالیف پہلے ہوتی ہے اور پھر طبع ہوتی ہے اس کو شائع ہوئے بھی چھبیس سال گذرے۔ اور وہ تالیف اس سے بہت پہلے ہوئی۔ اس میں اس قدر پیشگوئیاں ہیں کہ میں اس وقت ان سب کو بیان نہیں کرسکتا۔ نمونہ کے طور پر میں ایک کو بیان کرتا ہوں۔

ایک زبردست نشان جو ہر روز پورا ہوتا ہے

اس کتاب براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ مجھے ایک دعا سکھاتا ہے یعنی بطور الہام فرماتا ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ یعنی مجھے اکیلا مت چھوڑ اور ایک جماعت بنادے۔ پھر دوسری جگہ وعدہ دیتا ہے یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ہر طرف سے تیرے لیے وہ زر اور سامان جو مہمانوں کے لیے ضروری ہیں اللہ تعالیٰ خود مہیا کرے گا اور وہ ہر ایک راہ سے تیرے پاس آئیں گے۔ اور پھر فرمایا یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ ہر ایک طرف اور ہر ایک راہ سے تیرے پاس مہمان آئیں گے اور اس قدر کثرت سے آئیں گے کہ قریب ہے تو ان سے تھک جاوے یا بدخلقی کرے۔ اس لیے پہلے سے بتادیا کہ نہ تو ان سے تھکے اور نہ ان سے بدخلقی کرے۔

یہ پیشگوئیاں اس براہین احمدیہ میں موجود ہیں۔ جن کو شائع ہوئے چھبیس سال کا عرصہ گذرتا ہے اور جس کی تالیف پر بتیس سال گذرتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو مخالفوں کے پاس بھی موجود ہے اور گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی اور مکہ مدینہ اور بخارا میں بھی اس کے نسخے پہنچے۔ اب تو اس میں یہ الہامات درج نہیں کردیئے گئے۔

اب غور کرو کہ جس زمانہ میں یہ پیشگوئی شائع ہوئی یا لوگوں کو بتائی گئی اس وقت کوئی شخص یہاں آتا تھا؟ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا۔ اور کبھی سال بھر میں بھی ایک خط یا مہمان نہ آتا تھا۔ میں بالکل ایک گمنامی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ یہ ہندو جو یہاں رہتے ہیں اور اب گالیاں دیتے ہیں اور ہر قسم کی مخالفت کرتے اور خباثت دکھاتے ہیں۔ ان کو قسم دو اور یا وہ بغیر قسم ہی بتائیں کہ کیا ان لوگوں میں سے کوئی ہمارے پاس تھا؟ یہ سب سے پہلے گواہ ہیں اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے ان نشانات کو دیکھا ہے اور اب وہ چھپاتے ہیں اس طرح پر گویا سب سے پہلے جہنم کے لیے تیار ہیں۔

آریہ سماج والے ملاوامل اور شرمپت رائے یہاں موجود ہیں۔ یہ میرے ساتھ عموماً آیا جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ براہین احمدیہ چھپوایا کرتے اور اس کے پروف بھی انہوں نے دیکھے ہیں اور جب ہم امرتسر جاتے تھے تو کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ کہاں گئے اور وہاں جا کر کوئی نہیں جانتا تھا کہ کہاں رہے۔ اب اگر وہ ایمان رکھتے ہیں اور دھرم رکھتے ہیں تو وہ جواب دیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے بہت سے نشانات دیکھے ہیں اور وہ گواہ ہیں لیکن قوم اور برادری کے ڈر سے خاموش ہیں۔ وہ کیوں اس شہادت کو ظاہر نہیں کرتے؟ یہ سچائی کا خون کرنا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہے؟ وہ قسم کھا کر بتائیں کہ کیا یہ رجوع لوگوں کا تھا؟ کیا اسی طرح فتوحات آتی تھیں؟ اسی طرح پر خطوط آتے تھے؟ تم نے یہ عبارتیں پڑھی تھیں۔ اگر یہ سچ ہے اور تمہارے سامنے قبل از وقت ایسی حالت میں کہ کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا، خدا تعالیٰ سے وحی پا کر میں نے خبر دی تھی اور وہ پوری ہوئی تو پھر بتاؤ کہ کیا یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ اس طرح پر قبل از وقت خبر دے اور ایک زمانہ دراز کے بعد وہ پوری ہو جاوے؟ ایک آدمی جو گمنامی کی حالت میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ تیرے لیے ایک زمانہ آتا ہے کہ تو عالم میں مشہور ہو جائے گا۔ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ ایک زمانہ آئے گا کہ تیری مدد کی جائے گی اور تو لوگوں میں شناخت کیا جائے گا۔ کیا یہ انسانی کام اور منصوبہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ

ہی کا کام ہے کہ پہلے ایک واقعہ کی خبر دیتا ہے کیونکہ علمِ غیب اسی کو ہے اور یہ اسی کا خاصہ ہے اور وہ اپنے مرسلین پر ایسے ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر سوچ کر خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ کہ باوجود یکہ تم نے اپنی آنکھوں سے ان نشانات کو دیکھا اور تم ان کے گواہ ٹھہرے اور سنے سنائے گواہ نہیں بلکہ رؤیت کے گواہ اور وہ بھی ایسے کہ دنیا بھر میں جواب نہ دے سکیں۔ یاد رکھو خدا کی حجّت تم پر قائم ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں سب سے زیادہ حجّت تم پر قائم ہے۔ اگرچہ ساری دنیا پر حجّت ہے مگر تم پر سب سے زیادہ ہے۔ میرا وجود اس وقت نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں ایک محض وجود تھا۔ پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور جس کا تمہیں علم دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح پورا ہونا آسان بات نہیں ہے۔ دیکھو! یہ کیسا بزرگ نشان ہے، ایسا نشان ہے جو ہر روز تازہ بتازہ پورا ہو رہا ہے۔

یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ وہ رحیم کریم خدا ہے لیکن جب انسان شوخی کرتا ہے تو اسے ڈرنا چاہیے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ ابھی قادیان میں طاعون نہیں ہوا تھا تو میں نے شائع کر دیا تھا اِنِّیۡۤ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تو گھر خالی ہو جاویں اور میرے گھر کا چوہا بھی نہ مَرے۔ میں پھر کھول کر کہتا ہوں کہ یہ اور اس قسم کے بہت سے نشانات یہاں کے ہندوؤں نے دیکھے ہیں جو اگرچہ سب دنیا پر حجّت ہیں لیکن ان پر سب سے زیادہ حجّت ہے۔ وہ مجھے اور میری جماعت کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور دینے کے ارادوں میں رہتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا ہے اور ضرور ہے اور وہ بے باک اور شوخ کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

جماعت کے لیے نصیحت

آخرکار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سن کر چپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ گالی دینے والے کے اخلاق کا پتا لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زدوکوب بھی کرے تب صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو اگر خدا کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے؟ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جُو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو

بات بات پر لڑائی ہوتی اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر میں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا ان کی؟ اور ان کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے ان کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک اور دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم ان کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا سے دعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی دو قسم ہیں۔ ایک علم کے متعلق دوسرا عمل کے متعلق۔ علم کے متعلق تو میں نے بیان کر دیا کہ علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔

اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں اوّل یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادت میں۔ اور دوسرے نوعِ انسان سے ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا کے حوالہ کرو۔ قیامت نزدیک ہے۔ تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہیے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان کسی کا مقابلہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے جیسے مقدمات میں ہوتا ہے۔ اس لیے آرام اسی میں ہے کہ تم ایسے لوگوں کا مقابلہ ہی نہ کرو۔ سدِّ باب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو، زبان بند رکھو، گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گذر جاؤ گویا سنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:۷۳) اگر یہ باتیں اختیار کرلو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سنتا ہے اگر تم تین ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔

اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزبانیاں ایسی ہی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں تو چاہیے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہو جاوے۔ بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اسے چھوڑتا ہے تو خدا اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اس کی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ خود اس کے لیے موجود ہے۔ وہ خدا پرانا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڈھا ہو کر پیر فرتوت ہو جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں۔ لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمیں مارا اور مسجد سے نکال دیا۔ میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر تم جواب دو تو میری جماعت میں سے نہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ صحابہؓ کی حالت کہ ان کے کس قدر خون گرائے گئے۔ پس تمہارے لیے اُسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ دیکھو! وہ کیسے دنیا سے باہر ہو گئے تھے۔ انسان میں جس قدر جوش ہوتے ہیں وہ دنیا کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ کسی ہنگامہ کی خبر، دنیا کا مال، عزّت یا اولاد خدا سے آتی ہے۔[1] اس کے سوا جھوٹی عزّتوں کا کیا ہے۔ نبیوں سے بڑھ کر عزّت کسی کی نہیں۔

مگر دیکھو! انہیں کیسے کیسے دکھ دیئے گئے۔ نماز میں ان پر گندے گوبر ڈالے گئے۔ قتل کے ارادے کئے گئے اور آخر مکہ سے نکالا گیا لیکن خدا تعالیٰ کے حضور آپ کی وہ عزّت اور عظمت ہے کہ خدا نے فرمایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اٰلِ عمران:۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔

اب بتاؤ کہ کیا یہ اطاعت کا کام ہے کہ دشمن کا ایسا دشمن بنے کہ جب تک اسے پیس نہ لے اور اسے تکلیف اور دکھ نہ پہنچالے صبر ہی نہ کرے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ انسانی فطرت میں یہ بات ہے کہ گالی سے مشتعل ہو جاتا ہے مگر اس سے ترقی کرنی چاہیے۔ جو دکھ دیتے ہیں انہیں سمجھو کہ وہ کچھ چیز نہیں[2] اگر تم پر خدا راضی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ ناراض ہے تو خواہ ساری دنیا تم سے خوش ہو وہ بے فائدہ ہے۔

---

[1] بدر سے۔ ’’دراصل کوئی شخص عزّت کو پا نہیں سکتا جب تک کہ آسمان سے اس کو عزّت نہ ملے۔ سچی اور پاک عزّت خدا سے ہی ملتی ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵)

[2] بدر سے۔ ’’تم کو جو دکھ اور گالیاں دی جاتی ہیں وہ کچھ چیز نہیں۔ اس کی ہرگز پروا نہ کرو۔ اور انسانوں کے راضی رکھنے کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ اپنے خدا کو راضی کرو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا یہی مضمون ہے اگر تم لوگوں کو راضی رکھنے کے واسطے ان کے ساتھ مداہنت سے پیش آؤ گے تو اس میں تم کو ہرگز کامیابی نہیں ہوگی۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵)

یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم مداہنہ سے دوسری قوموں کو ملو تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خدا ہی ہے جو کامیاب کرتا ہے اگر وہ راضی ہے تو ساری دنیا ناراض ہو تو پروا نہ کرو۔ ہر ایک جو اس وقت سنتا ہے یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لیے چاہیے کہ دعا میں لگے رہو۔

یہ یاد رکھو کہ معصیت اور فسق کو نہ واعظ دور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور حیلہ۔ اس کے لیے ایک ہی راہ اور وہ دعا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی ہمیں فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں نیکی کی طرف خیال آنا اور بدی کو چھوڑنا چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ یہ انقلاب چاہتی ہے اور یہ انقلاب خدا کے ہاتھ میں ہے اور یہ دعاؤں سے ہوگا۔

ہماری جماعت کو چاہیے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔ اس کا وعدہ ہے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:۶۱) عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دعا سے مراد دنیا کی دعا ہے۔ وہ دنیا کے کیڑے ہیں۔ اس لیے اس سے پرے نہیں جا سکتے۔ اصل دعا دین ہی کی دعا ہے۔[۱] لیکن یہ مت سمجھو کہ ہم گنہگار ہیں یہ دعا کیا ہوگی اور ہماری تبدیلی کیسے ہو سکے گی۔[۲] یہ غلطی ہے۔ بعض وقت انسان خطاؤں کے ساتھ ہی ان پر غالب آ سکتا ہے۔ اس لیے کہ اصل فطرت میں پاکیزگی ہے۔ دیکھو! پانی خواہ کیسا ہی گرم ہو لیکن جب وہ آگ پر ڈالا جاتا ہے تو وہ بہر حال آگ کو بجھا دیتا ہے اس لیے کہ فطرتاً برودت اس میں ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے۔ ہر ایک میں یہ مادہ موجود ہے وہ پاکیزگی کہیں نہیں گئی۔ اسی طرح تمہاری طبیعتوں میں خواہ کیسے ہی جذبات ہوں رو کر دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا۔

(اس کے بعد آپؑ نے نہایت درد سے ایک لمبی دعا کی۔ ایڈیٹر)[۳]

۱؎ بدر سے۔ ’’اصل دعا دین کے واسطے ہے اور اصل دین دعا میں ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵)

۲؎ بدر سے۔ ’’اس سے مت گھبراؤ کہ ہم گناہ سے ملوث ہیں گناہ اس مَیل کی طرح ہے جو کپڑے پر ہوتی ہے اور دور کی جا سکتی ہے۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵، ۱۶)

۳؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۲ تا ۱۰، ۱۵

جنوری [1] ۱۹۰۷ء

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات

فرمایا۔ حضرت عیسٰیؑ کے معجزے تو ایسے ہیں کہ اس زمانے میں وہ بالکل معمولی سمجھے جا سکتے ہیں اَکْمَہ سے مراد شب کور ہے۔اب ایسا بیمار معمولی کلیجی سے بھی اچھا ہوسکتا ہے۔احیاءموتٰی سے مراد بھی خطرناک مریضوں کا تندرست ہونا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں یہ باتیں کچھ بھی نہیں۔ [2]

بلا تاریخ

مَرنے پر طعام کھلانا

میں نے عرض کیا کہ دیہات میں دستور ہے۔شادی غمی کے موقع پر ایک قسم کا خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی چودھری مَر جاوے تو تمام مسجدوں، دائروں و دیگر کمیوں کو بحصہ رسدی کچھ دیتے ہیں۔اس کی نسبت حضور کا کیا ارشاد ہے۔

فرمایا کہ طعام جو کھلایا جاوے اس کا مُردہ کو ثواب پہنچ جاتا ہے گو ایسا مفید نہیں جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں خود کر جاتا۔

عرض کیا گیا حضور وہ خرچ وغیرہ کمیوں میں بطور حق الخدمت تقسیم ہوتا ہے۔

فرمایا۔تو پھر کچھ حرج نہیں۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کسی کی خدمت کا حق تو دے دینا چاہیے۔

عرض کیا گیا۔اس میں فخر و رِیا تو ضرور ہوتا ہے یعنی دینے والے کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ مجھے کوئی بڑا آدمی کہے۔

فرمایا۔ بہ نیت ایصال ثواب تو پہلے ہی وہ خرچ نہیں۔حق الخدمت ہے۔بعض رِیا شرعاً بھی

---

[1] ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔جنوری کے پہلے یا دوسرے ہفتے کے معلوم ہوتے ہیں۔(مرتّب)

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۶ مورخہ ۷ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

جائز ہیں۔ مثلاً چندہ وغیرہ نماز باجماعت ادا کرنے کا جو حکم ہے۔ تو اسی لئے کہ دوسروں کو ترغیب ہو۔ غرض اظہار واخفا کے لئے موقع ہے اصل بات یہ ہے کہ شریعت سب رسوم کو منع نہیں کرتی۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ریل پر چڑھنا، تار، ڈاک کے ذریعے خبر منگوانا سب بدعت ہو جاتے۔

تنبول میں نے عرض کیا کہ تنبول کی نسبت حضور کا ارشاد۔

فرمایا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ اپنے بھائی کی ایک طرح کی امداد ہے۔

عرض کیا گیا ہے۔ جو تنبول ڈالتے ہیں وہ تو اس نیت سے ڈالتے ہیں کہ ہمیں پانچ کے چھ روپے ملیں اور پھر اسی روپیہ کو کنجروں پر خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا۔ ہمارا جواب تو اصل رسم کی نسبت ہے کہ نفس رسم پر کوئی اعتراض نہیں۔ باقی رہی نیت سو آپ ہر ایک کی نیت سے کیوں کر آگاہ ہو سکتے ہیں۔ یہ تو کمینہ لوگوں کی باتیں ہیں کہ زیادہ لینے کے ارادے سے دیں یا چھوٹی چھوٹی باتوں کا حساب کریں۔ ایسے شریف آدمی بھی ہیں جو محض بہ تعمیل حکم تعاون و تعلقات محبت تنبول ڈالتے ہیں۔ اور بعض تو واپس لینا بھی نہیں چاہتے بلکہ کسی غریب کی امداد کرتے ہیں۔ غرض سب کا جواب ہے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔[1]

۳؍جنوری ۱۹۰۷ء

ہمارے کلام عربی پر جو بعض نادان اعتراض کرتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ وہ قرآن مجید واحادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے نہیں پڑھتے اگر تدبر سے پڑھیں تو معلوم ہو کہ وہ بھی ان کی خود ساختہ صرف ونحو سے نہیں بچتے۔ دیکھئے شمس کو جب حضرت ابراہیم نے دیکھا تو فرمایا ھٰذَا رَبِّیۡ۔ حالانکہ شمس مؤنث ہے۔ یہ لوگ کلمہ کی تعریف کیا کرتے ہیں۔ لفظ جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ مگر قرآن مجید میں کلام تام کو کَلَّاۤ اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا کہا ہے۔ ایسا ہی تکرار کو یہ لوگ خلاف فصاحت سمجھتے ہیں مگر قرآن مجید کی کئی آیات میں تکرار ہے۔ تکرار تسلّی کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ کئی

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

الہامات مجھے بیسیوں دفعہ ہو چکے ہیں۔ انسان کے قلب پر جو ذہول ہو جاتا ہے اس کے ہٹانے اور تاکید کے لئے بھی تکرار ہو جاتا ہے عجبت کا صلہ لام ہونے کے لئے اعتراض کیا گیا تھا۔ مگر جب سب سے پہلی حدیث باب الایمان کی پیش کی گئی تو معترض نے کیسی منہ کی کھائی۔

اعجاز احمدی کے ساتھ جو قصیدہ ہے۔ اس کے متعلق ذکر تھا۔

فرمایا۔ مَنَعَهٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ۔ الہام کئی رنگ میں پورا ہو رہا ہے۔ کسی کو اس کے جواب کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ اگر کسی نے جرأت کی بھی تو اس کے تمام یا شائع کرنے سے پہلے ہی مر گیا۔ اور ہماری صداقت پر مہر کر گیا۔

حفظانِ صحت کے لئے قرآن مجید نے تمام اصول بیان کر دیئے ہیں وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدّثر:۶) کیا چھوٹا سا جملہ ہے اور اس میں تمام مدارج صفائی کو درج کر دیا ہے۔ یہ ظاہری باطنی صفائی کے احکام کو حاوی ہے اور کھانے پینے کے متعلق فرما دیا كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:۳۲) کھاؤ پیو مگر حد سے نہ بڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ عرب کے رہنے والوں میں پاک تبدیلی کر دی اور آپ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام سے متفرد ہیں ان لوگوں کی حالت ایسی ناگفتہ بہ تھی کہ ماں سے بھی زنا کرنے میں نہ جھجکتے تھے۔ جبھی تو فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (النّساء:۲۴) ورنہ قرآن مجید بے فائدہ کوئی حکم نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ سب کچھ دعا کے زور سے کیا۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (الشعرآء:۴) دعا کے راز سے اکثر لوگ واقف نہیں۔ جب تک اس درجہ تک دعا نہ پہنچے۔ کامیابی محال ہے۔[1]

مسمریزم

ایک شخص نے بذریعہ تحریر حضرت مسیح موعود سے دریافت کیا کہ مسمریزم کیا چیز ہے؟ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

مدت ہوئی کہ میں نے مسمریزم کے لئے توجہ کی تھی کہ کیا چیز ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملا تھا هٰذَا هُوَ التِّرْبُ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۵ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

طلاق ایک جلسہ میں

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود کو خط لکھا اور فتویٰ طلب کیا کہ ایک شخص نے از حد غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو تین دفعہ طلاق دی۔ دلی منشا نہ تھا۔ اب ہر دو پریشان اور اپنے تعلقات کو توڑنا نہیں چاہتے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

فتویٰ یہ ہے کہ جب کوئی ایک ہی جلسہ میں طلاق دے تو یہ طلاق ناجائز ہے اور قرآن کے برخلاف ہے اس لئے رجوع ہوسکتا ہے۔ صرف دوبارہ نکاح ہو جانا چاہیے اور اسی طرح ہم ہمیشہ فتویٰ دیتے ہیں اور یہی حق ہے۔ والسلام [1]

۱۵؍جنوری ۱۹۰۷ء

دعویٰ اور مذہب

فرمایا کہ طاعون کی موت بِالْخِزْیِ موت ہے۔ نمونہ جس سے چند گھنٹوں میں فیصلہ ہوجائے طاعون نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی محمد حسین کا ذکر آیا کہ وہ رجوع کیوں کر کرے گا؟

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل بات نہیں۔ وہ جب چاہے دل کو پھیر دے۔ وہ اگر غور کرے تو اس کے لیے یہی ایک نشان کافی ہے کہ براہین احمدیہ کے ریویو کے زمانے میں مَیں اکیلا تھا اور اب یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ باقی رہے عقائد سو ان میں تو کوئی اتنا بڑا فرق نہیں۔ صرف سمجھ کا پھیر ہے۔ پہلے لیجئے وفات مسیح کو۔ سو اس مسئلہ میں خود ان کے اپنے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ پس ہمیں ایک قول کو ترجیح دینے سے یہ کیوں کر بُرا کہہ سکتے ہیں۔ تَوَفَّيْتَنِيْ کے معنوں میں جھگڑا ہے۔ مگر میرے نزدیک تو جو معنے کریں ہمارا مطلب حاصل ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے اگر یہ معنے ہوں کہ جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگران حال تھا۔ اس صورت میں بھی یہ ظاہر ہے کہ آپ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائے۔ ورنہ یہ حصر نہ کرتے۔ پھر معراج کو لو۔ ہمارا

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۵ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

یہ مذہب ہرگز نہیں کہ وہ ایک خواب تھا یا صرف روح گئی بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عین بیداری میں معراج ہوا اور ایک لطیف جسم بھی ساتھ تھا۔مگر یہ باطنی امور ہیں۔خشک ملّاں اسے کیا سمجھیں۔

پھر مکالمہ الٰہی کا دعویٰ ہے۔ یہ بھی کوئی نئی بات نہیں سنّت اللہ سے بھی یہ بات ثابت ہے اور انسان کے دل کی تڑپ بھی یہی چاہتی ہے۔فتوح الغیب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور اشاعت السنّۃ میں بھی چھپا تھا۔وَلَهُمْ مُكَالِمَاتٌ مجدّد صاحب نے بھی یہی لکھا ہے اور ولی و نبی میں قلت و کثرت مکالمات کا فرق بتایا ہے یہ نبی کا لفظ صرف انہی معنوں میں ہے اور اپنی اپنی اصطلاح ہے ورنہ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔عوام الناس کو بدظن کرنے کے لیے ہم پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں ملائکہ کے منکر ہیں کبھی کچھ۔ حالانکہ ہم ملائک پر، خدا کی کتابوں پر، احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، بہشت و دوزخ، عذابِ قبر، تقدیر، حشر اجساد سب پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں۔ہم ایسے امور کی تفاصیل خدا کے حوالے کرتے ہیں کیونکہ محتاط مذہب یہی ہے کہ انسان مجمل پر ایمان لاوے اور تفاصیل کو بحوالۂ خدا کر دے۔ باقی رہا شریعت کا عملی حصہ،سو ہمارے نزدیک سب سے اوّل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سنّت تائید کرتی ہے۔اگر کوئی مسئلہ ان دونو میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے کیونکہ ان کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی مرضی یہی ہے مگر ہم کثرت کو قرآن مجید و احادیث کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ان کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اَوْلٰی بِالْعَمَل ہے دیکھو مفقود الخبر کے لیے نوے برس یا کم و بیش میعاد رکھی ہے۔ یہ ہی نہیں کہہ دیا کہ وہ نکاح نہ کرے۔ یہ واہیات ہے۔

حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جس ملک میں جس مذہب کی کتابیں بسہولت میسر آئیں اس پر عمل ہونا چاہیے۔

فرمایا۔ بیشک ہماری طرف حنفی مذہب کی کتابیں ہی ہیں۔اعمال کی اصل روح تو معرفت الٰہی و اخلاص

ہے۔ یہ نہ ہوتو یہ لفظی جھگڑے ہیچ ہیں ہماری بعثت کی ایک بھاری غرض یہ بھی ہے کہ ہم مسلمانوں کو عملاً مسلمان بناویں۔[۱]

بلا تاریخ[۲]

چند فقہی مسائل

روزہ۔ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔جائز ہے۔

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔جائز ہے۔

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔یہ سوال ہی غلط ہے۔بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔

اسی شخص کا یہ سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو۔اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ نمازِ فجر کی اذان کے بعد دوگانہ فرض سے پہلے اگر کوئی شخص نوافل ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔نماز فجر کی اذان کے بعد سورج نکلنے تک دو رکعت سنّت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۶ مورخہ ۷؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

۲؎ ''المفتی'' کے زیر عنوان ''بدر'' میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ ملفوظات استفتا کے جواب میں بلا تاریخ درج ہیں۔(مرتّب)

نماز نہیں ہے۔

کشتہء بندوق۔ ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ بندوق کی گولی سے جو حلال جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی مَر جائے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔گولی چلانے سے پہلے تکبیر پڑھ لینی چاہیے۔پھر اس کا کھانا جائز ہے۔

دائمی دورہ۔ ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو شخص بسبب ملازمت کے ہمیشہ دورہ میں رہتا ہو اس کو نمازوں میں قصر کرنی جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔جو شخص رات دن دورہ پر رہتا ہے اور اسی بات کا ملازم ہے وہ حالت دورہ میں مسافر نہیں کہلا سکتا۔اس کو پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔جائز ہے۔

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟

فرمایا۔مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔رات کو سرمہ لگا سکتا ہے۔[1]

۱۶؍جنوری ۱۹۰۷ء

مسیح موعودؑ کے بارہ میں ایک حدیث

آج حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضرت مولوی سید محمد احسن فاضل امروہی نے مسیح موعود کے متعلق ایک حدیث نواس بن سمعان کی.... جو حاشیہ مسند احمد بن حنبل پر چڑھی ہوئی ہے (کے) دو جملے پیش کئے۔ایک جملہ ہے تُقْبَضُ لَهُ الْاَرْضُ یعنی مسیح موعود کے لیے زمین طے کی جاوے گی جس سے ریل وآگبوٹ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ کتب و رسالہ جات

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۶ مورخہ ۷؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

تبلیغ اسلام کے یورپ وامریکہ وغیرہ ممالک میں انہی ذرائع سے شائع ہورہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

بیشک اس سے پہلے کسی مامور من اللہ کے لیے طیّ الارض واقع نہیں ہوا۔ اور نہ یہ اسباب ظاہر ہوئے تھے۔

دوسرا جملہ اس حدیث میں سے مولوی صاحب نے یہ پیش کیا۔ مَنْ مَّسَّ ابْنَ مَرْيَمَ يَكُوْنُ لَهٗ اَرْفَعُ قَدْرًا وَّ يُعْظَمُ مَسُّهٗ یعنی جو شخص کہ چھوئے گا مسیح موعود کو اس کی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہوگی اور اس کا مس کرنا و چھونا یعنی اس کے حلقہ خادمین میں داخل ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے۔

سبحان اللہ! حضرت مسیح موعودؑ کو اس حدیث کی خبر بھی نہیں اور قریباً اکتیس برس کا الہام مطبوعہ براہین احمدیہ میں درج ہے کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔'' اس الہام کا مضمون قریباً حدیث مذکورہ میں سے ملتا ہے۔[1]

۲۴؍جنوری ۱۹۰۷ء

رِیا

حضرت اقدس بوقت صبح مع احباب باہر سیر کو تشریف لے جاتے ہیں۔ آج جب حضرت اقدس باہر تشریف لائے تو پہلے ایک بھائی نومسلم نے دعا کے لیے عرض کی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ حضور یہ شخص اپنی قوم میں واعظ بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ وعظ و اعمال صالحہ کا فائدہ تب ہی ہوتا ہے کہ محض خدا کے لیے ہو۔ اس میں کوئی غرض نہ ہو۔ ریائی عمل کو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ اگر عمل میں کسی اور کو شریک سمجھا جاوے تو خدا کئے ہوئے عمل کو ردّ کر دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جس کے لیے تم نے یہ عمل کیا ہے اس سے اس کا ثواب بھی لو۔

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴

بعد ازاں قادیان کے آریوں کے تعصّب اور ان کی حق پوشی کا ذکر ہوا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے نشانات بیّنات دیکھ کر ان کو چھپا رہے ہیں۔

اثنائے راہ میں آج کا الہام بیان فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت! ناپاکی دور کر دے اور تم کو بالکل پاک کر دے۔

پھر پچیس چھبیس برس کا ایک پرانا الہام بیان فرمایا جو کسی شخص کے متعلق ہے۔

فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا وَ وُهِبَ لَهُ الْجَنَّةُ۔[1] اتنے میں طاقت بالا اس کو کھینچ کر لے گئی۔

صبح کی سنتوں کے بعد نفل

مفتی محمد صادق صاحب نے ایک شخص کے خط میں سے بیان کیا کہ وہ پوچھتا ہے کہ جب صبح روشن ہو جائے تو اس وقت فرضوں کے پہلے صبح کی سنتوں کے بعد نوافل کی نماز درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس و مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ

دو رکعت سنّت کے سوا فرضوں سے پہلے اور کوئی نماز جائز نہیں۔

حل مشکلات

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ایک شخص کا خط پیش کیا کہ وہ پوچھتا ہے کہ مشکلات و مصائب کے وقت کیا کرنا چاہیے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

استغفار بہت پڑھے اور اپنے قصوروں کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے۔[2]

۲۶؍جنوری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

ایک احمدی بھائی کا خط پیش کیا گیا لکھا کہ میں نے ایک احمدی بھائی کے دو بیٹوں کا معالجہ کیا تھا

۱؎ (ترجمہ از مرتّب) پھر وہ دونوں پچھلے پاؤں واپس لوٹ گئے اور اس کو جنّت عطا کی گئی (مرتّب)

۲؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

ایک ان میں سے شفایاب ہوا دوسرا مر گیا اور اس بھائی نے دس روپے فیس کے دیئے تھے کیا وہ میرے لیے جائز ہیں؟

فرمایا۔ ہاں جائز ہے۔

ولیمہ تعریف ولیمہ بھی اس ضمن میں پوچھی گئی تھی۔

فرمایا کہ ولیمہ یہ ہے کہ نکاح کرنے والا نکاح کے بعد اپنے احباب کو کھانا کھلائے۔[۱]

۲۷؍جنوری ۱۹۰۷ء (بوقت سیر)

آج حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع احباب بوقت صبح باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں آریوں کے تعصب اور ان نشانات بیّنات الٰہی کا ذکر ہوا جو خدا تعالیٰ نے ان کو دکھائے اور پھر بھی اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں۔ سلسلہ کے ساتھ مصری لوگوں کی دلچسپی و توجہ کا ذکر ہوا کہ وہ لوگ حضور کی تصانیف چاہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ

عربی کتابوں کی کثیر تعداد ان کو ارسال کی جاوے۔

حضرت امام بخاریؒ اور وفاتِ مسیحؑ تھوڑی دور گئے تھے کہ حضرت اقدس کو طبیعت میں ناسازی معلوم ہوئی اور واپس لوٹ آئے۔ واپس آتے ہوئے کتاب صحیح بخاری کا ذکر ہوا کہ اب بہت سستی ہوگئی ہے۔ ایک زمانہ میں صدہا روپیہ سے نہ ملتی تھی اور آج کل صحیح بخاری مصر کی چھپی ہوئی اڑھائی روپیہ سے مل سکتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

بخاری والے نے وفاتِ مسیح پر زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی مُمِيْتُكَ کے لکھے اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ بطور تنظاہر آیات وفاتِ مسیح کے لیے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کو

---

[۱] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

پیش کیا اور وہ حدیث لکھی جس میں نبی علیہ السلام نے اپنے متعلق آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ فرمائی اور اس میں تَوَفَّيْتَنِيْ کے معنے وفات کے ظاہر فرمائے۔[۱]

۲۸؍جنوری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

چند مسائل آج حضرت اقدس ظہر کی نماز میں تشریف لائے تو مندرجہ ذیل سوالات خطوط سے حضرت کے حضور میں پیش ہوئے۔

(۱) ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میری پہلی بیوی کو جلدی اولاد ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ کمزور ہوگئی کیا میں دوسرا نکاح کرسکتا ہوں یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا۔ اس کو بہر صورت اختیار ہے۔

(۲) پھر ایک شخص کا سوال ہوا کہ مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہوں۔ پھر گناہ ہو جاتا ہے کیا علاج کروں؟

آپ نے فرمایا۔ پھر توبہ کرے اور اس کا کیا علاج ہے؟

(۳) سوال پیش ہوا کہ بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ جس کی عورت آگے موجود ہو اس کو ہم ناطہ نہیں دیتے۔

حضرت نے فرمایا۔ پھر وہ اس سے تو مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (النّسآء:۴) کو بند کرنا چاہتے (ہیں)۔

(۴) سوال پیش ہوا کہ بندوق کے شکار کے متعلق کیا حکم ہے؟

حضرت نے فرمایا۔ تکبیر پڑھ کر بندوق مارے، شکار مَر جاوے تو حلال ہے۔[۲]

---

۱ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵

۲ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

۲۹؍جنوری ۱۹۰۷ء (صبح کی سیر)

دشنام دہی کا انجام

آج حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بوقت صبح مع احباب باہر سیر کو تشریف لے گئے۔ مرتد ڈاکٹر عبد الحکیم کے تذکرہ پر حضرت نے فرمایا کہ

ایک آریہ اخبار نے باوجود ہمارے مذہبی تخالف کے لکھا کہ عبد الحکیم کا آپ کو گالیاں دینا اس کی سفلہ پنی کو ظاہر کرتا ہے۔ نہایت نامناسب اَمر ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ عبد الحکیم کہتا ہے۔ جعفر زٹلی جو مرزا صاحب کو سخت گالیاں دیتا رہا ہے اس کو کیا ہوا جو مجھے کچھ ہوگا۔

حضرت نے فرمایا۔ اس کو پادری عبد اللہ آتھم، لیکھرام، چراغ دین ساکن جموں اور دوسرے مباہلین کے احوال سے عبرت پکڑنی چاہیے تھی۔[1]

اسی سیر کے دوران کے مزید ملفوظات بدر سے۔

کلمہ طیبہ کی اصل روح

میں[2] نے عرض کیا کہ حضور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو بار بار پڑھنے اور اس کے ذکر کا بھی ثواب ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ دل میں خدا سے تعلق ہو تو۔

پھر زیادہ تشریح طلب کرنے پر فرمایا۔

اصل بات یہ ہے کہ میرا مذہب یہ نہیں کہ زبانی جمع خرچ کیا جاوے۔ ان طریقوں میں بہت سی غلطیاں ہیں ان تمام اذکار کی اصل روح اس پر عمل کرنا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ اللہ بآواز بلند کہہ رہے تھے تو حضرت نے فرمایا تمہارا خدا بہرہ نہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ کلمہ سے مراد ہے توحید کو قائم رکھنا اور اس کے رسول کی اطاعت۔ اب ثواب اس میں ہے کہ ہر بات میں اللہ کو مقدم رکھے اور اللہ پر پورا پورا ایمان لائے۔ اس کی صفات کے خلاف کوئی کلام کوئی کام نہ کرے حتی کہ خیال بھی نہ لائے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النّور:۳۸) اس سے بھی یہی

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

[2] اس سے مراد قاضی محمد اکمل صاحب گولیکی ہیں۔ (مرتّب)

مراد ہے کہ دنیا کے کاموں میں بھی میرے احکام کو نہیں بھلاتے۔ دیکھو! اس وقت ہم ان طریقوں کی طرح ذکر نہیں کر رہے مگر حقیقت میں اسی کی عظمت وجلال کا ذکر ہے۔ پس یہی ذکر ہے۔[1]

الہام کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے

ایک صاحب نے ایک شخص مرید کے کچھ الہامات حضرت اقدسؑ کو سنائے۔[2]

حضرت نے فرمایا۔ الہام کا بڑا نازک معاملہ ہے۔ انسان کو اپنے اعمال صاف کرنا چاہیے۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

[2] بدر سے۔ ’’عرض کیا گیا ایک نوجوان احمدی یہ الہامات سناتا ہے۔ رؤیا میں خلقت نے مجھے سجدہ کیا۔ بہشت کی سیر کی اور الہام اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ۔‘‘

فرمایا۔ ’’یہ بڑے ابتلا کا مقام ہے۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جب تک درخشاں نشان اس کے ساتھ بار بار نہ لگائے جاویں تب تک الہامات کا نام لینا بھی سخت گناہ اور حرام ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور میرے الہامات کے خلاف تو نہیں۔ اگر ہے تو یقیناً خدا کا نہیں بلکہ شیطانی اِلقا ہے۔ اصل میں ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال کی طرف خیال نہیں کرتے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے قلب کا اللہ سے کیسا تعلق ہے اور ان الہامات میں پڑ جاتے ہیں۔ ان سے عُجب واستکبار پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ پھر کسی کی بات پسند نہیں کرتے اور ہر سچی بات کو اپنے اوہام کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ جب مطابق نہیں پاتے تو انکار کرتے اور ہلاکت کے گڑھے میں گِرتے ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں ایک قسم کا گند ہوتا ہے اور شیطان متسلّط ہونے کے لیے ایک عجیب راہ نکال لیتا ہے۔ استغفار پڑھنا چاہیے اور بالکل ان باتوں سے کلی طور سے مجتنب۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ بڑے خطرے کا مقام ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کے الہام کو نہیں پوچھے گا۔ بیشک یہ الہام انعام اِلٰہی سے ہے مگر دیکھو ہوا بنفسہٖ تو ایک بڑی طیّب اور مفرح ذات چیز ہے مگر ایک روڑی پر گذرے تو کثافت پھیلائے گی۔ یہی حال ہے ایسے لوگوں کا۔ میں سمجھتا ہوں۔ مخلوق نے کیا سجدہ کرنا تھا۔ شیطان اور اس کی ذرّیت نے سجدہ کیا ہوگا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں بیشک گمراہی پھیلا۔

عرض کیا گیا۔ حضور ایسے لوگوں کی نسبت ہم تو اس لیے کچھ نہیں کہتے کہ وہ آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ جھوٹ بات ہے ان کے دلوں میں گند پنہاں ہے۔ ان کے جھوٹے الہامات کو شیطانی کہا جائے تو فوراً ہماری بھی تکذیب کریں۔

آپ نے بہت تاکیدی الفاظ سے پورے جوش میں تقریر فرمائی۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

الہام کا مہبط صاف ہونا چاہیے۔ اب جو خدا تعالیٰ کی چلائی ہوئی ہوا چل رہی ہے۔ یہی ہوا بعض انسانوں کے جسموں کے لیے مفید اور بعضوں کے لیے مفسد ہوگی۔ اگر کسی کا اندر غلیظ ہو۔ معدہ گندہ ہو اور بیمار ہو تو اس کو اچھی غذا مضر ہوگی۔ ایسا ہی خدا کا کلام ہے۔ ابھی تھوڑے روز ہوئے فقیر مرزا ساکن دوالمیال ضلع جہلم جس نے ہماری مخالفت میں لوگوں کو الہام سنایا کہ مجھے عرش سے آواز آئی ہے کہ مرزا جھوٹا ہے رمضان میں مَر جاوے گا۔ اور اسی پر اس نے بس نہیں کی بلکہ لوگوں کو کہا کہ یہ معمولی بات نہ سمجھو۔ میرا دستخط لے لو کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے اور خود اس نے اپنا دستخط کر کے اور بہت سے لوگوں کو اپنے الہام کا گواہ ٹھہرایا اور ان کے بھی دستخط لیے۔ جب رمضان کا مہینہ آیا تو خود ہی مَر گیا۔

(بوقتِ ظہر)

طاعون کا علاج

آج حضرت اقدسؑ عام نمازیوں سے پیشتر ہی نماز ظہر کے لیے مسجد میں تشریف لے آئے۔ کسی نے ذکر کیا کہ بعض قرب وجوار کے دیہات میں طاعون ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ اس دفعہ یہ بیماری زیادہ تر خطرناک صورت میں ہے۔ سارے موسم سرما میں بھی اکثر مقامات میں ترقی پر رہی ہے اعتدالی ایام میں اور بھی خطرناک ہوگی۔ بجز توبہ و استغفار اس کا کوئی علاج نہیں۔

نماز ظہر کے بارہ میں حضور کا طریق

فرمایا۔ مولوی نورالدین صاحب کو بُلاؤ کہ نماز پڑھی جاوے۔

مولوی صاحب بُلائے گئے اور ڈیڑھ بجے نماز ظہر ادا کی گئی۔ فرض کی نماز باجماعت ادا کر کے حضرت اندر تشریف لے گئے۔ حضرت اقدسؑ کا مدام یہی اصول ہے کہ آپ ظہر کی پہلی چار سنتیں گھر میں ادا کر کے باہر تشریف لاتے ہیں پچھلی دو سنتیں بھی جا کر اندر پڑھتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر ادائے فرض کے بعد مسجد میں بیٹھنا منظور ہو تو پچھلی دو سنتیں فرضوں کے بعد مسجد میں ہی ادا فرماتے ہیں۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

۳۰؍جنوری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

آج ظہر کی نماز میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ آپ کی طبیعت قدرے علیل معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔ نماز باجماعت ادا فرما کر اندر تشریف لے گئے۔ عصر کی نماز میں آپ اذان ہونے کے بعد جلدی تشریف لے آئے۔

فرمایا۔ مولوی صاحب کو بُلاؤ۔ نماز ادا کی جاوے۔

فرمایا۔ درد گردہ ہورہا ہے۔ سرد ہوا تیز چلتی ہے تو درد شروع ہوجاتا ہے۔

پھر آپ بیٹھ گئے۔ مولوی محمد علی صاحب و مفتی محمد صادق صاحب بھی آگئے۔ ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔

سِول [1] میں کوئی نئی خبر آپ نے پڑھی ہے؟

مولوی صاحب نے عرض کی کہ یورپ کی تار خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہ سخت سردی پڑ رہی ہے حتی کہ انجنوں میں بھی پانی جم جاتا ہے۔

آپ نے پوچھا کہ

کیا غیر معمولی سردی لکھا ہے یا کہ معمولی؟

مولوی صاحب نے عرض کی کہ غیر معمولی سردی کی تار خبریں درج ہیں۔ اتنے میں مولوی محمد احسن صاحب بھی آگئے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور کا الہام ہے۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

ثلج برف کے معنے ہیں اور یہ غیر معمولی سردی اس پیشگوئی کو پورا کر رہی ہے۔

اتنے میں حضرت حکیم الامت تشریف لے آئے۔ نماز کی جماعت کھڑی ہوگئی۔ آپ نماز باجماعت ادا فرما کر اندر تشریف لے گئے۔ [2]

---

[1] The Civil & Military Gazette

[2] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء (بوقت عصر)

خطوط کے جواب میں حضور کا طریق

حضرت اقدس نماز عصر میں تشریف لائے مفتی صاحب سے فرمایا کہ

بعض شکایتیں آتی ہیں کہ خطوں کا جواب نہیں ملتا۔ خطوں کے جواب لکھے جاویں۔

واضح ہو کہ حضرت اقدس امام علیہ السلام کے نام جو خطوط آتے ہیں وہ براہِ راست چٹھی رساں حضرت اقدس کو جا کر دیتا ہے اور سب خطوں کو حضرت اقدس خود ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اکثر جواب لکھنے کے لیے ہدایتیں کر کے منشی کو سپرد فرماتے ہیں۔ ناسازیٔ طبع نہ ہو اور فرصت ہو تو بہت کا جواب خود تحریر فرماتے ہیں۔[۱]

۹؍فروری ۱۹۰۷ء

خط سے سوال پیش ہوا کہ مکان میں میرا پانچ سو روپیہ کا حصہ ہے۔ اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔[۲]

(بوقتِ عصر)

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ

اس وقت جو بے وقت بارش متواتر برس رہی ہے۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ** اس سے طاعونی کیڑے ہی پرورش پا رہے ہیں۔[۳]

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰، ۱۱

۲؎ بدر سے۔ **مکان اور تجارتی مال پر زکوٰۃ** ”ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مکان خواہ کتنے ہزار روپے کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں۔ حضرت عمرؓ ۶ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

۳؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳

بلا تاریخ

سیدزادی سے نکاح

ایک شخص نے حضرت صاحب کی خدمت میں سوال پیش کیا کہ غیر سید کو سیدانی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے واسطے جو محرمات بیان کئے ہیں ان میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ مومن کے واسطے سید زادی حرام ہے۔ علاوہ ازیں نکاح کے واسطے طیبات کو تلاش کرنا چاہیے اس لحاظ سے سید زادی کا ہونا بشرطیکہ تقویٰ وطہارت کے لوازمات اس میں ہوں افضل ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ سید کا لفظ اولادِ حسین کے واسطے ہمارے ملک میں ہی خاص ہے۔ ورنہ عرب میں سب بزرگوں کو سید کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ سب سید ہی تھے اور حضرت علی کی ایک لڑکی حضرت عمر کے گھر میں تھی۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی حضرت عثمان سے بیاہی گئی تھی اور اس کی وفات کے بعد پھر دوسری لڑکی بھی حضرت عثمان سے بیاہی گئی تھی۔ بس اس عمل سے یہ مسئلہ بآسانی حل ہوسکتا ہے۔ جاہلوں کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ امتی سیدانی کے ساتھ نکاح نہ کرے حالانکہ امتی میں تو ہر ایک مومن شامل ہے۔ خواہ وہ سید ہو یا غیر سید۔

چہلم

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ یہ رسم سنّت سے باہر ہے۔

اخبار کی قیمت

اخبار کی قیمت اگر پیشگی وصول کی جاوے تو اخبار کے چلانے میں سہولت ہوتی ہے جو لوگ پیشگی قیمت نہیں دیتے اور بعد کے وعدے کرتے ہیں ان میں سے بعض تو صرف وعدوں پر ہی ٹال دیتے ہیں اور بعض کی قیمتوں کی وصولی کے لئے بار بار کی خط وکتابت میں اور ان سے قیمتیں لینے کے واسطے یادداشتوں کے رکھنے میں اس قدر دقّت ہوتی ہے کہ اس زائد محنت اور نقصان کو کسی حد تک کم کرنے کے واسطے اور نیز اس کا معاوضہ وصول کرنے کے واسطے اخبار بدر کی قیمت مابعد کے نرخ میں ایک روپیہ زائد کیا گیا ہے یعنی مابعد دینے والوں سے قیمت اخبار بجائے ۳ ر کے ۴ ر وصول کئے جائیں گے اس پر ایک دوست لائل پور نے دریافت کیا ہے کہ کیا یہ صورت سود کی تو نہیں ہے؟ چونکہ یہ مسئلہ شرعی تھا۔ اس واسطے مندرجہ بالا وجوہات کے ساتھ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا

اس کا جواب جو حضرت نے لکھا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

السلام علیکم۔ میرے نزدیک اس سے سود کو کچھ تعلق نہیں۔ مالک کا اختیار ہے جو چاہے قیمت طلب کرے خاص کر بعد کی وصولی میں ہرج بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اخبار لینا چاہتا ہے تو وہ پہلے بھی دے سکتا ہے یہ اَمر خود اس کے اختیار میں ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

جان کے خوف میں والدین کی فرمانبرداری

مدت سے ایک افغان ایک ایسے علاقہ کا رہنے والا جہاں اپنا عقیدہ و ایمان کے اظہار موجب قتل ہوسکتا ہے اس جگہ قادیان میں دینی تعلیم کے حصول کے واسطے آیا ہوا ہے۔ حال میں اس کے والدین نے اس کو اپنے وطن میں طلب کیا ہے۔ اب اس کو ایک مشکل پیش آئی کہ اگر وطن کو جائے تو خوف ہے کہ مبادا وہاں کے (لوگ) اس بات سے اطلاع پاکر کہ یہ شخص خونی مہدی اور جہاد کا منکر ہے۔ قتل کے درپے ہوں اور اگر نہ جاوے تو والدین کی نافرمانی ہوتی ہے۔ پس اس نے حضرت سے پوچھا کہ ایسی حالت میں کیا کروں حضرت نے جواب میں فرمایا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چونکہ در قرآن شریف درآن امور کہ مخالف شریعت نہ باشند۔ حکم اطاعت والدین است۔ لہٰذا بہتر است کہ این قدر اطاعت کنند کہ ہمراہ شان روند۔ وآن جا چو محسوس شود کہ اندیشہ قتل یا حبس است بلاتوقف باز بیائند۔ چرا کہ خود را در معرض ہلاک انداختن جائز نیست۔ ہم چنین مخالفت والدین ہم جائز نیست۔ پس درین صورت ہر دو حکم قرآن شریف بجا آوردہ مے شود۔ والسلام

مرزا غلام احمد [۱، ۲]

---

[۱] (ترجمہ از مرتّب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ قرآن شریف میں ان امور میں جو شریعت کے مخالف نہ ہوں والدین کی اطاعت کا حکم ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس قدر اطاعت کریں کہ ان کے ہم راہ ہوجائیں اور اس جگہ کہ محسوس ہوجائے کہ قتل یا قید کا اندیشہ ہے بلاتوقف باز اور جدا ہوجائیں کیونکہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں۔ اسی طرح والدین کی مخالفت بھی جائز نہیں پس اس صورت میں قرآن شریف کے ہر دو احکام بجالائے جاسکتے ہیں۔

[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

۱۰؍فروری ۱۹۰۷ء

مینیجر گوروکل گوجرانوالہ کا پھر ایک خط حضرت صاحب کے نام آیا جس کا جواب حضور نے مفتی صاحب کو لکھنے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ مفصلہ ذیل خط لکھا گیا۔

جناب مینیجر صاحب گوروکل گوجرانوالہ

تسلیم! آپ کا دوسرا خط حضرت کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ظاہر کیا ہے کہ آپ نصف گھنٹہ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے اور کہ ایک عالم کے واسطے بسبب اس کے علم کے اتنا وقت کافی ہے۔ بجواب گذارش ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اہم مذہبی امور پر گفتگو کرنے کے واسطے اتنا تھوڑا وقت کسی صورت میں کافی نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے ہم ایسی مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ کم از کم تین گھنٹہ کا وقت ہمارے مضمون کے واسطے رکھتے تو ممکن تھا کہ ہم خود جاتے یا اپنا کوئی فاضل دوست اپنا مضمون دے کر بھیج دیتے ہم کسی طرح سمجھ ہی نہیں سکتے کہ ایسے مضامین عالیہ میں صرف آدھ گھنٹہ کی تقریر کافی ہے ہم رسوم کے پابند نہیں۔ بلکہ ہم پابند احقاق حق ہیں۔ باقی آپ کا یہ فرمانا کہ بڑے عالم کے واسطے نصف گھنٹہ کافی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ یہ بات کیوں کر آپ درست قرار دیتے ہیں۔ جبکہ آپ کے وید مقدس کے لکھنے والوں نے اپنی باتوں کو ختم نہ کیا جب تک کہ وہ ایک گدھے کے بوجھ کے برابر نہ ہو گئے تو پھر آپ ہم سے یہ امید کیوں کر رکھتے ہیں۔ ایک نکتہ معرفت کا قبل از تکمیل گلا گھونٹنا درحقیقت سچائی کا خون کرنا ہے جس کو کوئی راستباز پسند نہیں کرے گا۔ اگر علم اور فضل کا معیار حد درجہ کے اختصار اور تھوڑے وقت میں ہوتا تو چاہیے تھا کہ وید صرف چند سطروں میں ختم ہو جاتا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس تھوڑے وقت نے مجھے اس اشتراک سے محروم رکھا۔ کیا خدا تعالیٰ کی ذات صفات کی نسبت کچھ بیان کرنا اور پھر روح اور مادہ میں جو کچھ فلاسفی مخفی ہے اس کو کھولنا آدھ گھنٹہ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ لفظ ہی سوءِ ادب میں داخل ہے جن لوگوں کو محض شراکت کا فخر حاصل کرنا مقصود ہے وہ جو چاہیں کریں مگر ایک محقق ناتمام تقریر پر خوش نہیں ہوسکتا

سچائی کو ناتمام چھوڑنا ایسا ہے جیسا کہ بچہ اپنے پورے دنوں سے پہلے پیٹ سے ساقط ہوجائے آئندہ آپ کا اختیار ہے۔

خادمِ مسیح موعود محمد صادق عفا اللہ عنہ

۱۷؍فروری ۱۹۰۷ء[۱]

۱۱؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

مفتی صاحب نے کسی شخص کا سوال خط سے پیش کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس کے ساتھ نکاح سے منع فرمایا کیا اس پر عمل کیا جاوے یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ لہٰذا اس پر عمل کیا جاوے۔

چند فقہی مسائل

(۱) پھر خط سے سوال پیش ہوا کہ کئی اشخاص نے ایک گائے قربانی کرنے کے لیے خریدی تھی جن میں سے ایک احمدی تھا۔ غیر احمدیوں نے اس کو اس وجہ سے اس گائے کا حصہ قیمت واپس دے دیا کہ اس کا حصہ قربانی میں رکھنے سے قربانی نہ ہوگی۔ اس لیے اس شخص نے لکھا کہ میں اپنی قربانی کا حصہ نقد قادیان میں بھیج سکتا ہوں یا نہیں؟[۲]

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

[۲] بدر سے۔ **قربانی** ”ایک شخص کی عرضی پیش ہوئی کہ میں نے تھوڑی سی رقم ایک قربانی میں حصہ کے طور پر ڈال دی تھی مگر ان لوگوں نے مجھے احمدی ہونے کے سبب اس حصہ سے خارج کر دیا ہے کیا میں وہ رقم قادیان کے مسکین فنڈ میں دے دوں تو میری قربانی ہوجائے گی۔

فرمایا۔ قربانی تو قربانی کرنے سے ہی ہوتی ہے۔ مسکین فنڈ میں روپے دینے سے نہیں ہوسکتی اگر وہ رقم کافی ہے تو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

اس کو لکھو کہ قربانی کا جانور اس قیمت سے لے کر وہاں ہی قربانی کر دے۔

عرض کی گئی کہ اس کا حصہ قیمت جو گائے کے خریدنے میں تھا وہ بہت تھوڑا ہے۔ اس سے دنبہ بکرا خرید نہیں سکے گا۔

حضرت نے فرمایا۔ اس کو لکھو کہ تم نے جبکہ اپنے اوپر قربانی ٹھہرائی ہے اور طاقت ہے تو اب تم پر اس کا دینا لازم ہے اور اگر طاقت نہیں تو پھر اس کا دینا لازم نہیں۔

(۲) [۱] خط سے سوال پیش ہوا کہ میں بوقت سحر بماہ رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھاتا پیتا رہا۔

(بقیہ حاشیہ) ایک بکرا قربانی کرو۔ اگر کم ہے اور زیادہ کی تم کو توفیق نہیں تو تم پر قربانی کا دینا فرض نہیں ہے۔

غیروں کے ساتھ مل کر قربانی ایک شخص نے سوال پیش کیا کہ کیا ہم غیر احمدیوں کے ساتھ مل کر یعنی تھوڑے تھوڑے روپے ڈال کر کوئی جانور مثلاً گائے ذبح کریں تو جائز ہے۔

فرمایا۔ ایسی کیا ضرورت پڑ گئی ہے کہ تم غیروں کے ساتھ شامل ہوتے ہو اگر تم پر قربانی فرض ہے تو بکرا ذبح کر سکتے ہو۔ اور اگر اتنی بھی توفیق نہیں تو پھر تم پر قربانی فرض ہی نہیں وہ غیر جو تم کو اپنے سے نکالتے ہیں اور کافر قرار دیتے ہیں وہ تو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے ساتھ شامل ہوں تو تمہیں کیا ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ شامل ہو خدا پر توکل کرو۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

[۱] بدر سے۔ **سفیدی میں نیت روزہ** ''ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے اور میں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی۔ اب میں کیا کروں۔

حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں صرف غلطی لگ گئی اور چند منٹوں کا فرق پڑ گیا۔''

(بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہوگئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر رکھنا لازم ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔

(۳) پھر سوال ہوا کہ کُتِبَ (عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ) سے فرضی روزے مراد ہیں یا اور روزے مراد ہیں؟

فرمایا۔ کُتِبَ سے فرضی روزے مراد ہیں۔ [۱]

قبر میں سوال و جواب

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ قبر میں سوال و جواب روح سے ہوتا ہے یا جسم میں وہ روح ڈالا جاتا ہے؟

فرمایا۔ اس پر ایمان لانا چاہیے کہ قبر میں انسان سے سوال و جواب ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل اور کیفیت کو خدا پر چھوڑنا چاہیے۔ یہ معاملہ انسان کا خدا کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے پھر قبر کا لفظ بھی وسیع ہے۔ جب انسان مَر جاتا ہے تو اس کی حالت بعد الموت میں جہاں خدا اس کو رکھتا ہے وہی قبر ہے خواہ دریا میں غرق ہو جائے خواہ جل جائے۔ خواہ زمین پر پڑا رہے۔ دنیا سے انتقال کے بعد انسان قبر میں ہے۔ اور اس سے مطالبات اور مواخذات جو ہوتے ہیں اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے انسان کو چاہیے کہ اس دن کے واسطے طیاری کرے نہ کہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے پیچھے پڑے۔ [۲]

۱۲؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

افغانستان میں مذہبی آزادی نہیں ہے

ایک مولوی صاحب حدودِ افغانستان سے حضرت کی ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ مصافحہ کے بعد حضرت نے ان کے کوائف سفر وصعوبت راہ کی حالت دریافت فرمائی بعد ازاں حکومت افغانستان

---

[۱] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳، ۱۴

[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

کی عدم حریت وآزادی کے متعلق ذکر ہوا۔[۱]

فرمایا کہ اخبارات میں جو آجکل لکھا جارہا ہے کہ حکومت افغانستان میں ہر مذہب کے لوگوں کو عام آزادی حاصل ہے سراسر دروغ بے فروغ ہے کیونکہ اگر افغانستان میں ہندوستان جیسی حریت اور آزادی ہر مذہب کے لوگوں کو حاصل ہوتی تو اخوندزادہ حضرت مولوی محمد عبداللطیفؓ کو اس سخت بے دردی سے اختلافِ مذہب کے سبب اس حکومت میں ہلاک نہ کیا جاتا۔[۲]

تازہ وحی

بعدازاں حضرت نے خدا تعالیٰ کی تازہ وحی کا ذکر فرمایا جو پہلے[۳] درج ہو چکی ہے اور اس میں سے مندرجہ ذیل فقرہ سنایا۔

آسمان ٹوٹ پڑا سارا معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔

تشریح میں فرمایا۔

اگرچہ کثرت بارش سے بھی آسمان کا ٹوٹ پڑنا مراد ہو سکتا ہے مگر ان الہامات کی تشریح میں ہم کسی پہلو پر زور نہیں دیتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جس رنگ وصورت میں چاہا، واقع ہوں گے۔ ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وحشت ناک اَمر واقع ہونے والا ہے جس سے لوگ متحیر وخوف زدہ ہو جاویں گے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے ان کی طرف سے حکایتاً بیان فرمایا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔

فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے۔ قریب آ گیا ہے۔

۱؎ بدر سے۔ ’’افغانستان کا ذکر تھا کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ جو کہ اس جگہ ہیں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں تو امید ہے کہ بہت فائدہ ہو۔

فرمایا۔ اگر ایک شخص بھی تمہارے ذریعہ سے دین کو اچھی طرح سمجھ لے تو یہ ایک بڑے ثواب کا کام ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ ؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

۲؎ بدر سے۔ ’’خیر ہم خدا تعالیٰ پر امید رکھتے ہیں کہ وہ ضرور کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دے گا جس سے ان ممالک میں پوری تبلیغ ہو گی۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ ؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

۳؎ الحکم میں ایک اور جگہ یوں درج ہے۔ ’’آسمان ٹوٹ پڑا سارا۔ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے‘‘

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ ؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

پھر حضرت اقدس نے فاضل امروہی سے استفسار فرمایا کہ

خطوط سے معلوم ہوتا ہوگا آپ کی طرف بارش زور سے برس رہی ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب نے عرض کی کہ اس طرف اتنی بارش نہیں ہے جس قدر اس طرف برس رہی ہے۔

پھر حضرت نے بیماری طاعون کا حال پوچھا۔

مولوی صاحب نے عرض کی کہ بیماری اس طرف بہت ہے۔

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری

ثناء اللہ لکھتا ہے کہ سعد اللہ کی وفات کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ پیشگوئی روزِ روشن کی طرح پوری ہوگئی ہے حقیقۃ الوحی میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق زبردست دلائل لکھے جاویں گے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی

فرمایا۔ ثناء اللہ بہ نسبت محمد حسین بٹالوی کے بدگوئی میں بڑھ گیا ہے۔ محمد حسین بٹالوی کا ذکر ہوا۔ فاضل امروہی نے عرض کی کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے ہی ان کو یعنی حضور کو عروج پر چڑھایا تھا اور میں ہی گرادوں گا مگر معاملہ برعکس ہوا۔ (محمد حسین کے اس چڑھاؤ واتار سے مراد پہلے براہین احمدیہ میں ریویو لکھنا اور پھر حضرت اقدس پر تکفیر کا فتویٰ تیار کرنا اور مولویوں کی مہریں لگانا ہے) اس جگہ تو یَوْمًا فَیَوْمًا ترقی ہو رہی ہے اور شرق وغرب کی مخلوق آ پہنچی ہے اور محمد حسین اکیلا وطرید رہ گیا ہے۔ اکثر احباب نے اس کو چھوڑ دیا ہے ایک زمانہ تھا کہ اشاعت السنّۃ سے اس کو تین سو روپیہ تک بچ جاتا تھا۔ اب کوئی اس سے پوچھے کہ کیا حال ہے؟

حضرت نے فرمایا۔ محمد حسین ہمیشہ ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ پندرہ روز تک بٹالہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا بلکہ ہمارے پاس آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے متعلق اس کے باپ نے ایک سخت ناگوار اشتہار دینا چاہا تھا اور محمد حسین نے مجھے کہا کہ میرے باپ کو اس اَمر سے منع کرو۔ چنانچہ ہم نے اس کو اس اَمر سے روکا تھا۔

میر ناصر نواب صاحب نے خواب بیان کی کہ تھوڑے روز ہوئے میں نے محمد حسین کو خواب میں دیکھا

کہ سامنے سے چلا آتا ہے اور میرے ساتھ مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔تو میں نے بھی اس کے ساتھ مصافحہ کیا اتنے میں مجھے آواز آئی۔ جو جھکے آپ سے اس سے جھک جایئے۔

(بوقتِ عصر)

احوالِ افغانستان

حضرت اقدس مسجد میں تشریف لائے تو نو وارد افغان مولوی صاحب سے بزبانِ فارسی استفسار فرمایا کہ آپ کے ملک میں سردی کا کیا حال ہے؟

اس نے عرض کی ہمارے ملک میں بہت سردی ہوتی ہے۔ بالخصوص تین ماہ میں سخت سردی پڑتی ہے۔فصل برف کے نیچے دب جاتے ہیں۔

حضرت نے پوچھا کہ افغانستان میں عربی کی کیا کیا کتابیں لوگ پڑھتے ہیں۔

افغان مولوی صاحب نے عرض کی کہ فقہ کا زیادہ رواج ہے۔قدوری، کنز،شرح وقایہ، ہدایہ پڑھ لیتے ہیں۔ زیادہ علوم سے اکثر علماء بے بہرہ ہوتے ہیں۔ حدیث کے علم کا رواج افغانستان میں نہیں ہے۔ سفرِ ریل میں ایک افغان مولوی مجھے ملا۔میرے پاس بخاری شریف تھی اس نے میرے پاس بخاری شریف دیکھ کر کہا۔تم وہابی ہو۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا خود مؤلف بخاری شریف کو ان لوگوں کے بھائی بندوں نے بخارا سے جلاوطن کر دیا تھا۔

بعد ازاں جماعت کھڑی ہوگئی۔ادائے نماز کے بعد حضرت اندر تشریف لے گئے۔[1]

۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

مسٹر ویب کا ذکر

مفتی صاحب نے مسٹر ویب باشندہ امریکہ کا خط حضرت اقدس کو سنایا۔

حضرت نے فرمایا۔ ویب اگر دلی کوشش کرتا تو ضرور اس کا اثر لوگوں میں

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴

ہوتا کیونکہ

ع سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

ویب اہل امریکہ کو کیا کوستا ہے اس کو اپنے دل کو کوسنا چاہیے۔ اس نے ہمارے سلسلہ کی طرف پوری توجہ نہیں کی بلکہ بدگوئی کے ساتھ ہندوستان سے واپس چلا گیا تھا۔ اس سے تو ہمارے نزدیک عبداللہ کوئلم بدر جہا بہتر ہے جس نے ایک جماعت مسلمانوں کی بنالی ہے۔

فاضل امروہی نے عرض کیا کہ ویب کے متعلق حضور نے ایک پیشگوئی کی تھی جبکہ وہ قادیان میں آنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ وہ یہاں نہیں آئے گا اور واپس چلا جائے گا اور جس بات کے لیے واپس گیا تھا وہ بھی اس کو نصیب نہ ہوئی۔ چنانچہ واپس جا کر نادم ہوا۔

(بوقت عصر)

اہل مغرب میں تبلیغ

قبل نماز عصر حضرت اقدس مسجد میں تشریف لائے۔ مولوی محمد علی صاحب[۱] کو فرمایا کہ

اہل یورپ کو کس طرح تبلیغ احمدیت کی جائے اگر اہل امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے

۱؎ بدر سے۔ ’’مولوی محمد علی صاحب کو بُلا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم چاہتے ہیں کہ یورپ امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے۔ آجکل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور نہ ان کے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ ان کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور ان سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزّت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ ان تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائے ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب تیار ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو۔‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴)

دلائل نہ پیش کئے جاویں وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔ ہماری صداقت کے دلائل وحقیتِ اسلام پر ایک مستقل کتاب انگریزی میں چھاپ کر ان کو پیش کی جاوے۔ جن باتوں کو ہمارے مخالف مسلمان ان کے آگے پیش کرتے ہیں ان میں بہت غلطیاں ہیں۔ مثلاً حیاتِ مسیح، مسئلہ ختم نبوت، مکالماتِ الٰہی کے متعلق اس زمانہ کے مسلمانوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل کی تنقیح اور ہمارے سلسلہ کے دلائل صداقت لکھے جاویں۔

ویب نے ایک چٹھی لکھی کہ جو معجزات اب پیش کئے جاتے ہیں ان پر اب ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان سب باتوں کے لیے ایک مستقل کتاب جامع ہو جس میں یہ سب مضمون لکھے جاویں۔[1]

۱۵؍فروری ۱۹۰۷ء

الہام کی کیفیت ایک الہام کا ذکر تھا۔
فرمایا۔ یاد نہیں لیکن لکھا ہوا ہے۔

پھر فرمایا۔ بعض دفعہ الہام الٰہی ایسی سرعت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ ایک پرندہ پاس سے نکل جاتا ہے اور اگر اسی وقت لکھ نہ لیا جاوے یا اچھی طرح سے یاد نہ کر لیا جاوے تو بھول جانے کا خوف ہوتا ہے۔

ایک الہام آج کی وحی الٰہی ’’اس ہفتہ میں کوئی باقی نہ رہے گا‘‘[2] کے متعلق فرمایا کہ ابھی ٹھیک طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس الہام میں ہفتہ سے کیا مراد ہے اور یہ کس کے متعلق ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے عرض کیا کہ بعض اس قسم کے الہامات کسی خاص مکان اور خاص زمانہ کے متعلق ہوتے ہیں۔

فرمایا۔ درست ہے۔ دانیال کی کتاب میں صدہا سال کو ہفتہ کہا گیا ہے اور دنیا کی عمر بھی ایک ہفتہ

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

[2] الحکم میں یہ الہام یوں درج ہے ’’ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا‘‘
(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

بتلائی گئی ہے۔اس جگہ ہفتہ سے مراد سات ہزار سال ہیں۔ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج:۴۸) تیرے ربّ کے نزدیک ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔

دنیا کی عمر اور اس کا انجام

فرمایا۔آخر ایک دن اس دنیا کا خاتمہ ہونے والا ہے اور سب فنا ہو جائیں گے اور اس فنا کا وقت دنیا کی عمر کے مطابق ساتویں ہزار سال کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ یہ گنتی ہم حضرت آدم سے کرتے ہیں مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے پہلے انسان نہ تھا یا دنیا نہ تھی بلکہ ایک خاص مورثِ اعلیٰ سے اس گنتی کو لیا جاتا ہے جس کا نام آدم تھا۔جیسا کہ اوّل میں وہ آدم تھا ایسا ہی آخر میں ایک آدم ہے۔حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس دنیا کی عمر کے روز میں گویا عصر کا وقت تھا۔جبکہ وہ عصر کا وقت تھا تو خود اندازہ ہوسکتا ہے کہ اب کتنا وقت باقی ہوگا۔انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ اب دنیا کی عمر تھوڑی باقی ہے۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ اس قسم کے الفاظ جیسا کہ قیامت فنا وغیرہ ہیں بعض جگہ کسی خاص قرن اور خاص قوم کے متعلق آتے ہیں۔

فرمایا۔ یہ درست ہے اور خدا تعالیٰ قدیم سے خالق چلا آتا ہے۔لیکن اس کی وحدت اس بات کو بھی چاہتی ہے کہ کسی وقت سب کو فنا کر دے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (الرحمٰن:۲۷) سب جو اس پر ہیں فنا ہو جانے والے ہیں۔خواہ کوئی وقت ہو۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ وقت کب آئے گا؟ مگر ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔ یہ اس کے آگے ایک کرشمۂ قدرت ہے۔وہ چاہے پھر خلق جدید کرسکتا ہے۔

تمام آسمانی کتابوں سے ظاہر ہے کہ ایسا وقت ضرور آنے والا ہے۔خدا کی قدرت کا خیال کیا جاوے تو یہ بات مستبعد اور قابلِ تجویز نہیں رہی۔[1] زلزلہ کا ایک دھکا لگتا ہے تو شہروں کے شہر

---

[1] نقل مطابق اصل۔(مرتّب)

ویران ہوجاتے ہیں۔ اس سے خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ جب امن کا زمانہ ہوتا ہے تو لوگوں کو منطق یاد آتی ہے اور باتیں بناتے ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ ایک ہاتھ دکھاتا ہے تو تمام فلسفہ بھول جاتا ہے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل ذکر کرتے ہیں کہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ میں ان کے کالج کا ایک ہندو لڑکا دہریہ بے ساختہ رام رام بول اٹھا۔ جب زلزلہ تھم گیا تو پھر کہنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ غرض ایسے لوگ درست نہیں ہوتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ عجوبہء قدرت نہ دکھائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جب تک کہ ایسا نہ ہو توحید قائم نہیں ہوتی۔

کیا ہر طاعونی موت شہادت ہے؟

ذکر آیا کہ بعض مخالف کہتے ہیں کہ طاعون کوئی عذابِ الٰہی نہیں بلکہ یہ تو ایک شہادت ہے۔

فرمایا۔ شہادت تو مومن کے واسطے ہوتی ہے جو پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس کو قربان کر چکا ہوتا ہے اس کی موت ہر حالت میں شہادت ہے۔ لیکن یہ ایک عام قانون بنانا کہ ہر ایک شخص جو طاعون سے مَرتا ہے وہ شہید ہے تو پھر کیا چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ، عیسائی، دہریہ، بُت پرست جو ہزارہا طاعون سے مَر رہے ہیں وہ سب درجہ شہادت کو حاصل کر رہے ہیں؟ سید عبدالحی عرب نے مولوی ثناء اللہ کو کہا تھا کہ امرتسر کا رسل بابا طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوا ہے تو ثناء اللہ نے کہا کہ وہ شہادت کی موت مَرا ہے تو عرب صاحب نے کہا پھر خوب ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو بھی اس قسم کی شہادت کی موت دے۔

غرض شہادت نفس طاعونی موت میں شامل نہیں ہے بلکہ شہادت کا درجہ تو ان مومنوں کے واسطے ہے جو اپنی زندگی میں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر چکے ہیں۔ طاعونی عذاب حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی ان کے مخالفوں پر پڑا تھا اور پھر حضرت عیسیٰ کے بعد بھی یہ عذاب ان کے مخالفوں پر وارد ہوا تھا اور اب بھی خدا تعالیٰ نے بطور نشان کے یہ عذاب نازل فرمایا ہے۔

آدم کا بہشت ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ بہشت میں جو لوگ داخل ہوں گے وہ لوگ نکالے نہیں جاویں گے تو پھر آدم اور حوا کیوں نکالے گئے تھے؟

حضرت نے فرمایا کہ

آدم جس بہشت میں سے نکالا گیا تھا وہ زمین پر ہی تھا بلکہ تورات میں ان کے حدود بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نصوص قرآنیہ سے یہی ثابت ہے کہ انسان کے رہنے اور مَرنے کے واسطے یہی زمین ہے جو شخص اس کے برخلاف کچھ مذہب رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بے ادبی کرتا ہے۔[1]

بلا تاریخ

قرض پر زکوٰۃ ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرضہ دیا ہوا ہے کیا اس پر اس کو زکوٰۃ دینی لازم ہے؟

فرمایا۔ نہیں۔

اعتکاف ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کرسکتا ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ سخت ضرورت کے سبب کرسکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لیے اور حوائجِ ضروری کے واسطے باہر جاسکتا ہے۔[2]

۱۶؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

مباحثات تحریری ہوں مونگھیر کی جماعت اور وہاں کے کسی مباحثہ کا ذکر ہوا۔ فرمایا۔ تحریری سوالات ہوں تو ہماری طرف سے بھی مخالفین کے لیے

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، ۵

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

تحریری جواب دیا جاوے اور زبانی مباحثات مظنّۂ فساد ہوتے ہیں۔

قصیدہ اعجازیہ قاضی ظفرالدین متوفّی کے قصیدہ کا ذکر ہوا جو اس نے حضرت کے قصیدہ کے مقابلہ میں بنایا تھا اور اس کو خدا نے اتنی فرصت نہیں دی کہ اس کو شائع کر سکے۔ اب اس کو ثناء اللہ چھاپتا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ قصیدہ بنانے والا تو اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا اور جہان سے رخصت ہو گیا اور وہ اس کو اپنی زندگی میں بھی شائع نہ کر سکا۔ ثناء اللہ کو تو اتنی بھی لیاقت نہیں کہ اس کی تصحیح کر سکے۔[1]

۱۷؍فروری ۱۹۰۷ء

خدا تعالیٰ کا غضب اور آفاتِ سماوی حضرت حکیم الامت نے کسی شخص کا مقولہ بیان فرمایا کہ وہ کہتا ہے کہ زلزلے بیماریاں آیا ہی کرتی ہیں۔ ان کو خدا کے غضب سے کیا تعلق ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کے منکر ہیں۔ دہریے ہیں۔ کیا موسیٰ، نوح علیہما السلام کے وقت میں یونہی بیماریاں آتی تھیں یا کہ خدا تعالیٰ نے ان کا کوئی سبب بیان فرمایا ہے؟

فرمایا۔ اس دفعہ طاعون خطرناک شکل پکڑتی جاتی ہے۔ ہمیں تو اس سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور دنیا کی ناپائیداری اہلِ دنیا پر ثابت ہو رہی ہے۔ خدا را بخدا تواند شناخت۔

سوفسطائی جو حقیقت اشیاء کے منکر ہیں ان کا جواب یہی لکھا ہے کہ ان کو جب آگ میں ڈالا

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲

جا تا ہے تو تب حقیقت اشیاء کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کا ثبوت دنیا پر واضح فرما رہا ہے۔

سعد اللہ لدھیانوی

سعد اللہ لدھیانوی کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ میں نے اپنے قصیدہ انجام آتھم میں اس کے متعلق لکھا تھا۔

آذَیْتَنِیْ خُبْثًا فَلَسْتُ بِصَادِقٍ
اِنْ لَّمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابْنَ بَغَاءِ

یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذا دی ہے۔ پس اگر تو اب رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا۔ اے سرکش انسان!

فرمایا۔ اسی طرح سعد اللہ نے بھی میرے حق میں لکھا ہے کہ تیرا اخذ یمین اور قطع وتین اور تیرا سلسلہ تباہ ہوگا۔ اب یہ اس نے مباہلہ کر لیا تھا۔ دیکھو اب کون تباہ و ہلاک ہو۔ یہ بھی مباہلہ کا نتیجہ تھا کہ وہ لکھتا ہے کہ یہ کذاب ہے۔ اب دیکھو کہ کذاب کا یہی حال ہوا کرتا ہے کہ اس کے مقابل پر مومن اور سچے ہلاک ہوتے جاویں؟ ہر اَمر میں کاذب غالب ہو اور اس کو خدا کی نصرت ملتی جاوے اور خدا تعالیٰ سچوں پر تباہی اور ہلاکت وارد کرتا جاوے؟

ہماری صداقت کا آفتاب چڑھ آیا ہے۔ کیا خدا دجالوں اور کاذبوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا آیا ہے کہ کاذبوں کو مہلت دیتا جاوے اور ان کے مقابل سچوں کو ہلاک کرتا جاوے؟ کیا اس بات کا ثبوت کسی سابق زمانہ میں کوئی کبھی گذرا ہے کہ خدا نے ایسا کیا ہو؟ دراصل اب دنیا میں دہریت پھیل گئی ہے۔ اب تو ہماری صداقت کا آفتاب چڑھ آیا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔[1]

(بوقتِ ظہر)

خدا تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کوئی سبب مؤثر نہیں

آج کل جو خطرناک امراض ترقی پذیر ہو رہے ہیں ان کے متعلق ذکر ہونے

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲

پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تقریر فرما رہے تھے۔ جب خاکسار[۱] حاضر ہوا تو کلمات ذیل برزبان دُرّ افشاں جاری تھے۔

توحید اسلام ہی کی توحید ہے۔ اسلام سکھلاتا ہے کہ جو زہریلے ذرّات انسان کے اندر جا کر خطرناک امراض کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ سب خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چلتے اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ بغیر اذنِ الٰہی کوئی ذرّہ اثر نہیں کرسکتا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کے آگے تضرّع وزاری کرنی چاہیے کہ وہ زہریلے ذرّات ومواد کے اثر سے محفوظ رکھے۔ اگر زہریلے ذرّات ومواد انسان کے اندر خود بخود اثر پذیر ہوتے تو پھر ان ذرّات کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑتے کہ اثر نہ کریں مگر ایسا اَمر نہیں ہے بلکہ کوئی چیز و ذرّہ خدا تعالیٰ کے حکم واذن کے سوا اثر نہیں کرسکتا۔[۲]

۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

ایک الہام کی تشریح

ذکر ہوا کہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون روز بروز ترقی پکڑتی جاتی ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔

شاید وہ جو ہمارا الہام ہے ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ[۳] رہے گا۔ یہ خاص اشخاص کے متعلق ہو اور اس کا ظہور اس شکل میں ہو۔

کل دہلی سے خط آیا کہ مولوی عبدالمجید دہلوی جو ہمارا سخت معاند تھا یکا یک مَر گیا۔ ایسا ہی ایک اور بڑے معاند کی مَرگِ مفاجات کا ذکر تھا۔

نواب بہاولپور کا حسن خاتمہ

نواب بہاولپوری کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔

میرے نزدیک اس کا خاتمہ اچھا ہوا۔ اس خاندان کا پیر

۱؎ یعنی ایڈیٹر صاحب الحکم (مرتّب)

۲؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

۳؎ بدر میں ''نہ'' کی بجائے ''نہیں'' کا لفظ ہے۔ (مرتّب) (بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

(غلام فرید صاحب مرحوم ساکن چاچڑاں) ہمارا معتقد تھا۔ نواب بہاولپور شاید اس نوجوانی کی عمر میں واپس آتا تو غلطیوں میں مرتکب ہو جاتا۔ اس کا حسن خاتمہ بطور یادگار رہے گا۔

(بوقتِ عصر)

آداب تلاوت

ایک صاحب نے سوال کیا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جاوے؟ حضرت اقدس نے فرمایا۔ قرآن شریف تدبر و تفکر اور غور سے پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَّلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گذر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہیے اور اس پر عمل کیا جاوے۔[1]

امیر حبیب اللہ خان والیٔ افغانستان

یہ ڈائری اس وقت کی ہے جبکہ حضرت اقدس اندر کے مکان میں ہوتے ہیں اور اس کو صاحبزادہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب نے لکھ کر اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان کے جلد ۲ نمبر ا میں درج کیا ہے۔ اور وہاں سے ہم نقل کرتے ہیں۔

امیر حبیب اللہ خاں والیٔ افغانستان کی آمد پر فرمایا کہ

لوگ اس کے لیے بڑے بڑے جلسے کرتے ہیں اور اس کے آنے پر خوش ہیں۔ مگر ہم اس کا آنا نہ آنا برابر سمجھتے ہیں ہم اس آدمی کی پرواہی کیا کرتے ہیں جو خدا کے احکام پر عمل نہ کرے۔ ہمارا بادشاہ خدا ہے اور امیر حبیب اللہ اس کا مجرم ہے کیونکہ اس نے بلا کسی حق کے صاحبزادہ عبداللطیف کو صرف اس لیے کہ وہ گورنمنٹ انگریزی سے جہاد کو ناجائز قرار دیتے تھے قتل کیا اور پھر نہایت بے دردی کے ساتھ۔ ایسے شخص کے لیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۸ مورخہ ۱۰ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵

جَهَنَّمُ (النّسآء: ۹۴) یعنی جو شخص کہ ایک مومن کو بلا کسی کافی عذر کے قتل کردے پس اس کی سزا جہنم ہے۔ پس ہم تو الٰہی فیصلہ کے منتظر ہیں اور یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص پر میرا غضب نازل ہوگا۔ پس خدا کے غضب سے اور کون سی چیز ہے جو خطرناک ہے!

مسواک کو پسند فرمانا

حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنّت تھی۔ پس سب کو چاہیے کہ اس طرف بھی توجہ رکھا کریں۔

آزمائش کے بغیر ایمان کوئی حقیقت نہیں رکھتا

فرمایا کہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور مسلمان ہیں لیکن وہ اصل میں نہیں ہوتے۔ زبانی اقرار تو ایک آسان بات ہے لیکن کر کے دکھانا اور بات ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ (العنکبوت: ۳) یعنی کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ مومن اور پکے ایماندار ہیں اور ابھی وہ آزمائے نہیں گئے۔ پس جب تک کہ آزمائش نہ ہو ایمان کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ بہت لوگ ہیں جو آزمائش کے وقت پھسل جاتے ہیں اور تکلیف کے وقت ان کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

ایک یہودی کا قصہ ہے جو کہ ایک بڑا طبیب گذرا ہے اور جس کا نام ابوالخیر تھا کہ ایک دفعہ وہ ایک کوچہ میں سے گذر رہا تھا جبکہ اس نے ایک شخص کو یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ اَحَسِبَ النَّاسُ الآیۃ۔ اگرچہ وہ یہودی تھا۔ اس نے آیت کو سن کر اپنے ہاتھوں سے ایک دیوار پر ٹیک لگالی اور سر جھکا کر رونے لگا۔ جب رو چکا تو اپنے گھر آیا اور جب وہ سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے آکر فرمایا کہ اے ابوالخیر! تعجب ہے کہ تیرے جیسا فضل وکمال والا انسان مسلمان نہ ہو۔ صبح جب اٹھا تو اس نے تمام شہر میں اعلان کر دیا کہ میں آج مذہب اسلام قبول کرتا ہوں۔

فرمایا کہ

یہود کا قبول اسلام

یہودی اگرچہ آجکل بہت تھوڑے ہیں لیکن وہ اصل میں بہت سے مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ اوپر ایک قصہ بیان بھی کیا ہے۔ کچھ تو

آنحضرت کے زمانہ میں اور کچھ دیگر سلاطین کے زمانہ میں۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک یہودی کو بہت نصیحت کی کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس یہودی نے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ اسلام کوئی آسان مذہب نہیں۔ صرف منہ سے کہہ دینا کوئی بڑی بات نہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ میں نے ایک اپنے بیٹے کا نام خالد رکھا تھا یعنی ہمیشہ رہنے والا اور دوسرے دن کو اس کو گاڑ بھی آیا تھا۔ پس صرف نام رکھانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ مگر انسان کا نام رکھا ہوا اگر خطا جاتا ہے تو خدا کا نہیں۔ خدا جس کا نام رکھتا ہے وہی ٹھیک ہوتا ہے۔

خواب اور تعبیر

ایک دفعہ ہمارے والد صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے تاج اترا اور انہوں نے فرمایا یہ تاج غلام قادر کے سر پر رکھ دو (آپ کے بڑے بھائی) مگر اس کی تعبیر اصل میں ہمارے حق میں تھی جیسا کہ اکثر دفعہ ہو جاتا ہے کہ ایک عزیز کے لیے خواب دیکھو اور وہ دوسرے کے لیے پوری ہو جاتی ہے۔ اور دیکھو کہ غلام قادر تو وہی ہوتا ہے جو قادر کا غلام اپنے آپ کو ثابت بھی کر دے اور انہیں دنوں میں مجھ کو بھی ایسی ہی خوابیں آتی تھیں۔ پس میں دل میں سمجھتا تھا کہ یہ تعبیر الٹی کرتے ہیں۔ اصل میں اس سے مَیں مراد ہوں۔ سید عبد القادر جیلانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایک زمانہ انسان پر ایسا آتا ہے کہ اس کا نام عبد القادر رکھا جاتا ہے جیسا کہ میرا نام بھی خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے عبد القادر رکھا ہے۔

حقہ نوشی

فرمایا کہ انسان عادت کو چھوڑ سکتا ہے بشرطیکہ اس میں ایمان ہو اور بہت سے ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں جو اپنی پرانی عادات کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ جو ہمیشہ سے شراب پیتے چلے آئے ہیں بڑھاپے میں آ کر جبکہ عادت کا چھوڑنا خود بیمار پڑنا ہوتا ہے بلا کسی خیال کے چھوڑ بیٹھتے ہیں اور تھوڑی سی بیماری کے بعد اچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ میں حقہ کو منع کہتا اور نہ جائز قرار دیتا ہوں مگر ان صورتوں میں کہ انسان کو کوئی مجبوری ہو۔ یہ ایک لغو چیز ہے اور اس سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۹ مورخہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

(بوقتِ عصر)

جاپان کی نسبت کسی نے کچھ استفسار کیا۔

فرمایا۔ آج کل ان لوگوں کی توجہ دنیا کی طرف ہے پس مذہب کی طرف کب توجہ کرتے ہیں۔ ہاں اسباب ایسے جمع ہو رہے ہیں جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم از کم اپنے مذہب سے بیزار ہیں اور ان کا مذہب ہے ہی کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ بہر حال یہ امید غالباً صحیح نہ نکلے گی کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ کیونکہ ایسا مذہب تو ان کا اپنا بھی ہے۔ ترقی وتمدن کے تمام لوازمات انہیں اگر کسی مذہب پر برانگیخت کر سکتے ہیں تو وہ ''اسلام'' ہے کیونکہ یہی ایک مذہب ہے جس میں تمام خوبیاں ہیں اور کسی انسان کے بیٹے کو خدا نہیں بنایا جاتا۔

۲۔ مومن کے مقابلہ میں کذاب کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا سچے میں سچ کی ایک ایسی طاقت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے بہادر اس کے مقابلہ سے جھجکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حق میں ایک قوت غلبہ رکھی ہے۔

یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کیا خدا مکّاروں مفتریوں کی ایسی نصرت وتائید کیا کرتا ہے جو میری کی؟ خدا نے میرے مخالفوں کو ہر بات میں جھوٹا کیا مگر افسوس انہوں نے بہت کم فائدہ اٹھایا۔ حقیقت الوحی ایک ایسا مجموعہ نشانات طیار ہوگا کہ دشمن کو مجال گریز نہ رہے گی آخر کس کس بات کو جھٹلائیں گے۔ کچھ تو ماننا پڑے گا۔[1]

۲۳؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقتِ عصر)

فرمایا۔ دنیا داروں میں کچھ نہ کچھ پرخاش رہتی ہے اس کی وجہ وہی گند ہے جو دونوں دلوں میں پنہاں ہوتا ہے خواہ کتنا چھپائیں مگر آخر کسی نہ کسی وقت وہ مادہ پھوٹ نکلتا ہے۔

قصاب خواہ دو سگے بھائی ہوں تو بھی ایک دوسرے سے سلوک نہیں رکھ سکتے۔ ایک کی دکان

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۱؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

سے گوشت لیں تو دوسرا کہے گا لے لو مگر بھیڑ کا ہے یہ کہے گا اس کا بکرے کا ہے مگر مریض۔

انبیاء کی بھی دنیا کے فرزندوں کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے مگر وہ کوئی ذاتی عداوت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے وہ اپنی طرف سے کسی کے ساتھ نہیں جھگڑتے۔

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۳ برس تک جور و ستم سہنے پڑے۔ اور پھر مدافعت کا حکم دیا گیا۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج:۴۰) سے ظاہر ہے کہ پہلے جواب تک دینے کا بھی حکم نہیں تھا۔

اسی لئے دو اصل فرمائے ایک تو اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (الاعراف:۲۰۰) جن لوگوں میں جہالت کا مادہ ہو جو تکبر سے بھرے ہوئے جھگڑالو ہوں ان سے اعراض کرنا چاہیے۔ ان کی باتوں کا جواب ہی نہ دیا جاوے۔

دوم۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حٰمٓ السجدة:۳۵) یعنی بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوست بن جاتا ہے اور دوست بھی ایسا کہ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حٰمٓ السجدة:۳۵)۔[۱]

۲۵ر فروری ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

نشانات کا ظہور

فرمایا۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اتمامِ حجت کر دی ہے۔ نشان پر نشان ظاہر ہو رہا ہے وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جیسے تسبیح کے دانے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اسی طرح متواتر نشان ظاہر ہوں گے۔ اسی وقت کے لیے تھا چنانچہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک نشان پورا ہو رہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی دوسرا پورا ہو جاتا ہے۔

طاعون کے متعلق ایک شخص نے ذکر کیا کہ لدھیانہ میں پانچ جنازے ایک گھر کے ایک ہی وقت میں نکلے۔ دوسرے نے یہاں سے بارہ چودہ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا ذکر کیا کہ وہاں نو آدمی ایک کنبے کے اکٹھے رات کو چنگے بھلے سوئے اور صبح سات مُردہ پائے گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ایک لڑکا مر گیا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کے قہری نشان ہیں۔ افسوس! کہ لوگ اس پر بھی نہیں سمجھتے۔

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

الہام اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب تک خلقت رجوع الی الحق نہ کرے گی یہ بیماری نہ جائے گی۔ دیکھو! اس سال سب کی رائے یہ بندھی تھی کہ طاعون سے یہ ملک بہت کچھ پاک ہوگیا ہے اور اب عنقریب بالکل صاف ہوجائے گا مگر اس سال پچھلے سالوں سے بڑھ کر حملہ ہوا ہے۔ ایسا حملہ کہ کئی گھرانے تباہ ہوگئے ہیں۔ بعض گاؤں کے گاؤں خالی ہوگئے۔ وہ جو قرآن مجید میں ہے وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (بنی اسرآءیل:۵۹) سب کچھ پورا ہورہا ہے۔ قادیان کے متعلق مجھے الہام ہوا تھا لَوْ لَا الْاِكْرَامُ لَهَلَكَ الْمُقَامُ یعنی یہ گاؤں بھی ہلاکت کا مستوجب تھا مگر اکرام کے سبب محفوظ رکھ لیا گیا جس کے متعلق اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ ہے۔ اٰوٰی کے معنے تمام لغت کی کتابوں میں یہی لکھے ہیں کہ کسی مصیبت کے بعد پناہ دینا۔ قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (الضّحٰی:۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قادیان میں کچھ عذاب طاعون آنا تھا اور پھر اس کے بعد حفاظت ہوگی۔

شرع میں حیلہ

عاجز اکمل نے آیت خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ (صٓ:۴۵) کی نسبت پوچھا کہ اگر اس کے وہ معنی کئے جاویں جو عام مفسروں نے کئے ہیں تو شرع میں حیلوں کا باب کھل جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔

چونکہ حضرت ایوبؑ کی بیوی بڑی نیک، خدمت گذار تھی اور آپ بھی متقی صابر تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخفیف کردی اور ایسی تدبیر سمجھا دی جس سے قسم بھی پوری ہوجائے اور ضرر بھی نہ پہنچے۔ اگر کوئی حیلہ اللہ تعالیٰ سمجھائے تو وہ شرع میں جائز ہے کیونکہ وہ بھی اسی راہ سے آیا جس سے شرع آئی۔ اس لیے کوئی ہرج کی بات نہیں۔[۱]

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۹ مورخہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

۲۶؍فروری ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

حضرت اقدسؑ نے جو رسالہ ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ لکھا ہے وہ چھپ کر شائع ہوگیا ہے۔ بعض مخالفین کو بھی ارسال کرنے کے لیے فرمایا۔

فرمایا۔ قلوب کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کو نثر اور بعض کو نظم سے اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص کو صرف ہماری براہین احمدیہ کی نظم سے اثر ہوا۔ اور وہ ہمارے پاس پہنچا۔

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

سال گذشتہ کا الہام ہے۔ اس کے متعلق ذکر ہوا کہ ہر طرف سے خبریں آرہی ہیں کہ اس سال غیر معمولی سردی پڑی ہے اور یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

(بوقتِ عصر)

آریوں کے گندے اعتقادات کا ذکر ہوا۔

فرمایا۔ آریوں کا اعتقاد ہے کہ خدا نے تو کچھ پیدا ہی نہیں کیا اور اولاد حرام طور پر حاصل کرنے کے شائق ہیں۔[1]

یکم مارچ ۱۹۰۷ء

طاعون زدہ گاؤں سے باہر کھلی جگہ ڈیرہ لگانا چاہیے

ایک دوست نے ذکر کیا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے۔

فرمایا کہ گاؤں سے فوراً باہر نکل جاؤ اور کھلی ہوا میں اپنا ڈیرہ لگاؤ۔ مت خیال کرو کہ طاعون زدہ جگہ سے باہر نکلنا انگریزوں کا خیال ہے اور اس واسطے اس کی طرف توجہ کرنا فرض نہیں۔ یہ بات نہیں طاعون والی جگہ سے باہر نکلنا یہ فیصلہ شرعی ہے۔ گندی ہوا سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ جان بوجھ کر ہلاکت

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

میں مت پڑو اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشواؤ کہ وہ قادر خدا ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے باوجود ان احتیاطوں کے اگر تقدیر الٰہی آجاوے تو صبر کرو۔[1]

۳؍ مارچ ۱۹۰۷ء (قبل نماز ظہر)

دین کو مقدم رکھیں

سید حبیب اللہ صاحب آئی، سی، ایس مجسٹریٹ[2] آگرہ[3] بمع ایک عزیز رفیق کے قبل نماز ظہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے ان کو مخاطب کر کے حضرت نے فرمایا کہ

اتنی تکلیف اٹھا کر اس جگہ کوئی شخص بغیر قوت ایمانی کے نہیں آسکتا۔ دنیا داری کے خیال سے تو یہاں آنا گویا اپنے وقت کو ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

فرمایا۔ دین اور دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے سوائے اس حالت کے جب خدا چاہے تو کسی شخص کی فطرت کو ایسا سعید بنائے کہ وہ دنیا کے کاروبار میں پڑ کر بھی اپنے دین کو مقدم رکھے۔ اور ایسے شخص بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص ہزار ہا روپیہ کے لین دین کرنے میں مصروف تھا ایک ولی اللہ نے اس کو دیکھا اور کشفی نگاہ اس پر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا دل باوجود اس قدر لین دین روپیہ کے خدا تعالیٰ سے ایک دم غافل نہ تھا۔ ایسے ہی آدمیوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ (النّور: ۳۸) کوئی تجارت اور خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی اور انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے اور پھر خدا کو بھی نہ بھولے۔ وہ ٹٹو کس کام کا ہے جو بروقت بوجھ لادنے کے بیٹھ جاتا ہے اور جب خالی ہو تو خوب چلتا ہے۔ وہ قابل تعریف نہیں۔ وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۶؍ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

[2] الحکم سے۔ ''جو گورنمنٹ انڈیا کی طرف سے امیر کابل کے ہمراہ تھے۔'' (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

[3] الحکم نے مجسٹریٹ الٰہ آباد لکھا ہے۔ (مرتّب)

ہے وہ ایک کمزوری دکھلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہتے کہ عورتوں کو اور بال بچوں کو ترک کردو اور دنیوی کاروبار کو چھوڑ دو۔ نہیں بلکہ ملازم کو چاہیے کہ اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرے اور تاجر اپنی تجارت کے کاروبار کو پورا کرے لیکن دین کو مقدم رکھے۔ [1]

اس کی مثال خود دنیا میں موجود ہے کہ تاجر اور ملازم لوگ باوجود اس کے کہ وہ اپنی تجارت اور ملازمت کو بہت عمدگی سے پورا کرتے ہیں۔ پھر بھی بیوی بچے رکھتے ہیں اور ان کے حقوق برابر ادا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک انسان ان تمام مشاغل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرسکتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر بڑی عمدگی سے اپنی زندگی گذار سکتا ہے۔ خدا کے ساتھ تو انسان کا فطرتی تعلق ہے کیونکہ اس کی فطرت خدا تعالیٰ کے حضور میں اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (الاعراف: ۱۷۳) کے جواب میں قَالُوۡا بَلٰی کا اقرار کرچکی ہوئی ہے۔

یادرکھو کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ جنگل میں چلا جائے اور اس طرح دنیوی کدورتوں سے بچ کر خدا کی عبادت اختیار کرے وہ دنیا سے گھبرا کر بھاگتا ہے اور نامردی اختیار کرتا ہے۔ دیکھو! ریل کا انجن بے جان ہو کر ہزاروں کو اپنے ساتھ کھینچتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچا تا ہے۔ پھر افسوس ہے اس جاندار پر جو اپنے ساتھ کسی کو بھی کھینچ نہیں سکتا۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی طاقتیں بخشی ہیں۔ اس کے اندر طاقتوں کا ایک خزانہ خدا تعالیٰ نے رکھ دیا ہے لیکن وہ کسل کے ساتھ اپنی طاقت کو ضائع کردیتا ہے اور عورت سے بھی گیا گذرا ہوجاتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جن قویٰ کا استعمال نہ کیا جائے وہ رفتہ رفتہ ضائع ہوجاتے ہیں۔ اگر چالیس دن تک کوئی شخص تاریکی میں رہے تو اس کی آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے انہوں نے فصد کرایا تھا۔ جراح نے کہہ دیا کہ ہاتھ کو حرکت نہ

---

[1] الحکم میں ہے۔ ’’تجارت کرو۔ نوکری کرو۔ دنیا کے کام کرو۔ مگر خدا تعالیٰ کو نہ بھولو۔ جو لوگ بیوی بچوں اور روزگار دنیا کے تعلقات میں ہو کر خدا سے غافل ہوجاتے ہیں وہ نامرد ہوتے ہیں۔‘‘

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

دیں۔ انہوں نے بہت احتیاط کے سبب بالکل ہاتھ کو نہ ہلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۴۰ دن کے بعد وہ ہاتھ بالکل خشک ہوگیا۔ انسان کے قویٰ خواہ روحانی ہوں اور خواہ جسمانی جب تک کہ ان سے کام نہ لیا جائے وہ ترقی نہیں پکڑ سکتے۔[۱] بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جو شخص اپنے قویٰ سے خوب کام لیتا ہے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ بے کار ہو کر انسان مُردہ ہو جاتا ہے بیکار رہا تو آفت آئی۔[۲]

مہمان کا حق

سید حبیب اللہ صاحب کو مخاطب کر کے حضرت نے فرمایا کہ

آج میری طبیعت علیل تھی اور میں باہر آنے کے قابل نہ تھا مگر آپ کی اطلاع ہونے پر میں نے سوچا کہ مہمان کا حق ہوتا ہے جو تکلیف اٹھا کر آیا ہے اس واسطے میں اس حق کو ادا کرنے کے لیے باہر آگیا ہوں۔

علماء زمانہ کا رویہ

فرمایا۔ خدا کی قدرت ہے کہ ہمارے سلسلہ کے متعلق علماء زمانہ نے بے دیکھے سمجھے فتویٰ دے دیا اور ہم کو نصاریٰ سے بھی بدتر لکھا۔ ان کو چاہیے تھا کہ پہلے ہمارے حالات کی تحقیقات کرتے۔ ہماری کتابیں اچھی طرح سے پڑھ لیتے پھر جو انصاف ہوتا وہ کرتے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ اب تک اسلام کی حالت سے غافل ہیں گویا ان کو معلوم ہی نہیں کہ اسلام کس شکنجہ میں پڑا ہے۔ اسلام کی اندرونی حالت بھی اس وقت خراب ہے اور بیرونی حالت بھی خراب ہو رہی ہے۔

وفات وحیاتِ مسیح

سارا زور ان لوگوں کا اس بات پر ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ نہیں سوچتے کہ یہ بات تو قرآن شریف میں لکھی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شہادت دی ہے کہ میں ان کو مُردوں میں

---

[۱] الحکم سے۔ ’’انسان کو خدا نے دل تدبّر و تفکّر کے لیے دیا ہے۔ لوگ تدبّر و تفکّر سے کام نہیں لیتے۔ اس سے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

دیکھ آیا ہوں۔قرآن شریف میں پہلے توفّی کا لفظ ہے اور رفع اس کے بعد[1] ہے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ حضرت عیسٰیؑ کے زندہ ماننے میں اسلام کو کیا فائدہ حاصل ہے؟ سوائے اس کے کہ عیسائیوں کے جھوٹے خدا کو ایک خصوصیت حاصل ہوجاتی ہے اور عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا بنا لیتے ہیں۔ اور جاہل مسلمانوں کو دھوکا دے کر عیسائی بنا لیتے ہیں۔ یسوع کو زندہ ماننے کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک لاکھ مسلمان مرتد ہوکر عیسائی ہوگیا ہے۔ یہ نسخہ تو آزمایا جا چکا ہے۔ اب چاہیے کہ دوسرا نسخہ بھی چند روز آزمالیں جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے تھے۔ قاعدہ ہے کہ جب ایک دوائی سے فائدہ حاصل نہ ہو تو انسان دوسری کو استعمال کرلے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ عیسائیت کو مٹانے کے واسطے اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں کہ جس وجود کو وہ خدا بناتے ہیں اسے مُردوں میں داخل ثابت کیا جائے۔ پہلے پادری لوگ قادیان میں بہت آیا کرتے تھے اور خیموں میں ڈیرے لگاتے تھے اور وعظ کیا کرتے تھے مگر جب سے ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے قادیان آنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ایسا ہی لاہور میں لارڈ بشپ نے ایک بڑے مجمع میں مسیح کی زندگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک بڑا لیکچر دے کر حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرتؐ پر ثابت کرنی چاہی تھی۔ تب کوئی مسلمان بھی اس کا جواب نہ دے سکا۔ لیکن ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب نے اٹھ کر جواب دیا اور کہا کہ قرآن شریف اور انجیل ہر دو سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰیؑ فوت ہو چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ آپ سے فیض حاصل کر کے معجزات دکھانے والے اب تک موجود ہیں۔ اس سے بشپ لاچار ہوگیا۔[2] اور اس نے ہماری جماعت کے ساتھ گفتگو کرنے سے بالکل گریز کیا۔

۱؎ الحکم سے۔ ’’رفع کے لفظ کو لیے پھرتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں مسیح علیہ السلام کے فوت ہونے کا بار بار ذکر ہو چکا ہے۔‘‘ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

۲؎ الحکم سے۔ ’’آخر اس نے جواب دیا کہ تم میرزائی معلوم ہوتے ہو۔ ہمارے مخالف مسلمانوں نے اس وقت کہا کہ یہ لوگ کافر تو ہیں مگر ہمارے کام آئے۔ ہم کو مدد دی اور ہماری عزّت رکھ لی تھی۔‘‘

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ یہ مولوی لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو ترقی اسلام کی راہ روکتے ہیں۔عیسائیوں کا تو سارا منصوبہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ان کا خدا ہی مَر گیا تو پھر باقی کیا رہا؟

اسلام کے لیے موسم بہار کی آمد

اسلام نے بڑے بڑے مصائب کے دن گذارے ہیں۔اب اس کا خزاں گذر چکا ہے اور اب اس کے واسطے موسم بہار ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (الم نشرح:۷) تنگی کے بعد فراخی آیا کرتی۔تنگی کے بعد فراخی آیا کرتی ہے مگر ملاں لوگ نہیں چاہتے کہ اسلام اب بھی سرسبزی اختیار کرے۔اسلام کی حالت اس وقت اندرونی بیرونی سب خراب ہوچکی ہوئی ہے۔ظاہری سلطنت اسلامی جو کچھ ہے وہ بھی نہایت ضعف کی حالت میں ہے اور اندرونی حالت یہ ہے کہ ہزاروں گرجاؤں میں جا بیٹھے ہیں اور بہت سے دہریہ ہوگئے ہیں۔ جب یہ حالت اسلام کی ہوچکی تو کیا وہ خدا جس کا وعدہ تھا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۱۰) ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔کیا وقت نہیں آیا کہ اب بھی اسلام کی حفاظت کرے؟

چودھویں صدی کا مجدّد

فرمایا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں کہ اس صدی کے مجدّد کو نہیں مانتے۔کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد ہوگا؟ صدی سے پچیس سال گزر گئے یعنی پورا چوتھا حصہ صدی کا طے ہوگیا ہے۔اب بتائیں کہ وہ مجدّد کون ہے اور کہاں ہے؟ ہم سے پہلے سب لوگ اس مجدّد کے منتظر تھے بلکہ صدیق حسن خان کا یہ خیال تھا کہ شاید میں ہی بن جاؤں اور عبدالحی لکھو کے والے کا بھی ایسا ہی خیال تھا۔مگر اپنے خیال سے کیا بنتا ہے جب تک خدا کسی کو نہ بنائے کون بن سکتا ہے۔جس کو خدا تعالیٰ کسی کام پر مامور کرتا ہے وہ اس کو عمر عطا کرتا ہے۔اسے اس کے کام کے واسطے توفیق عطا کرتا ہے۔اس کے لیے اسباب مہیا کرتا ہے۔دوسرے لوگ اپنے خیال میں ہی مَر کھپ جاتے ہیں اور ان سے کچھ بن نہیں سکتا۔کوئی جھوٹا تحصیلدار بھی بنے تو دو چار روز کے بعد گرفتار ہوکر جیل خانہ میں

چلا جاتا ہے چہ جائیکہ کوئی خدا کی طرف سے مامور اپنے آپ کو کہے حالانکہ وہ مامور نہ ہو۔[۱]

نماز میں امام

ذکر ہوا کہ چکڑالوی کا عقیدہ ہے کہ نماز میں امام آگے نہ کھڑا ہو بلکہ صف کے اندر ہو کر کھڑا ہو۔

فرمایا۔ امام کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ وہ آگے کھڑا ہو۔ یہ عربی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو دوسرے کے آگے کھڑا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ چکڑالوی زبانِ عربی سے بالکل جاہل ہے۔[۲]

قِیَامٌ فِیْ مَا اَقَامَ اللّٰہُ

ایک صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا جس میں کسی بڑے کام کے کرنے کی طرف اشارہ تھا مگر اس کام کے واسطے سامان سردست مہیا نہ تھے اور ان کا منشا تھا کہ خواب کی بنا پر فوراً اس کام کو شروع کر دیں۔

حضرت نے فرمایا کہ بعض خوابیں مدت کے بعد پوری ہونے والی ہوتی ہیں۔ جب تک کہ اس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ اسباب مہیا نہ کرے تب تک صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے۔ دیکھو! حضرت یوسفؑ پر جس قدر مصائب آئے وہ سب بے وقت خواب سنانے کی وجہ سے آئے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ فقیر کو چاہیے کہ قِیَامٌ فِیْ مَا اَقَامَ اللّٰہُ پر عمل کرے۔ یعنی جہاں خدا تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے وہاں کھڑا رہے جب تک کہ خدا تعالیٰ خود وہاں سے نکلنے کے سامان نہ بنائے۔[۳]

۱۔ الحکم سے۔ ’’اب دیکھو جو شخص انسانی سلطنت میں جھوٹا دعویدار، تحصیلداری یا چپڑاسی ہونے کا کرے اس کو پکڑا جاتا ہے اور سزا دی جاتی ہے۔ پھر کیا خدا کی سلطنت میں ایسا اندھیر چل سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ (الحاقۃ:۴۵ تا ۴۷) یعنی اگر یہ نبی ہمارے اوپر بعض باتیں جھوٹی بنالیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کو کاٹ دیتے۔ یہ آیت صاف بیان کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ پر کوئی جھوٹی وحی و الہام بنانے والا جلدی پکڑا جاتا اور ناکامیاب ہو کر مرتا ہے۔‘‘
(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

۲۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۸؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۸، ۹

۳۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

ایمانی طاقت علم سے پیدا ہوتی ہے

بات یہ ہے کہ ایمانی طاقت علم کے سوا پیدا نہیں ہوتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہؓ نے بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی جانیں دے دی تھیں ان کو حق کا علم حاصل ہو گیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو نہ دیکھا۔

میں نے جو کتاب حقیقۃ الوحی لکھی ہے اس کو جو شخص حرف بحرف پڑھ لے گا میں نہیں خیال کرتا کہ پھر وہ یہ خیال کرے کہ میں وہی ہوں جو اس کے خیال میں پڑھنے سے پہلے تھا جو شخص ہمارے سلسلہ کو آہستگی اور ٹھنڈے دل سے دیکھے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں حق پر پائے گا۔ سچائی میں خدا نے ایک قوت رکھی ہے۔ سچائی دلوں کو خود اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ خدا نے تو لوہے میں بھی ایک کشش کی خاصیت رکھی ہے تو کیا سچ میں کوئی جذب نہیں ہے؟ سچ میں ایک کشش ہے وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اصلاح کریں

دنیا میں ایک دہریت پھیل رہی ہے۔ تحصیل دنیا کے لیے ہر وقت دوڑ دھوپ میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ اس کے لیے مجلسیں ہوتی ہیں اور ان میں شور پکار ہے کہ یہ کرو وہ کرو مگر اسلام کی بہبودی کا کسی کو کوئی فکر نہیں۔ ایسی غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں کہ عذاب کے سوائے ان سے غفلت رفع نہیں ہوتی۔ ہمیں خدا نے صدہا بار بتایا ہے کہ خدا کے عذاب کے دن نزدیک ہیں اور جب تک لوگوں کے دل سیدھے نہ ہو جاویں خدا کے عذاب پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ (الرعد:۱۲) یعنی خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو درست نہ کر لیں۔ طاعون کو دفع کرنے کے لیے بے چارے چوہوں کے مارنے کے درپے ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ جب تک ان کے اندر کا چوہا نہ مَرے گا اس وقت تک طاعون ان کا ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گی۔ پس اپنی اصلاح کریں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اگر یہ لوگ اپنی اصلاح کریں تو خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ ہلاک ہی کرے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَا یَفۡعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمۡ اِنۡ شَکَرۡتُمۡ وَ اٰمَنۡتُمۡ (النساء:۱۴۸) کہ خدا تم کو

عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔

ہمارے مسلمان سلاطین کا ذکر ہے کہ جب کوئی بلا آتی تھی تو بادشاہ خود دعا وزاری بدرگاہ ربّ العالمین کرتے تھے اور رعیت کو نیکیوں کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ جب ٹیکہ لگایا جانا شروع ہوا تو میں نے کتاب کشتی نوح لکھی تھی اور اس میں مَیں نے ظاہر کیا تھا کہ اس ٹیکہ سے جو مَیں آسمانی ٹیکہ پیش کرتا ہوں بہتر ہے۔ آخر وہی بات سچی ثابت ہوئی جو ہم نے پیش کی تھی۔ شاید کسی کو کسی وقت سمجھ آجاوے۔ طاعون تو اب ہاتھ دھو کر لوگوں کے پیچھے ہو پڑی ہے۔

قادیان کے کسی شخص کا ذکر ہوا کہ فلاں جگہ طاعون ہے اور وہ وہاں بار بار جاتا رہا۔ آخر وہ طاعون میں گرفتار ہو کر مَر گیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

جبکہ ایک جگہ آگ برستی ہے تو اس جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟

مخالفین کا مباہلہ

فرمایا۔ اس ملک کے کئی ایک آدمی جو ہمیں گالیاں دیتے رہتے تھے اور پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ جب ان کی مدت نزدیک آئی تو خود ہی انہوں نے مباہلہ کر لیا کہ یا الٰہی! ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس کو ہلاک کردے آخر وہ خود ہی ہلاک ہو کر ہماری سچائی پر مہر کر گئے۔ ایسا ہی ابوجہل نے بدر کے دن نبی علیہ السلام سے مباہلہ کیا تھا۔ ابوجہل نے کہا تھا کہ جو ہم دونوں میں سے قطع رحم کرنے والا اور مفسد ہوا اے خدا! اس کو آج ہلاک کردے۔ آخر خدا تعالیٰ نے ابوجہل کو اسی دن ہلاک کر دیا اور اس کی دعا قبول ہو کر اس پر ہی پڑی۔[1]

بلا تاریخ

دسویں محرم کو شربت اور چاول کی تقسیم

قاضی ظہور الدین صاحب اکمل نے سوال کیا کہ محرم دسویں کو جو شربت و چاول وغیرہ تقسیم کرتے

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰، ۱۱

ہیں اگر یہ للہ بہ نیت ایصال ثواب ہو تو اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟

فرمایا۔ ایسے کاموں کے لیے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم و بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں۔ ابتدا میں اسی خیال سے ہو مگر اب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا رنگ اختیار کر لیا ہے اس لیے ہم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جب تک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائد باطلہ دور نہیں ہوتے۔

دو افراد کا جمعہ

یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دو احمدی کسی گاؤں میں ہوں تو وہ بھی جمعہ پڑھ لیا کریں یا نہ؟ (حضور نے) مولوی محمد احسن صاحب سے خطاب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ دو سے جماعت ہو جاتی ہے۔ اس لیے جمعہ بھی ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں پڑھ لیا کریں۔ فقہاء نے تین آدمی لکھے ہیں۔ اگر کوئی اکیلا ہو تو وہ اپنی بیوی وغیرہ کو پیچھے کھڑا کر کے تعداد پوری کر سکتا ہے۔

روزۂ وصال

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا۔ ضروری نہیں ہے۔

روزہ محرم

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم کے پہلے دس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا۔ ضروری نہیں ہے۔

چٹھ

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ برائے برآمدگی مراد یا سیرابی ملک یا بطور چٹھ جو لوگ ذبیحہ دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔

جَھنڈ یا بودی

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ کسی بزرگ کے نام پر جو چھوٹے بچوں کے سر پر جَھنڈ یعنی بودی رکھی جاتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ ناجائز ہے۔ ایسا نہیں چاہیے۔

محرم پر تابوت کا بنانا

اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ محرم پر جو لوگ تابوت بناتے ہیں اور محفل کرتے

ہیں۔اس میں شامل ہونا کیسا؟

فرمایا کہ گناہ ہے۔[۱]

۹/مارچ ۱۹۰۷ء

رسول کے ذریعہ روحانی پرورش الہامِ الٰہی ’’ہزاروں تیرے پروں کے نیچے ہیں‘‘[۲] پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رسول آتا ہے اس کے ذریعہ سے ایک باطنی پرورش انسانوں کی ہوتی ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے اوّل نزولِ فیضان اس پر ہوتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مولوی معنوی صاحب فرماتے ہیں۔

؎ قطب شیر و صید کردن کارِ او   باقیان ہستند باقی خوار او

اصل غرض جو تقویٰ اور ایمان سے ہے وہ تو سب کو حاصل ہو ہی جاتی ہے کسی کو بلا واسطہ اور کسی کو بالواسطہ۔اصل مقصود تو یہ ہے کہ انسان کامل ایمان حاصل کرے اور ابدی نجات کو پالے۔اگر یہ بات خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جائے تو پھر اس کی مثال ایسی ہے۔جیسا کہ کچھ آدمی راہ پر چلتے ہیں اور کچھ دوسرے ان کے ذریعہ سے راہ کو پہچانتے ہیں۔منزلِ مقصود پر پہنچ کر سب برابر ہو جاتے ہیں۔باعتبار بہشت میں داخل ہو جانے کے تو سب مومن برابر ہی ہو جائیں گے۔[۳]

۱۰/مارچ ۱۹۰۷ء (بوقت دس بجے دن)

دنیوی معاملات کے سبب کسی سے بغض نہ رکھیں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب حکیم محمد حسین صاحب قریشی، ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب،

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۲؎ الحکم میں یہ الہام یوں درج ہے ’’ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں‘‘ ’’مرتّب‘‘

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۹ مورخہ ۱۷/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

۳؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، بابو غلام محمد صاحب لاہور سے آکر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس ملاقات کے واسطے قریب دس بجے صبح کے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور قریب دو گھنٹہ کے تشریف فرما رہے۔ چند آدمیوں نے بیعت کی اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ دو ایک دوستوں کے درمیان کسی دنیوی اَمر پر اختلاف اور باہمی رنج کا ذکر تھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ

دیکھو! آجکل موسم کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے اور ایک غیر معمولی تغیر زمانے کی حالت میں نظر آتا ہے آسمان ہر وقت غبار ناک رہتا ہے گویا کہ وہ بھی اداس ہو رہا ہے۔ چاہیے کہ آپس میں جلد صفائی کر لیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی موت آجائے۔ میں تو یہ بھی سننا نہیں چاہتا کہ اختلاف کی کیا باتیں ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی زندگی ہے اور کون اس سال میں مَر جائے گا۔

جب تک کہ سینہ صاف نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینے میں بغض ہے تو تیری دعا قبول نہیں ہوسکتی۔ اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیے اور دنیوی معاملہ کے سبب کبھی کسی کے ساتھ بغض نہیں رکھنا چاہیے۔ اور دنیا اور اس کا اسباب کیا ہستی رکھتا ہے کہ اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا عمدہ واقعہ بیان کیا ہے کہ دو شخص آپس میں سخت عداوت رکھتے تھے۔ ایسا کہ وہ اس بات کو بھی ناگوار رکھتے تھے کہ ہر دو ایک آسمان کے نیچے ہیں۔ ان میں سے ایک قضائے کار فوت ہو گیا۔ اس سے دوسرے کو بہت خوشی ہوئی۔ ایک روز اس کی قبر پر گیا اور اس کو اکھاڑ ڈالا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا نازک جسم خاک آلود ہے اور کیڑے اس کو کھا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دیکھ کر دنیا کے انجام کا نظارہ اس کی آنکھوں کے آگے پھر گیا اور اس پر سخت رقت طاری ہوئی اور اتنا رویا کہ اس کی قبر کی مٹی کو تَر کر دیا اور پھر اس کی قبر کو درست کرا کر اس پر لکھوایا۔

ؔ مکن شادمانی بمرگ کسے   کہ دہرت پس از وے نماند بسے

خدا کا حق تو انسان کو ادا کرنا ہی چاہیے مگر بڑا حق برادری کا بھی ہے جس کا ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ ذرا سی بات پر انسان اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ سخت کلامی کی

ہے۔ پھر علیحدہ ہو کر اپنے دل میں اس بدظنی کو بڑھاتا رہتا ہے اور ایک رائی کے دانے کو پہاڑ بنالیتا ہے اور اپنی بدظنی کے مطابق اس کینے کو زیادہ کرتا رہتا ہے۔ یہ سب بغض ناجائز ہیں۔

لِلّٰہ بغض

ہم بھی بعض دفعہ کسی پر ناراض ہوتے ہیں۔ مگر ہماری ناراضگی دین کے واسطے اور اللہ کے لیے ہے جس میں نفسانی جذبات کی ملونی نہیں اور دنیوی خواہشات کا کوئی حصہ نہیں ہمارا بغض اگر کسی کے ساتھ ہے تو وہ خدا کے واسطے ہے اور اس واسطے وہ بغض ہمارا نہیں بلکہ خود خدا کا ہی ہے کیونکہ اس میں کوئی ہماری نفسانی یا دنیوی غرض نہیں۔ ہم کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتے نہ کسی سے کوئی خواہش رکھتے ہیں۔ جوشِ نفسانی اور لِلّٰہی جوش میں فرق کے واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے سبق حاصل کرو۔

حضرت علیؓ کا ایک سبق آموز واقعہ

لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک کافر پہلوان کے ساتھ جنگ شروع ہوا۔ بار بار آپ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے جب قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے کہ اس نے نیچے سے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے ایسا فعل کیا تو حضرت علیؓ اس کی چھاتی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے۔ اس پر اس نے تعجب کیا اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر تکلیف کے ساتھ پکڑا اور میں آپ کا جانی دشمن ہوں اور خون کا پیاسا ہوں پھر باوجود ایسا قابو پا چکنے کے آپ نے مجھے اب چھوڑ دیا۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں۔ چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کو دکھ دیتے ہو اس واسطے تم واجب القتل ہو اور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا۔ لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور اس میں مجھے غصہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ اب نفسانی بات درمیان میں آ گئی ہے اب اس کو کچھ کہنا جائز نہیں تا کہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔ جو ہو سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ جب میری اس حالت میں تغیر آئے گا اور یہ غصہ دور ہو جائے گا تو پھر وہی سلوک

تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ اس بات کو سن کر کافر کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام کفر اس کے دل سے خارج ہو گیا اور اس نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا دین دنیا میں اچھا ہو سکتا ہے جس کی تعلیم کے اثر سے انسان ایسا پاک نفس بن جاتا ہے۔ پس اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

غرض انسانوں کو چاہیے کہ دنیوی کدورتوں کے سبب باہم رنجش پیدا نہ کریں اور پھر یہ دن تو وبا اور زلازل اور قہرِ الٰہی کے دن ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزاں رہنا چاہیے۔

مولویوں کے پیروکار

ایک شخص نے ذکر کیا کہ بعض مولوی قسما قسم کے افترا کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا۔ ان کے ہاتھ سوائے افترا پردازی کے اور کیا ہے؟ لیکن جو لوگ ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں وہ خود کمزور اور ضعیف ہیں اور دنیاداری میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دین کی ان کو ہرگز کوئی خبر ہی نہیں۔ وہ خود سوچ فکر سے کام نہیں لیتے ورنہ ایسے شریر لوگوں کے شر سے محفوظ رہتے جو ہماری باتوں کو تراش خراش کر افترا کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

کتاب حقیقۃ الوحی کے لیے قَسم

فرمایا۔ کتاب حقیقۃ الوحی میں ہم نے تمام قسم کی باتوں کو مختصر طور پر جمع کر دیا ہے اور اس میں قَسم دی ہے کہ لوگ کم از کم اوّل سے آخر تک اس کو پڑھ لیں۔ دوسرے کی قَسم کا نہ ماننا بھی تقویٰ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوسرے کی قَسم پوری ہونے دی تھی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی دوسرے آدمی کی قَسم کو پورا کیا تھا۔ غرض ہم ایک نیک کام کے واسطے قَسم دیتے ہیں کہ وہ بلاسوچے سمجھے گالیاں نہ دیں اور مخالفت نہ کریں کم از کم ہمارے دلائل کو ایک دفعہ بغور مطالعہ کر لیں خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھیں۔ پھر ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ حق کس بات میں ہے۔

(بوقتِ ظہر)

طلباء کی سٹرائیک

علی گڑھ کالج کے طالب علم مولوی غلام محمد صاحب نے وہاں کے طلباء کی سٹرائیک اور اپنے استادوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جماعت (فرقہ احمدیہ) کا کوئی لڑکا اس سٹرائیک میں شامل نہیں ہوا۔ میاں محمد دین، عبد الغفار وغیرہ سب علیحدہ رہے لیکن عزیز احمد ان طلباء کے ساتھ شریک رہا اور باوجود ہمارے سمجھانے کے باز نہ آیا اور چونکہ بعض اخباروں میں اس قسم کے مضمون نکلے تھے کہ مسیح موعود کا پوتا علی گڑھ کالج میں ہے اس وجہ سے عام طور پر عزیز احمد کا رشتہ حضور کے ساتھ سب کو معلوم ہونے کے سبب وہاں کے اراکین نے اس اَمر پر تعجب ظاہر کیا کہ عزیز احمد اس مفسدہ میں ایسا حصہ لیتا ہے۔ اس پر حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا کہ

’’عزیز احمد نے اپنے استادوں اور افسروں کی مخالفت میں مفسد طلباء کے ساتھ شمولیت کا جو طریق اختیار کیا ہے یہ ہماری تعلیم اور ہمارے مشورہ کے بالکل مخالف ہے لہٰذا وہ اس دن سے جس دن سے وہ اس بغاوت میں شریک ہے ہماری جماعت سے علیحدہ اور ہماری بیعت سے خارج کیا جاتا ہے۔ ہم ان لڑکوں پر خوش ہیں جنہوں نے اس موقع پر ہماری تعلیم پر عمل کیا۔ بہت سے لوگ بیعت میں آکر داخل ہوجاتے ہیں لیکن جب وہ شرائط بیعت پر عمل نہیں کرتے تو خود بخود اس سے خارج ہوجاتے ہیں یہی حال عزیز احمد کا تھا۔ اس میں خصوصیت نہ تھی اور یہ اَمر کہ ہمارا وہ پوتا ہے اس وجہ سے وہ ہمارا رشتہ دار ہے سو واضح ہو کہ ہم ایسے رشتوں کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ہمارے رشتے سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں۔ عزیز احمد کا باپ خود ہم سے برگشتہ ہے اور ہم اس کو اپنا بیٹا نہیں سمجھتے تو پھر عزیز احمد کا پوتا ہونا کیسا؟ عزیز احمد کو چاہیے تھا کہ اس معاملہ میں اوّل ہم سے مشورہ کرتا یا اس مثال کو دیکھتا جو پہلے میڈیکل کالج لاہور میں قائم ہوچکی تھی کہ جب طلباء نے لاہور میں اپنے پروفیسروں کی مخالفت میں سٹرائیک کیا تھا تو جو لڑکے اس جماعت میں داخل تھے ان کو میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اس مخالفت میں شامل نہ ہوں اور اپنے استادوں سے معافی مانگ کر فوراً کالج میں داخل ہوجاویں۔ چنانچہ انہوں نے میرے حکم کی فرمانبرداری کی اور اپنے کالج میں داخل ہوکر ایک ایسی نیک مثال قائم کی کہ دوسرے طلباء بھی فوراً داخل ہوگئے۔ عزیز احمد کو اس واقعہ کی خبر ہوگی کیونکہ اخبار میں چھپ چکا تھا۔ اور اگر خبر نہ ہوتی تو اس کے واسطے ضروری تھا کہ اوّل مجھ سے مشورہ کرتا یا اپنے ساتھیوں کے مشورہ پر چلتا۔ اس کا علی گڑھ میں جانا بھی اس کے باپ کے مشورہ اور حکم سے تھا نہ کہ ہمارا اس

میں کوئی حکم تھا۔ ایسا ہی مخالفت استاد ان میں شمولیت ہمارے کسی تعلق کی وجہ سے نہیں اور اسی وجہ سے اس کو خارج از بیعت کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اپنے فعل سے توبہ کر کے اپنے استادوں سے معافی نہ مانگے۔[۱] ہاں دوسرے طلباء مولوی غلام محمد صاحب وغیرہ نے علی گڑھ جانے سے پہلے ہم سے مشورہ لیا تھا اور ہم نے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہاں کے لڑکوں کی صحبت سے بچتے رہیں اور کسی بدی میں شامل نہ ہوں تو ہرج نہیں کہ وہاں جائیں۔ انسان ضرورتاً پاخانہ میں بھی جاتا ہے مگر اپنے آپ کو نجاست سے بچائے رکھتا ہے۔''

عاجز[۲] کو مخاطب کر کے حضور نے فرمایا کہ

ان باتوں کو عام اطلاع کے واسطے اخبار بدر میں شائع کر دیں۔[۳]

۱؎ **مرزا عزیز احمد صاحب کی تجدید بیعت** مرزا عزیز احمد صاحب نے میانوالی سے جہاں آپ بتقریب موسمی رخصت مقیم ہیں مفصلہ ذیل خط حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

فدوی اپنے گذشتہ قصوروں کی معافی طلب کرتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ اس خاکسار کی گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کر کے زمرۂ تابعین میں شامل کیا جائے۔ نیز اس عاجز کے حق میں دعا فرماویں کہ آئندہ اللّٰہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔

حضور کا عاجز ''عزیز احمد''

اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ

ہم وہ قصور معاف کرتے ہیں۔ آئندہ اب تم پرہیز گار اور سچے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کرو اور بُری صحبتوں سے پرہیز کرو۔ بُری صحبتوں کا انجام آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

۲؎ یعنی ایڈیٹر صاحب بدر۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب (مرتّب)

۳؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴/ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، ۵

وفاتِ مسیح علیہ السلام

ہمارے مخالفین کے اس مذہب کا ذکر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور چالیس سال تک اس زمین پر رہیں گے اور عیسائیوں کی خوب خبر لیں گے اور ان کو بتائیں گے کہ تمہارا دین باطل ہے اور کسر صلیب کریں گے اور پھر اس زمین پر فوت ہو جائیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ

اس عقیدہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے آگے پیش کرنا چاہیے کہ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (المائدۃ:۱۱۷، ۱۱۸) یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں کو یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو اور اللہ کو چھوڑ دو؟ تو حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ یا اللہ! تو پاک ہے مجھے کب لائق تھا کہ میں ایسا کلمہ بولتا جو حق نہیں ہے۔ اگر میں کہتا تو تجھے معلوم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ کہ میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا کہ تیرے نفس میں کیا ہے تو علّام الغیوب ہے۔ میں نے تو انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا ربّ ہے اور جب تک کہ میں ان میں رہا۔ میں ان کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی اس کے بعد تو خود ان کا نگران تھا (مجھے کچھ خبر نہیں) اور تو ہر بات کو دیکھتا ہے۔

اب اس جگہ سوچنے کے قابل یہ بات ہے کہ قیامت کا دن ہوگا اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے اور وہ گھڑی ہوگی جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (المائدۃ:۱۲۰) وہ دن ہوگا جبکہ سچ بولنے والوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔ اچھا تو

ایسے وقت میں حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کو یہ کہیں گے کہ میں جب تک دنیا میں تھا تب تو ان کو وحدانیت کا وعظ کرتا تھا۔ بعد کی خبر نہیں انہیں کیا ہو گیا۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس وقت زمین میں مدفون ہیں یا کہیں آسمان پر بیٹھے ہوئے۔ اس جگہ یہ اَمر سب سے زیادہ قابل غور ہے کہ اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے اور چالیس سال تک رہیں گے اور عیسائیوں کو انہیں اور ان کی ماں کو خدا بنانے کے سبب خوب سزا بھی دیں گے اور پھر ان کی اصلاح بھی کریں گے اور ماننے والوں کو مسلمان بنائیں گے تو پھر قیامت کے دن ان کا جواب یہ کیوں ہونا چاہیے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں کہ میرے بعد کیا ہوا اور کیا نہ ہوا بلکہ انہیں تو یہ جواب دینا چاہیے کہ اے باری تعالیٰ! میں نے تو ان کے ایسے عقیدے کے سبب ان کو خوب سزائیں دی ہیں اور ان کی صلیب کو توڑا ہے اور چالیس سال تک ان کی خوب خبر لی ہے۔

سو دیکھنا چاہیے کہ اگر مسیح دوبارہ دنیا میں آوے گا تو کیا اس کا یہ جواب جو قرآن شریف میں درج ہے سچا ہوگا؟ اور اگر ان ملّانوں کی بات درست مان لی جاوے تو روز قیامت حضرت عیسیٰ کو ایسا جواب دینے سے کیا انعام ملے گا؟ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسی باتیں بنا کر وہ ایک خدا کے نبی کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹ بولنے والا قرار دے رہے ہیں اور پھر جھوٹ بھی قیامت کے دن اور پھر وہ بھی خدا کے دربار میں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

خشیت الٰہی ایمان سے پیدا ہوتی ہے ذکر تھا کہ باوجود اس قدر وبا اور تکالیف کے لوگوں میں شوخی بڑھی ہوئی ہے اور کچھ پروا نہیں کرتے۔

فرمایا۔ خدا تعالیٰ پر پورا ایمان ہو تو انسان کے دل میں خوف اور خشیت بھی ہوتی ہے۔ جیسے ایمان کم ہوتا جاتا ہے ویسے ہی خشیت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔

دنیا میں عذاب الٰہی کا باعث شوخی اور تکذیب ہے فرمایا۔ میرا مذہب سچائی کے ساتھ اس بات پر قائم ہے کہ جس قدر لوگ نوحؑ اور لوطؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر پیغمبروں کے زمانہ میں ہلاک ہوئے

اگر وہ انبیاء کے ساتھ شوخی سے پیش نہ آتے اور ان کی تکذیب نہ کرتے تو معمولی طور پر زندگی بسر کرتے۔ دنیا میں جو گناہ فسق و فجور کے کرتا تھا ان کے واسطے جزا کا وقت آخرت میں رکھا گیا ہے۔ اس دنیا میں عذاب جب آتا ہے وہ انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے زیادہ تر آتا ہے۔ اگر فرعون حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بدسلوکی نہ کرتا تو چند دن اور دنیا میں سلطنت کر لیتا۔ معمولی گناہوں کے واسطے محاسبہ اور مؤاخذہ کا دن قیامت ہے۔ لیکن وہ گناہ جس پر خدا تعالیٰ بڑی غیرت دکھلاتا ہے وہ اس کے فرستادوں کی تکذیب اور ان کے ساتھ شوخی سے پیش آنا ہے جبکہ شوخی حد سے بڑھ جاتی ہے اور خدا کے پاک نبیوں کو دکھ دیا جاتا ہے اور اس کے برخلاف ظلم اور شرارت اور بدمعاشی سے کام لیا جاتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو اسی دنیا میں عذاب کا مزا چکھاتا ہے۔ اگر یہ لوگ انکسار اختیار کرتے تو ہلاک نہ ہوتے۔ حضرت عیسیٰ نے اپنے مخالفوں کو کہا تھا کہ تم کنجروں سے بدتر ہو کیونکہ وہ گناہ کرتے ہیں پر اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر انکسار اختیار کرتے ہیں اور تم گناہ کرتے ہو اور اس پر خوش ہوتے ہو اور کارِ ثواب جانتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ (النّساء:۱۴۸) یعنی اگر تم شکر یہ ادا کرو اور ایمان لاؤ تو خدا نے تمہیں عذاب کر کے کیا لینا ہے۔ یہ تمہارے بداعمال ہی تم کو عذاب میں گراتے ہیں۔

امریکہ میں تبلیغ

یہ اعتراض ناجائز ہے کہ امریکہ میں آپ کی تبلیغ نہیں پہنچی پھر وہاں عذاب کیوں آیا۔ ہماری تبلیغ بہت ہو چکی ہے۔ ابتدا میں مَیں نے ایک اشتہار سولہ ہزار چھپوا کر یورپ امریکہ میں روانہ کیا تھا اور اسی اشتہار کو پڑھ کر امریکہ سے محمد ویب نے خط و کتابت شروع کی تھی جبکہ وہ مسلمان بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد ڈوئی کے متعلق پیشگوئی کے اشتہارات امریکہ میں کثرت سے تقسیم ہوئے اور امریکہ کی بہت سی اخباروں میں ہماری تصویر اور ہمارے حالات چھپے جس کو لاکھوں آدمیوں نے پڑھا اور ان کے درمیان اس سلسلہ کی تبلیغ ہو چکی ہے۔

عذاب کے متعلق سنّتِ الٰہی

علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے سنّت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ جب عذاب الٰہی آتا ہے تو بدوں کے ساتھ جو نیک ملے جلے ہوتے ہیں ان میں سے بھی بعض کو لپیٹتا ہے پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال

کے مطابق ہوتا ہے۔ دیکھو! حضرت موسیٰؑ کے وقت میں پلوٹھے ہلاک ہوئے تھے تو پلوٹھوں کا اس میں کیا قصور تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں قحط پڑا۔ تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر سب پر ہوا تھا نہ یہ کہ صرف بعض پر ہوا ہو۔ یہ لوگ سنّت اللہ سے بے خبر ہیں جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔

صدقات اور توبہ سے بلاٹل جاتی ہے

فرمایا۔ تمام مذاہب کے درمیان یہ اَمر متفق ہے کہ صدقہ خیرات کے ساتھ بلاٹل جاتی ہے اور بلا کے آنے کے متعلق اگر خدا تعالیٰ پہلے سے خبر دے تو وہ وعید کی پیش گوئی ہے۔ پس صدقہ و خیرات سے اور توبہ کرنے اور خدا کی طرف رجوع کرنے سے وعید کی پیش گوئی بھی ٹل سکتی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس بات کے قائل ہیں کہ صدقات سے بَلاٹل جاتی ہے۔ ہندو بھی مصیبت کے وقت صدقہ خیرات دیتے ہیں۔ اگر بلا ایسی شَے ہے کہ ٹل نہیں سکتی تو پھر صدقہ خیرات سب عبث ہو جاتے ہیں۔

آتھم اور لیکھرام کا رویہ

آتھم اور لیکھرام میں بھی فرق تھا کہ پیشگوئی کو سن کر آتھم خوف کھا گیا۔ اسی وقت بھری مجلس میں کانوں کو ہاتھ لگا کر کہنے لگا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گالی نہیں دی اور تمام شوخیاں چھوڑ دیں۔ اس واسطے اس کو چند روز اور مہلت مل گئی۔ لیکن برخلاف اس کے لیکھرام نے شوخی اختیار کی اور روز بروز شوخی میں بڑھتا گیا۔ پس اس کو میعاد کے دنوں کی بھی پوری مہلت نہ دی گئی۔ اگر وہ بھی آتھم کی طرح خاموش ہو جاتا اور خدا سے ڈرتا تو اس کے ایام میں بھی تاخیر دی جاتی۔ ایسا ہی احمد بیگ نے چونکہ کوئی نمونہ نہ دیکھا ہوا تھا۔ اس نے خوف نہ کھایا اور جلد ہلاک ہوا اور پچھلے خوفزدہ ہو گئے اور مہلت حاصل کی۔

یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نبی کو سب نے مان لیا ہو۔ اختلاف تو ضرور ہوتا ہی ہے۔ کچھ نہ کچھ مخالفت ضرور باقی رہتی ہے۔ ہر نبی کے وقت میں ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

قرآن مشکل نہیں ہے

فرمایا۔ بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کو نہیں سمجھ سکتے اس واسطے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے کہ یہ بہت

مشکل ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ قرآن شریف نے اعتقادی مسائل کو ایسی فصاحت کے ساتھ سمجھایا ہے جو بے مثل اور بے مانند ہے اور اس کے دلائل دلوں پر اثر ڈالتے ہیں یہ قرآن ایسا بلیغ اور فصیح ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے سمجھا دیا تھا تو پھر اب کیوں کر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ [1]

(قبل از نماز عصر)

تفریحی سفر

ریاست جموں کے ایک معزز ہندو اہلکار ساکن قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کشمیر کی آب و ہوا کی تعریف کرتے ہوئے عرض کیا کہ جناب بھی کبھی کشمیر کی سیر کے واسطے تشریف لاویں۔

فرمایا۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ صرف تفریح کے واسطے یا سیر و تماشا کے واسطے کوئی سفر کریں۔ ہاں جس دینی کاروبار میں ہم مصروف ہیں اگر اس کی ضرورتوں میں ہم کو کوئی سفر پیش آ جاوے اور خدمت دین کے واسطے کشمیر جانا بھی ضروری پڑ جائے تو پھر ہم تیار ہیں کہ اس ملک کو جاویں۔

آریوں کے لیے قابل توجہ

رسالہ جدیدہ ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ کا تذکرہ تھا۔

فرمایا کہ سنا گیا تھا کہ مخاطب آریوں میں سے ایک کہتا تھا کہ ہم بذریعہ اشتہار شبھ چنتک کے مضمون کی تردید کر دیتے ہیں حضرت صاحب رسالہ نہ لکھیں۔ مگر ہم نے کہا کہ اب رسالہ کا نکلنا نہیں رک سکتا۔ ان کو چاہیے کہ بعد رسالہ کے نکلنے کے تصدیق یا تکذیب میں قَسم کھالیں۔ تمام ہندوستان کے آریوں کو چاہیے کہ اس اَمر پر غور کریں۔ ان کے واسطے اسلام پر حملہ کرنا حرام ہے جب تک کہ اس بات کا فیصلہ نہ کریں۔ ان کو چاہیے کہ ایک ڈیپوٹیشن بنا کر ملاوامل اور شرمپت کے پاس آویں اور ان کو حلف دے کر پوچھیں کہ کیا وہ ہمارے نشانات کے گواہ ہیں یا کہ نہیں ہیں؟ ہماری یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے مگر اس نے آریوں کا فیصلہ کر دیا ہے۔

تمام ادیانِ باطلہ پر حجّت

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے تمام ادیان باطلہ پر حجّت قائم کر دی ہے اور ہر ایک مذہب کے متعلق ایک ایسی

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۲ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، ۵

بات پیش کی گئی ہے جو قطعاً لا جواب ہے۔ آریوں کے واسطے اوّل تو اسی کتاب کا مضمون ہے کہ خود آریہ ہمارے نشانات کے پورا ہونے کے گواہ ہیں جس سے وہ کبھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر ان کا مسئلہ نیوگ اندر ہی اندر ان کے دلوں کو ملزم اور خوار کر رہا ہے۔ پھر ان کا یہ مذہب کہ خدا کسی کا خالق نہیں وغیرہ ایسی باتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ کوئی آریہ جواب نہیں دے سکتا۔ سکھوں کی ہدایت کے واسطے خدا نے چولا صاحب ظاہر کر دیا ہے جس پر صاف لکھا ہے کہ اسلام کے سوائے کوئی مذہب مقبول نہیں اور اس سے ثابت ہے کہ باوا نانک کا مذہب کیا تھا۔ عیسائیوں کے خدا کی خود قبر ہی نکل آئی ہے اور ہمارے مخالف مسلمانوں پر بھی حجّت قائم ہے کیونکہ قرآن شریف حضرت عیسٰیؑ کی وفات کا قائل ہے اور آنحضرتؐ نے اس کو مُردوں میں دیکھا ہے۔[1]

مسیح موعودؑ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام

فرمایا۔ یہ عجب بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو سلام کہا ہے اور وصیت کی ہے کہ مسیح موعود کو میرا اسلام کہہ دینا۔ اب اگر آنے والا مسیح وہی ہے جو آسمان پر نبیوں کے درمیان موجود ہے تو وہ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر دنیا میں آئے گا۔ چاہیے تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام لے کر مسلمانوں کے پاس آتا نہ یہ کہ جب وہ یہاں آوے تو اس جہان کے لوگ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائیں۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ ''گھر سے میں آؤں اور خبریں تم سناؤ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سلام پیغام صاف بتلاتا ہے کہ وہ امت میں سے پیدا ہونے والا ایک شخص ہے جس کی ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہوئی۔[2]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۸؍ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

بلا تاریخ[۱]

عورتوں کے لیے ضروری نصائح

(رقم فرمودہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد)

ایک لڑکی کی اس کی ساس کے ساتھ کچھ اچھی طرح نہیں بنتی تھی۔لڑکی نے بر سبیل شکایت اور گلہ کچھ عورتوں کے سامنے کہا کہ بُرا مقام ہے کہ جس میں میری ساس وغیرہ رہتے ہیں۔آپؑ نے اس کو بہت بُرا منایا کہ

شہر تو کوئی بُرا ہوتا ہی نہیں۔اگر کسی شہر کو بُرا کہا جائے تو اس سے مراد اس کے شہر والے ہوتے ہیں۔پس نہایت قابل افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ اپنی زبان پر لاتی ہے یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اس کے والدین کی بُرائی کرتی ہے۔

اور اس کے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ

خدا تعالیٰ ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔یہ مرض عورتوں میں بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے کہ وہ ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھ بھلا بُرا کہتی ہیں بلکہ اپنی ساس اور سسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہیں۔حالانکہ وہ اس کے خاوند کے بھی قابل عزّت بزرگ ہیں۔وہ اس کو ایک معمولی بات سمجھ لیتی ہیں اور ان سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ محلہ کی اور عورتوں سے جھگڑا۔حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے یہاں تک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کے لڑکے کو چاہیے کہ وہ طلاق دے دے۔پس جبکہ ایک عورت کی ساس اور سسر کے کہنے پر اس کو طلاق مل سکتی ہے تو اَور

---

[۱] یہ ملفوظات ’’اندرونی ڈائری‘‘ کے زیر عنوان الحکم نے شائع کئے جن پر کوئی تاریخ درج نہیں۔’’اندرونی ڈائری‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے اندر حضرت مسیح موعود نے جو ارشادات فرمائے۔(مرتّب)

کون سی بات رہ گئی ہے۔ اس لیے ہر ایک عورت کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اس کے والدین کی خدمت میں لگی رہے اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے تو اس کا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اس کی خدمت کرتی ہے تو وہ اس کی پرورش کرتا ہے مگر والدین تو اپنے بچہ سے کچھ نہیں لیتے وہ تو اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی جوانی تک اس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اس کی خدمت کرتے ہیں اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بیاہ کرتے اور اس کی آئندہ بہبودی کے لیے تجاویز سوچتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے اور اپنا بوجھ آپ اٹھانے اور آئندہ زمانہ کے لیے کسی کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو کس خیال سے اس کی بیوی اس کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرا سی بات پر سبّ و شتم پر اتر آتی ہے اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جس کو خدا اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد۔ پھر اس کے دو حصے کئے ہیں یعنی اوّل تو ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری اور پھر دوسرے مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال۔ اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت۔ پس کیا بدقسمت ہے وہ جوان لوگوں کی خدمت نہ کر کے حقوقِ عباد اور حقوق اللہ دونوں کی بجا آوری سے منہ موڑتی ہے۔

کسی نام سے بُری فال لینا

کسی لڑکی کا نام جنّت تھا۔ کسی شخص نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض وقت انسان آواز مارتا ہے کہ جنّت گھر میں ہے؟ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے کہ دوزخ ہی ہے۔ یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جائے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی۔

فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ نام کے رکھنے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو اس کا تو مطلب یہ ہے کہ وہ انسان اندر نہیں ہے نہ یہ کہ برکت نہیں یا اگر کہے کہ جنّت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنّت نہیں اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں جس کا نام جنّت ہے۔

کسی اور نے کہا کہ حدیث میں بھی حرمت آئی ہے۔

فرمایا کہ میں ایسی حدیثوں کو ٹھیک نہیں جانتا اور ایسی حدیثوں سے اسلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بتائے ہوئے نام عبداللہ، عبدالرحیم اور عبدالرحمٰن جو ہیں ان پر بھی بات لگ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن اندر نہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ عبدالشیطان اندر ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کا نام نیک فال کے طور پر رکھا جاتا ہے تا وہ شخص بھی اس نام کے مطابق ہو۔

بہادر شاہ ظفر سے انگریزوں کا سلوک

ذکر ہوا کہ خاندانِ مغلیہ کے آخری بادشاہ کے وقت جو کچھ انگریزوں نے سلوک کیا ہے اس پر ایک اخبار نے بہت سا شور مچایا ہے اور اس کو بُرا منایا ہے۔

فرمایا۔ یہ بات نہیں۔ خدا کسی قوم پر یا کسی خاص شخص پر ظلم نہیں کرتا۔ جب انسان خود کوئی گناہ کرتا ہے تو اس وقت اس کی تادیب کے لیے خدا تعالیٰ اس پر مصیبتیں نازل فرماتا ہے۔ بہادر شاہ سے اور اس کے چند پہلے بزرگوں سے چونکہ بہت کچھ خطائیں سرزد ہوئیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اس بات کے لائق نہ دیکھا کہ وہ حکومت کر سکیں۔ تب انگریزوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ اگر وہ ایسے کام نہ کرتے تو خدا تعالیٰ بھی ایسا نہ کرتا۔ بلکہ میرے خیال میں خدا تعالیٰ نے بہادر شاہ پر بہت بڑا احسان کیا کیونکہ اس طرح تکلیفیں برداشت کر کے اس کے گناہ معاف ہو گئے اور جو سلوک انگریزوں نے کیا وہ تو فاتح قومیں کیا ہی کرتی ہیں۔ اگر بہادر شاہ فتح یاب ہو جاتا تو کیا وہ ایسا نہ کرتا؟

معالج کے لیے ضروری صفات

ایک صاحب گھر میں آئے۔ طب کا ذکر شروع ہوا۔

فرمایا کہ طبیب میں علاوہ علم کے جو اس کے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقویٰ بھی ہونی چاہیے ورنہ اس کے بغیر کچھ کام نہیں چلتا۔ ہمارے پچھلے لوگوں میں اس کا خیال تھا اور لکھتے ہیں کہ جب نبض پر ہاتھ رکھے تو یہ بھی کہے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرۃ: ۳۳) یعنی اے خداوند بزرگ! ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

شفا محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے

فرمایا کہ دیکھو! پچھلے دنوں میں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا اس کو اس قدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا۔ جب کسی بات سے فائدہ نہ ہوا تو میں نے سوچا کہ اب دعا کرنی چاہیے۔ میں نے دعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ان کو چادر میں باندھ کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جب میں نے بیداری میں دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ اسی طرح دستِ شفا جو مشہور ہوتے ہیں اس میں کیا ہوتا ہے وہی خدا کا فضل اور کچھ نہیں۔

قبولیتِ دعا کا ایک طریق

فرمایا کہ دعا میں بعض دفعہ قبولیت نہیں پائی جاتی تو ایسے وقت اس طرح سے بھی دعا قبول ہو جاتی ہے کہ ایک شخص بزرگ سے دعا منگوائیں اور خدا سے دعا مانگیں کہ وہ اس مرد بزرگ کی دعاؤں کو سنے۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ اس طرح دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوا ہے اور پچھلے بزرگوں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ باوا غلام فریدؒ ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نہ آیا۔ تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدینؒ یا خواجہ قطب الدینؒ) دعا کے لیے فرمایا۔ انہوں نے بہت دعا کی اور مگر پھر بھی کچھ اثر نہ پایا گیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے ایک رات بہت دعا مانگی کہ اے میرے خدا! اس شاگرد کو وہ درجہ عطا فرما کہ اس کی دعائیں قبولیت کا درجہ پائیں۔ اور صبح کے وقت ان کو کہا کہ آج ہم نے تمہارے لیے یہ دعا مانگی ہے۔ یہ سن کر شاگرد کے دل میں بہت ہی رقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ جب انہوں میرے لیے ایسی دعا کی ہے تو آؤ پہلے انہیں ہی شروع کرو اور انہوں نے اس قدر زور و شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فریدؒ کو شفا ہو گئی۔

آفات کے وقت دعا کی ضرورت

بارش سخت زور سے ہو رہی تھی اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا کہ بادل پھٹے، مکانوں کے گرنے کا سخت اندیشہ ہو

رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ

ہمیشہ بارشوں یا آندھیاں یا اور طوفانوں میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ ہمارے لیے اس عذاب میں کوئی بہتری کی ہی صورت پیدا کرے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے جو اس سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقتوں میں دعا مانگا کرتے تھے اور جب بارش یا آندھی آتی تھی تو گھبرائے سے معلوم ہوتے تھے اور کبھی اندر جاتے تھے اور کبھی باہر جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آ گئی۔ گو قیامت کی بہت سی نشانیاں ان کو بتائی گئی تھیں اور ابھی مسیح کی آمد کا بھی انتظار تھا مگر پھر بھی وہ خیال کرتے تھے کہ خدا بڑا بے نیاز ہے۔ اس لیے سب کو چاہیے کہ اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ ایسے موقعوں پر خصوصیت سے دعائیں لگے رہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مَہد میں کلام

فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا کہ وہ مہد میں بولنے لگے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت تو بچوں کا پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لیے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز اَمر نہیں۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔[۱]

۱۴؍مارچ ۱۹۰۷ء

دل کی استقامت کے لیے استغفار کی ضرورت

امرتسر سے برادر احمد حسین صاحب کا خط حضرت کی خدمت میں آیا جس میں دل کے خوف کا علاج حضرت سے پوچھا ہوا تھا اور لکھا تھا کہ سنا گیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ پچیس دن سے پہلے سب لوگ یہاں چلے آئیں اور ڈوئی کے نشان پر مبارکباد تھی۔ اس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا۔

’’دل کی استقامت کے لیے بہت استغفار پڑھتے رہیں۔‘‘

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۳۱؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰، ۱۱

آفات سے بچنے کا طریق

اور میں نے کسی کو نہیں کہا کہ زلزلہ یا طاعون سے ڈر کر قادیان میں آجائیں۔ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور زلزلہ کے دن قریب آتے جاتے ہیں جس سے جانوں کا بہت نقصان ہوگا مگر نہیں معلوم کہ وہ نہایت سخت زلزلہ کب آئے گا۔ ڈوئی کا مَرنا حقیقت میں بڑی فتح ہے۔ تمام اخباروں میں اس کا ذکر ہے۔

ایک تازہ نشان

ذکر تھا کہ آجکل بہت سے شہروں میں سخت طاعون ہے اور قادیان کے ارد گرد بھی بہت طاعون ہے۔ صرف گاؤں میں نسبتاً آرام ہے۔

فرمایا۔ ہر ایک خبر کا حال نسبتاً ہی معلوم ہوتا ہے دوسری جگہوں میں قہر الٰہی کی آگ برس رہی ہے مگر جب سے کہ یہ الہام ہوا ہے کہ

''یا اللہ! اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے''

تب سے قادیان میں گویا امن ہے۔ یہ بھی ایک تازہ نشان ہے اور سوچنے والوں کے واسطے ازدیادِ ایمان کا موجب ہے۔

خواص کی موت کا نشان

ذکر آیا کہ اب تو اخباروں میں بڑے بڑے آدمیوں کے مَرنے کی خبریں آرہی ہیں۔

فرمایا۔ یہ اس الہامِ الٰہی کے منشا کے مطابق میں ہے جس میں خبر دی گئی ہے کہ مِنَ النَّاسِ وَالْعَامَّةِ یعنی طاعون میں اس حصہ خاص کے لوگ بھی ہلاک ہوں گے اور عام بھی۔

جہنم کا عذاب دائمی نہیں ہوگا

ایک دوست کا خط پیش ہوا کہ چکڑالوی مُلّاں نے اپنا مذہب یہ شائع کیا ہے کہ جب انسان مَرجاتا ہے تو ساتھ ہی روح بھی مَرجاتی ہے اور قیامت کے دن پھر ہر دو زندہ کئے جاویں گے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کو جو پہلے مَرا ہے زیادہ مدت تک عذاب ہو اور جو قیامت کے قریب مَرے گا اس کو عذاب تھوڑی مدت ہو۔

حضرت نے فرمایا۔ یہ چکڑالوی کی جہالت کا خیال ہے۔ یہ اعتراض تو تب وارد ہوسکتا ہے جبکہ

جہنم کا عذاب ہمیشہ کے واسطے ہو جس سے انسان کے واسطے کبھی بھی چھٹکارا ہونے والا نہیں ہے اور ہمیشہ کے واسطے وہ جہنم میں رہے گا۔ یہ مذہب بالکل غلط ہے اور قرآن شریف اور حدیث کے بالکل برخلاف ہے۔ قرآن شریف سے یہ اَمر ثابت ہے کہ ایک وقت عذاب کا گذار کر انسان رفتہ رفتہ عذابِ جہنم سے بچایا جائے گا۔ خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ جس انسان کو خدا تعالیٰ (نے) آپ پیدا کیا ہے اور وہ اس کی مخلوق ہے اور اس کی کمی بیشی میں اس کے خلق کا حصہ ہے وہ اس کو ایسا عذاب دے دے کہ کبھی اس کے واسطے نجات ہی نہ ہو۔ یہ مذہب تو آریوں کا ہے کہ انسان کے واسطے نجات کبھی نہیں۔ وہ کسی نہ کسی جون میں پڑا رہے گا، لیکن معلوم نہیں ہوتا ہے کہ لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے کب تک انسان بنیں گے۔ ایک ایک قطرے میں صدہا کیڑے پائے جاتے ہیں۔ آریوں کا پرمیشر کیا دیالو ہے کہ کل جگ آ گیا مگر تا حال کوئی صورت مکتی کی انسانوں کے واسطے پیدا نہیں ہوئی۔ [1]

بلا تاریخ

بچے کے کان میں اذان حکیم محمد عمر صاحب نے فیروز پور سے دریافت کیا کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کے کان میں اذان کہتے ہیں کیا یہ اَمر شریعت کے مطابق ہے یا صرف ایک رسم ہے؟

فرمایا۔ یہ اَمر حدیث سے ثابت ہے اور نیز اس وقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور حالات پر ایک اثر رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ رسم اچھی ہے اور جائز ہے۔

نشان کے پورا ہونے پر دعوت دینا جائز ہے خان صاحب عبد الحمید نے کپور تھلہ سے حضرت کی خدمت میں ڈوئی کے

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۸ / مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

شاندار نشان کے پورا ہونے کی خوشی پر دوستوں کو دعوت دینے کی اجازت حاصل کرنے کے واسطے خط لکھا۔

حضرت نے اجازت دی اور فرمایا کہ

تحدیث بالنعمت کے طور پر ایسی دعوت کا دینا جائز ہے۔

مسافر کی تعریف

ایک صاحب محمد سعید الدین کا ایک سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں اور میرے بھائی ہمیشہ تجارت عطریات وغیرہ میں سفر کرتے رہتے ہیں کیا ہم نماز قصر کیا کریں۔

فرمایا۔ سفر تو وہ ہے جو ضرورتاً گاہے گاہے ایک شخص کو پیش آوے نہ یہ کہ اس کا پیشہ ہی یہ ہو کہ آج یہاں کل وہاں اپنی تجارت کرتا پھرے۔ یہ تقویٰ کے خلاف ہے کہ ایسا آدمی آپ کو مسافروں میں شامل کر کے ساری عمر نماز قصر کرنے میں ہی گذار دے۔

صنعتِ کفّار سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ جب ریل دجّال کا گدھا ہے تو ہم لوگ اس پر کیوں سوار ہوں؟

فرمایا۔ کُفّار کی صنعت سے فائدہ اٹھانا منع نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ گھوڑی کو گدھے کے ساتھ ملانا دجل ہے۔ پس ملانے والا دجّال ہے۔ لیکن آپ برابر خچر پر سواری کرتے تھے۔ اور ایک کافر بادشاہ نے ایک خچر آپ کو بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور آپ اس پر برابر سواری کرتے رہے۔[1]

۱۹؍مارچ ۱۹۰۷ء

ڈوئی کی ہلاکت کا نشان

فرمایا کہ ڈوئی کے ساتھ کوئی ہمارا ذاتی جھگڑا نہ تھا بلکہ وہ مذہب عیسوی کا اس زمانہ میں ایک ہی پیغمبر تھا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ہلاک

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۸؍مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

کرنے کے واسطے دعا اور کوشش میں مصروف تھا۔ پس اس کی ہلاکت سے اسلام اور عیسائیت کے مابین فیصلہ ہو گیا ہے وہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود خنزیز کو قتل کرے گا وہ خنزیز یہی ڈوئی تھا اور اتنا بڑا آدمی تھا کہ اس کے مَرنے کی تاریں فوراً تمام دنیا میں دی گئی تھیں اور صدہا اخباروں میں اس کا ذکر چھپا کرتا تھا اور سب لوگ اسے بخوبی جانتے ہیں۔ لیکھرام وغیرہ کے حالات تو اسی ملک میں محدود تھے اور ممکن ہے کہ ان کے متعلق پیشگوئی اور پھر ان کی موت کی خبر ان ممالک میں نہ پہنچی ہو۔ مگر اس کے متعلق کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لیکھرام تو صرف پنجاب اور بعض علاقہ جات ہند میں مشہور تھا ورنہ ایک گمنام اور بے نشان آدمی تھا لیکن ڈوئی کے نام اور حالات سے یورپ اور امریکہ کے بادشاہ بھی واقف تھے۔ اس نے ایک دفعہ دنیا کے گرد دورہ کیا تھا اور ہند کے جزیرہ سیلون میں بھی آیا تھا۔ جو شخص ایسے عظیم الشان نشان کا بھی انکار کرے وہ بہت ہی بے حیا ہوگا اور اس کا جرم قابل عفو نہ ہوگا۔ قدرتِ خدا! ادھر ڈوئی مَرا ادھر بذریعہ الہام ہم کو اس کی موت کی خبر دی گئی اور ساتھ ہی الہام ہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یہ اس مباہلہ کی طرف اشارہ تھا جو اس کے اور میرے درمیان ہو چکا تھا کہ خدا نے صادق کو فتح دی۔

لیکھرام کی موت

ذکر تھا کہ ایک آریہ کہتا تھا کہ ہم لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔ ہم میں کوئی مَرتا نہیں اور لیکھرام مَرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔

حضرت نے فرمایا۔

لیکھرام نے جب خود مباہلہ کیا تھا۔ اپنے پرمیشر کے آگے وید پیش کر کے فیصلہ چاہا تھا کہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور میرے حق میں پیشگوئی کی تھی کہ مرزا صاحب تین سال میں مَر جائیں گے اور میں نے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کی تھی کہ وہ چھ سال میں مَر جائے گا۔ تو پھر جب وہ اس مباہلہ کے نتیجہ میں مَر گیا اور اپنی موت سے خود شہادت دے گیا کہ اسلام سچا ہے اور وید جھوٹے ہیں تو اب اس کو زندہ کہنا کیا معنے رکھتا ہے؟ اور اگر بہر حال تناسخ ہی درست ہوتا تو پھر بھی کسی کو کیا معلوم ہے کہ وہ کس کیڑے یا چرندے یا چار پائے کی جون میں ہے اور کس عذاب اور دکھ میں گرفتار ہے۔

ویدوں کی حیثیت

فرمایا۔ تعجب ہے کہ آریہ لوگ ویدوں کے کیوں شیدائی بنے پھرتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی معجزہ ہے نہ کوئی نشان ہے نہ کوئی عمدہ تعلیم ہے۔ بلکہ ان لوگوں نے اس کو دیکھا نہیں۔ اس کو پڑھا نہیں۔ ان کے بڑے بڑے پنڈت اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ کیونکہ اوّل تو سنسکرت خود مُردہ زبان ہے پھر ویدوں کی سنسکرت اور بھی نرالی ہے۔ باوجود اس قدر جہالت کے یہ لوگ شوخیاں دکھاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ شوخی اچھی نہیں ہوتی۔ اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ اپنی شوخیوں سے ہی آدمی مارا جاتا ہے۔

کثرتِ ملاقات کی برکات

سیالکوٹ کے ایک مولوی صاحب کا ذکر ہوا کہ وہ ایک جگہ مخالف مولویوں کے ساتھ مباحثہ کرنے گئے ہیں۔

فرمایا۔ مباحثات کا حق ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ وہ ہماری ملاقات سے بہت تھوڑا حصہ لیے ہوئے ہیں اور ان کو ہماری صحبت میں رہنے کا اتفاق بہت تھوڑا ہوا ہے اور جو ہوا ہے اس کو بہت مدت گذر چکی ہے۔ یہاں دن رات نئے دلائل پیدا ہوتے ہیں۔ صرف کتابوں کے دیکھنے سے کام نہیں چلتا بلکہ حاضری شرط ہے کیونکہ علم میں دن بدن ترقی ہوتی ہے۔

حضرت مولوی محمد احسن صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

ہاں یہ حق آپ کو پہنچتا ہے کیونکہ آپ کی توجہ دن رات اسی کام کی طرف ہے۔ پرانی باتیں بھی آپ کے ذہن نشین ہیں اور تازہ باتیں بھی آپ کے دماغ میں ہیں اور آپ کو اس سلسلہ کے امور اور دلائل سے اچھی طرح واقفیت ہے جب تک ایسا آدمی نہ ہو اس سے خطرہ ہے کہ لاعلمی کے سبب کہیں ٹھوکر کھائے۔

مسلمان کے لیے فری میسن ہونا ارتداد کا حکم رکھتا ہے

امیر کابل کا ذکر تھا کہ اس کے فری میسن ہونے کے سبب اس کی قوم اس پر ناراض ہے۔

فرمایا۔ اس ناراضگی میں وہ حق پر ہیں کیونکہ کوئی موحد اور سچا مسلمان فری میسن میں داخل نہیں

ہوسکتا۔ اس کا اصل شعبہ عیسائیت ہے اور بعض مدارج کے حصول کے واسطے کھلے طور پر بپتسمہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں داخل ہونا ایک ارتداد کا حکم رکھتا ہے۔ [۱]

۲۰/ مارچ ۱۹۰۷ء

ایک دوست نے کسی خاص چیز کے حصول کے واسطے عرض کیا۔

دعا جامع کرنی چاہیے

فرمایا کہ یہی دعا کرو کہ جو امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے وہی ہوجائے کیونکہ بعض دفعہ انسان ایک چیز کو اپنے لیے بہتر سمجھ کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے وہ حاصل ہوجاتی ہے لیکن اور شر اس سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے شر سے بڑھ کر ہوتا ہے اس واسطے دعا جامع کرنی چاہیے۔ میں آپ کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو محفوظ رکھے اور دراصل محفوظ رکھنے والا وہی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد

فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہوگئے۔ دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہشمند ہیں۔ [۲]

۲۱/ مارچ ۱۹۰۷ء

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن [۳]

فرمایا کہ دیکھو! ثلج کے آنے کے دن والی پیشگوئی کس طرح پوری ہوگئی اور میں نے اس کے دو پہلو لیے تھے ایک تو یہ کہ خدا کچھ ایسے نشان دکھائے جن کی وجہ سے لوگوں پر حجّت قائم ہوجائے اور دل تسکین پکڑ جائے اور دوسرا یہ کہ سخت بارش اور سردی اور ژالہ باری ہو جو

۱۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۸/ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

۲۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹/ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۳۔ بدر میں یہ ملفوظات تشحیذ الاذہان سے نقل کیے گئے ہیں۔ (مرتّب)

ایک زمانہ دراز سے کبھی نہ ہوئی ہو تو خدا تعالیٰ نے یہ دونوں پہلو پورے کر دیئے۔ یہ نشان اس طرح متواتر ظہور میں آئے کہ نہ صرف پنجاب بلکہ یورپ اور امریکہ پر بھی حجت قائم ہوگئی یعنی ڈوئی کی موت سے۔ کیونکہ جب ڈوئی نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اسلام بالکل تباہ ہو جائے اور امید کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہوگی تو اس وقت میں نے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں ڈوئی سے مباہلہ کیا کہ تُو تو حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور عیسائیت کو سچا سمجھتا ہے مگر میں اس کے برخلاف حضرت عیسیٰؑ کو ایک انسان اور خدا کا نبی مانتا ہوں اور اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں۔ پس ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ سچے کے سامنے مَر جائے گا اور میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر تو مباہلہ نہ کرے گا تو بھی تو ضرور ہلاک ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں ڈوئی نے لکھا کہ میں کیڑوں مکوڑوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر میں چاہوں تو ان (مسیح موعود) کو پاؤں کے نیچے کچل دوں اور یہ ڈوئی امریکہ کا ایک شخص تھا جس کا دعویٰ تھا کہ میں نبی ہوں اور اس کا اثر امریکہ سے لے کر یورپ تک پڑا تھا اور کہتے ہیں کہ سات کروڑ روپے کا مالک تھا۔ پس اس مباہلہ کے بعد اس کا روپیہ چھینا گیا اور صیحون گاؤں جس کو اس نے بسایا تھا اس میں سے نکالا گیا۔ پھر فالج پڑا اور ایسا پڑا کہ پچکاری سے پاخانہ نکالتے تھے اور آخر کار فروری ۱۹۰۷ء میں مَر ہی گیا۔

پس یہ ایک نشان تھا جس نے تمام یورپ اور امریکہ پر اور سعد اللہ کی موت نے ہندوستان پر حجت قائم کر دی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شخص بھی ہمارا سخت دشمن تھا۔ پس ان دو نشانوں اور دوسرے کئی نشانوں نے مل کر دنیا پر ثلج کی پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت کر دیا۔ اور پھر یہی نہیں اصل الفاظ میں بھی یہ پیشگوئی کھلے طور سے پوری ہوگئی یعنی اس موسم بہار کے موسم میں جیسا کہ لکھا گیا تھا کہ بہار کے موسم میں ایسا ہوگا۔ ایسی سخت سردی اور بارش اور ژالہ باری ہوئی ہے کہ دنیا چیخ اٹھی ہے۔ جیسا کہ آج (۲۱؍مارچ ۱۹۰۷ء) کو بھی بارش ہو رہی ہے اور سخت سردی پڑ رہی ہے۔ پس یاد رکھنا چاہیے کہ کیسے کھلے الفاظ میں اور کیسی صریح یہ پیشگوئی تھی جو کہ اپنے ہر ایک پہلو پر پوری ہوئی۔

طاعون کا نشان

فرمایا کہ ہندوستان میں چاروں طرف طاعون پھیل رہی ہے اور قریباً گیارہ برس ہوگئے کہ یہ مرض یہاں ترقی کر رہا ہے اور اب کے سال تو بہت ہی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ معلوم نہیں کہ کب تک اس کا دور دورہ رہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک لوگ اپنے دلوں کو صاف نہیں کریں گے میں اس مرض کو نہیں ہٹاؤں گا۔ اور باوجود انگریزوں کے زور لگانے کے اس کا اب تک تو علاج کوئی نہیں نکلا۔ ٹیکہ ایجاد کیا وہ بھی ناکارہ ثابت ہوا۔ چوہے مَروائے اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب مچھر مَروانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر طاعون اسی طرح تیزی پر شروع ہے بلکہ اور بھی بڑھ رہا ہے۔ مگر مجھ کو خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ تیرے گھر کی چار دیواری میں رہنے والوں کو اس مرض سے بچاؤں گا اور دیکھو کہ اب تک کئی دفعہ اس نواح میں سخت طاعون پڑ چکی ہے اور گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے ہیں اور خود قادیان میں بھی طاعون کئی دفعہ پڑ چکا ہے مگر اس گھر کو خدا نے بچائے رکھا اور کوئی آدمی بھی اس مرض سے نہیں مَرا بلکہ اس گھر کا کوئی چوہا بھی ہلاک نہیں ہوا۔ پس کیا ہی خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے![1]

۲۸؍مارچ ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

صدقہ جاریہ

ایک شخص کا خط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش ہوا کہ انسان اپنی زندگی میں کس طرح کا صدقہ جاریہ چھوڑ جائے کہ مَرنے کے بعد قیامت تک اس کا ثواب ملتا رہے۔

فرمایا کہ قیامت تک کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں ہر ایک عمل انسان کا جو اس کے مَرنے کے بعد اس کے آثار دنیا میں قائم رہیں وہ اس کے واسطے موجب ثواب ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا بیٹا ہو اور وہ اسے دین سکھلائے اور دین کا خادم بنائے تو یہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ ہر ایک عمل جو نیک نیتی کے ساتھ ایسے طور سے کیا جائے کہ اس کے بعد قائم رہے وہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

طاعون سے بچنے کا طریق

ذکر ہوا کہ اس سال طاعون بہت پھیل رہی ہے اور پچھلے سالوں کی طرح صرف عام لوگ گرفتار نہیں ہوتے بلکہ خواص اور بڑے بڑے امیر ہلاک ہو رہے ہیں جیسا کہ اخباروں میں درج ہو رہا ہے۔

فرمایا۔ باوجود اس سختی کے جو طاعون کے سبب وارد ہو رہی ہے لوگ اس طرف اب تک نہیں آتے کہ دنیوی حیلے تو سب فضول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہیے بلکہ ابھی تک لوگ یہی تجاویز پیش کرتے ہیں کہ مچھروں کو مارو اور پسوؤں کو مارو لیکن جب تک اپنے آپ کو مارنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گے وہ کبھی نجات نہ پائیں گے۔

محنت کا پھل

ذکر تھا کہ جو لوگ دراصل خدا تعالیٰ کے عابد نہیں ہیں لیکن ریا کے طور پر یا غلط راہ پر چل کر لمبی عبادتیں کرتے ہیں ان کو بھی کچھ کچھ ظاہری قبولیت اور فوائد حاصل ہو ہی جاتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا۔ چونکہ ایک محنت شاقہ اٹھاتے ہیں اس کا عوض کچھ نہ کچھ ان کو دے دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک گبر چالیس سال تک ایک جگہ آگ پر بیٹھا رہا اور اس کی پرستش میں مصروف رہا۔ چالیس سال کے بعد جب وہ اٹھا تو لوگ اس کے پاؤں کی مٹی آنکھ میں ڈالتے تھے تو ان کی آنکھ کی بیماری اچھی ہو جاتی تھی۔ اس بات کو دیکھ کر ایک صوفی گھبرایا اور اس نے سوچا کہ جھوٹے کو یہ کرامت کس طرح سے مل گئی اور وہ اپنی حالت میں مذبذب ہو گیا۔ اس پر ہاتف کی آواز اسے پہنچی جس نے کہا کہ تو کیوں گھبراتا ہے؟ سوچ کہ جب جھوٹے اور گمراہ کی محنت کو خدا تعالیٰ نے ضائع نہیں کیا تو جو سچا اس کی طرف جائے گا اس کا کیا درجہ ہوگا؟ اور اس کو کس قدر انعام ملے گا۔ تم اس زمانہ میں نہیں دیکھتے کہ پادری لوگ باوجود جھوٹے ہونے کے اپنی محنت کے سبب چالیس کروڑ اپنے ساتھ لیے پھرتے ہیں۔

توفّی کے معنی

فرمایا۔ آج علی گڑھ سے ماسٹر محمد دین صاحب کا خط آیا ہے۔ انہوں نے خوب لطیفہ لکھا ہے کہ مصر کے اخباروں میں بھی ڈوئی کے مَرنے کی خبریں لکھی ہیں۔ ایک عربی اخبار تو لکھتا ہے کہ مَاتَ ڈوئی اور دوسرا لکھتا ہے توفّی ڈوئی۔ آپس میں تو انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ توفّی کے معنے مات کے ہیں لیکن ہمارے مولوی کہیں عربی اخباروں کو پڑھ کر اس کی جگہ

بھی یہ معنے نہ کر لیں کہ ڈوئی مَرا نہیں۔ آسمان پر چلا گیا ہے۔ [۱]

۳۱؍مارچ ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

ایک الہام کا پورا ہونا

صبح نو بجے کے قریب حضرت اقدس بمع خدام سیر کے واسطے باہر تشریف لے گئے۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی لڑکی کے فوت ہوجانے کا ذکر تھا۔

فرمایا۔ ان کے خطوط اور تاریں آئی تھیں اور میں نے ان کے واسطے دعا کی تھی۔ وہ ہماری جماعت کے مخلص اور بڑی خدمت کرنے والے ہیں۔ ان کی لڑکی کے متعلق بہت دن پہلے الہام ہو چکا تھا کہ ’’لاہور سے افسوسناک خبر آئی۔‘‘ [۲] ہمیں تو بہت فکر تھا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس وقت ایک آدمی بھی لاہور بھیجا تھا۔ اچھا خدا کرے کہ اب اتنے پر ہی اکتفا ہو۔

ظاہری اسباب کی رعایت

لاہور میں بیماری کا ذکر تھا کہ بہت پھیلتی جاتی ہے اور قریباً ہر محلہ میں اس کا اثر ہے۔

فرمایا۔ یہ ہمارا حکم ہے۔ بہتر ہے کہ لاہور کے دوست اشتہار دے دیں کہ جس گھر میں چوہے مَریں اور جس کے قریب بیماری ہو فوراً وہ مکان چھوڑ دینا چاہیے اور شہر کے باہر کسی کھلے مکان میں چلا جانا چاہیے۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ ظاہری اسباب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ گندے اور تنگ وتاریک مکانوں میں رہنا تو ویسے بھی منع ہے خواہ طاعون ہو یا نہ ہو۔ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدّثر:۶) کا حکم ہے۔ ہر ایک پلیدی سے پرہیز رکھنا چاہیے۔ کپڑے صاف ہوں۔ جگہ ستھری ہو۔ بدن پاک رکھا جائے۔ یہ ضروری باتیں ہیں اور دعا اور استغفار میں مصروف رہنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی طاعون ہوئی تھی۔ ایک جگہ مسلمانوں کی فوج گئی ہوئی تھی۔ وہاں سخت طاعون پڑی۔ جب مدینہ شریف میں امیر المؤمنین کے پاس خبر پہنچی تو آپ نے حکم لکھ بھیجا کہ فوراً

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ مورخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

۲؎ بدر میں ایک اور جگہ یہ الہام یوں درج ہے ’’لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۲۷ مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

اس جگہ کو چھوڑ دو اور کسی اونچے پہاڑ پر چلے جاؤ۔ چنانچہ اس سے محفوظ ہو گئی۔ اس وقت ایک شخص نے اعتراض بھی کیا کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ فرمایا۔ میں ایک تقدیر خداوندی سے دوسری تقدیر خداوندی کی طرف بھاگتا ہوں وہ کون سا اَمر ہے جو خدا تعالیٰ کی تقدیر سے باہر ہے۔

طاعون سے بچانے کے دو وعدے

فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے دو وعدے اپنی وحی کے ذریعہ سے کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس گھر کے رہنے والوں کو طاعون سے بچائے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ دوسرا وعدہ اس کا ہماری جماعت کے متعلق ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (ترجمہ) جن لوگوں نے مان لیا ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کو نہ ملایا۔ ایسے لوگوں کے واسطے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ جماعت کے وہ لوگ بچائے جائیں گے جو پورے طور سے ہماری ہدایتوں پر عمل کریں اور اپنے اندرونی عیوب اور اپنی غلطیوں کی میل کو دور کر دیں گے اور نفس کی بدی کی طرف نہ جھکیں گے بہت سے لوگ بیعت کر کے جاتے ہیں مگر اپنے اعمال درست نہیں کرتے۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کیا بنتا ہے۔ خدا تو دلوں کے حالات سے واقف ہے۔[1]

بلا تاریخ

ہمدردی اور احتیاط

سوال ہوا کہ طاعون کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں طبیب کے واسطے کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ طبیب اور ڈاکٹر کو چاہیے کہ وہ علاج معالجہ کرے اور ہمدردی دکھائے لیکن اپنا بچاؤ رکھے۔ بیمار کے بہت قریب جانا اور مکان کے اندر جانا اس کے واسطے ضروری نہیں ہے وہ حال معلوم

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ مورخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

کر کے مشورہ دے۔ ایسا ہی خدمت کرنے والوں کے واسطے بھی ضروری ہے کہ اپنا بچاؤ بھی رکھیں اور بیمار کی ہمدردی بھی کریں۔

طاعون سے مَرنے والا مومن شہید ہوتا ہے

سوال ہوا کہ طاعون زدہ کے غسل کے واسطے کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ مومن طاعون سے مَرتا ہے تو وہ شہید ہے۔ شہید کے واسطے غسل کی ضرورت نہیں۔

کفن

سوال ہوا کہ اس کو کفن پہنایا جائے یا نہیں؟

فرمایا۔ شہید کے واسطے کفن کی ضرورت نہیں۔ وہ انہیں کپڑوں میں دفن کیا جاوے۔ ہاں اس پر ایک سفید چادر ڈال دی جائے تو ہرج نہیں۔

اسم اعظم

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ قرآن شریف میں اسم اعظم کون سا لفظ ہے؟

فرمایا۔ اسم اعظم اللہ ہے۔

خواب کو پورا کرنا

ایک دوست نے حضرت کی خدمت میں اپنی بیوی کا خواب لکھا کہ ’’کسی شخص نے خواب میں میری بیوی کو کہا کہ تمہارے بیٹے پر بڑا بوجھ ہے اس پر سے صدقہ اتارو اور ایسا کرو کہ چنے بھگو کر مٹی کے برتن میں رکھ کر اور لڑکے کے بدن کا کرتہ اتار کر اس میں باندھ کر رات سوتے وقت سرہانے چارپائی کے نیچے رکھ دو اور ساتھ چراغ جلا دو صبح کسی غیر کے ہاتھ اٹھوا کر چوراہے میں رکھ دو۔‘‘ یہ خواب لکھ کر حضرت سے دریافت کیا کہ کیا جائز ہے کہ ہم خواب اسی طرح سے پورا کر لیں۔

جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ جائز ہے کہ اس طرح سے کریں اور خواب کو پورا کر لیں۔

دعا میں صیغہ واحد کو جمع کرنا

ایک دوست کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ میں ایک مسجد میں امام ہوں بعض دعائیں جو صیغہ واحد متکلم میں ہوتی ہیں۔ یعنی انسان کے اپنے واسطے ہی ہوسکتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو صیغہ جمع میں پڑھ کر مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شامل کر لیا کروں اس میں کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ جو دعائیں قرآن شریف میں ہیں ان میں کوئی تغیر جائز نہیں کیونکہ وہ کلامِ الٰہی ہے وہ جس طرح قرآن شریف میں ہے اسی طرح پڑھنا چاہیے۔ ہاں حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں۔ ان کے متعلق اختیار ہے کہ صیغہ واحد کی بجائے صیغہ جمع پڑھ لیا کریں۔[۱]

یکم اپریل ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

صبح کو حضرت اقدس بمع خدام باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔

طاعون زدہ علاقوں کے احمدیوں کے واسطے حکم

راستہ میں عاجز[۲] راقم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

اخبار میں چھاپ دو اور سب کو اطلاع کر دو کہ یہ دن خدا تعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ غَضِبْتُ غَضْبًا شَدِيدًا۔ آجکل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جب قہرِ الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر ان کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو! حضرت نوحؑ کا طوفان سب پر پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوحؑ کا دعویٰ اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں۔ لیکن ہر ایک میں کفّار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا اور مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ ان میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ

۱۔ بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ مورخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

۲۔ حضرت مفتی محمد صادق ایڈیٹر بدر (مرتّب)

رکھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جاوے۔ سب سے اوّل حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اس کے بعد حقوقِ عباد کو ادا کرو اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اور تضرّع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہو اور کوئی دن ایسا نہ ہو جس دن تم نے خدا کے حضور رو کر دعا نہ کی ہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مَرنے شروع ہوں اس کو خالی کر دو۔ اور جس محلہ میں طاعون ہو اس محلہ سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنے نہیں کہ اس کے زہریلے سانس یا کپڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔ بلکہ اس اثر سے بچو۔ اسے کھلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اس بیماری سے مَر جائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈال دو اور چونکہ مَرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اس کے ارد گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جاویں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جاوے۔ خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔

اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں بُرا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لو گے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کریں گے خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔

مکرراً یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آ سکے اس

کو بلاتوقف چھوڑ دو کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مَرا ہو اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو۔ نیچے کے مکان سے پرہیز کرو اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو۔ نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو اور خدا کے ساتھ پوری صلح کرلو۔

کتاب ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ حضرت نے فرمایا ہے کہ کتاب ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ تمام دوست مرد اور عورت جو مقدرت رکھتے ہیں ایک ایک جلد خرید فرماویں اور نیز آریوں کے درمیان مفت تقسیم کرنے کے واسطے خریدی جائے۔ کیونکہ یہ کتاب غلطی کے سبب ساری کی ساری ہر دو اخباروں میں یک دفعہ چھپ چکی ہے اور جس دوست کی ملکیت میں وہ کتاب ہے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔[۱]

۵/اپریل ۱۹۰۷ء

ایک تازہ الہام تازہ الہام ’’حٰمٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ راز کھل گیا‘‘ کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ تفہیم یہی ہوئی ہے کہ یہ پیشگوئی ہے۔

سابقہ کتب کی مثال پہلی کتابوں کا ذکر تھا جو منسوخ شدہ ہیں اور محرف ومبدل ہیں۔ فرمایا۔ اب ان کی مثال ایک مسمار شدہ عمارت کی طرح ہے۔ جس طرح کوئی عمارت گر جاتی ہے اور اس کی اینٹیں اوپر نیچے کہیں کی کہیں جا پڑتی ہیں۔ پاخانے کی اینٹ باورچی خانے میں اور باورچی خانے کی اینٹ پاخانے میں چلی جاتی ہے۔ وہ مکانات اب اس قابل نہیں رہے کہ ان میں رہائش اختیار کی جائے جو ان کو اپنا مسکن بنائے وہ محلات میں رہنے والوں کی طرح آرام پا نہیں سکتا۔

دیسی جڑی بوٹیاں سیر میں برلب سڑک خودرو بوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ مورخہ ۴/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، ۶

یہ دیسی بوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں مگر افسوس ہے کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بوٹیاں بہت مفید ہیں۔ گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور پھر اسی پر گذارا کرتے ہیں۔ یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ

ہمارے ملک کے لوگ اکثر ان کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ ان کے ملک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب ان کے مزاج کے موافق ہیں۔[۱]

بلا تاریخ

غیر کفو میں نکاح ایک دوست کا سوال پیش ہوا کہ ایک احمدی اپنی ایک لڑکی غیر کفو کے ایک احمدی کے ہاں دینا چاہتا ہے حالانکہ اپنی کفو میں رشتہ موجود ہے اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔

فرمایا کہ اگر حسب مراد رشتہ ملے تو اپنی کفو میں کرنا بہ نسبت غیر کفو کے بہتر ہے لیکن یہ اَمر ایسا نہیں کہ بطور فرض کے ہو۔ ہر ایک شخص ایسے معاملات میں اپنی مصلحت اور اپنی اولاد کی بہتری کو خوب سمجھ سکتا ہے اگر کفو میں وہ کسی کو اس لائق نہیں دیکھتا تو دوسری جگہ دینے میں حرج نہیں اور ایسے شخص کو مجبور کرنا کہ وہ بہر حال اپنی کفو میں اپنی لڑکی دیوے۔ جائز نہیں ہے۔

جوتا پہن کر نماز ذکر تھا کہ امیر کابل اجمیر کی خانقاہ میں بوٹ پہنے ہوئے چلا گیا تھا اور ہر جگہ بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس بات کو خانقاہ کے کارندوں نے بُرا منایا۔

حضرت نے فرمایا کہ اس معاملہ میں امیر حق پر تھا جوتی پہنے ہوئے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے۔[۲]

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۱؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

۲؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۱؍اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

۱۰/اپریل ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

اچھی تلاوت کو پسند فرمانا

صبح کو حضرت سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔ خدام ساتھ تھے۔ حافظ محبوب الرحمٰن صاحب جو کہ اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ اور بھائی جان منشی ظفر احمد صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں ساتھ تھے۔ حضرت نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

یہ قرآن شریف اچھا پڑھتے ہیں اور میں نے اسی واسطے ان کو یہاں رکھ لیا ہے کہ ہر روز ان سے قرآن شریف سنا کریں گے۔ مجھے بہت شوق ہے کہ کوئی شخص عمدہ، صحیح، خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے والا ہو تو اس سے سنا کروں۔

پھر حافظ صاحب موصوف کو مخاطب کر کے حضرت نے فرمایا کہ

آج آپ سیر میں کچھ سنائیں۔

چنانچہ تھوڑی دور جا کر آپ نہایت سادگی کے ساتھ ایک کھیت کے کنارے زمین پر بیٹھ گئے اور تمام خدام بھی زمین پر بیٹھ گئے اور حافظ صاحب نے نہایت خوش الحانی سے سورۃ دہر پڑھی جس کے بعد آپ سیر کے واسطے آگے تشریف لے گئے۔

اخبارات میں قرآن کریم کی آیات

فرمایا۔ بڑا افسوس ہے کہ قرآن شریف کی جو آیات اخبار الحکم اور بدر میں لکھی جاتی ہیں ان میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں۔ اخبار والوں کو بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

مخالفین کا انجام

ذکر تھا کہ لیکھرام کی یادگار میں ایک رسالہ نکلتا ہے۔ چونکہ لیکھرام نے اپنا نام آریہ مسافر لکھا تھا اس واسطے اس رسالہ کا نام بھی آریہ مسافر رکھا گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

وہ تو اپنے اعتراضات کا جواب اپنی موت کے ساتھ آپ ہی دے گیا ہے۔ وہ مسافر بنتا تھا۔

خدا نے اسے ایسا مسافر بنایا کہ پھر کبھی واپس نہ آیا۔

فرعون کہنے والے مَرتے جاتے ہیں

ایسا ہی وہ تمام لوگ جو مجھے فرعون کہتے تھے، ہلاک ہو گئے۔ محی الدین لکھو کے والے نے اپنا الہام شائع کیا تھا کہ مرزا صاحب فرعون ہیں۔ چراغ الدین نے بھی مجھے فرعون لکھا تھا۔ الٰہی بخش نے بھی مجھے فرعون لکھا۔ مگر یہ عجیب فرعون ہے کہ پہلا فرعون تو موسیٰ کے مقابلہ میں ہلاک ہو گیا تھا اور یہاں فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ دن بدن ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔

نزولِ بَلا کا وقت

فرمایا۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ نزولِ بَلا عموماً رات کے وقت اور بعد مغرب تاریکی پھیلنے کے وقت ہوتا ہے۔[1]

خدا تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کرنا گستاخی ہے

فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کرنا بڑی گستاخی ہے۔ یہ لوگ کس گنتی میں ہیں۔ ایک نبی (یونسؑ) بھی صرف لَنْ اَرْجِعَ اِلٰی قَوْمِیْ کَذَّابًا کہنے سے زیرِ عتاب ہوا دراصل خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر شرح صدر نہ رکھنا بھی ایک مخفی اعتراض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (القلم:۴۹) ایسے امور میں مخاطب تو انبیاء ہوتے ہیں مگر دراصل سبق امت کو دینا منظور ہوتا ہے ہمارے بارے میں حق کے فیصلہ کے لیے کس قدر کھلی ہوئی راہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی نظیر اگلی امتوں میں موجود نہیں۔ دیکھو مسیح کی دوبارہ آمد کا مسئلہ ایلیا کی آمد سے کیسا صاف ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر دونوں قوموں کا باوجود اختلاف کے اتفاق ہے جیسا مسیح کے صلیب پر چڑھایا جانے کے بارے میں۔

آتھم جب رجوع والی شرط سے فائدہ اٹھا کر پندرہ ماہ میں نہ مَرا تو خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے نے کیا عمدہ جواب دیا کہ بعض اشخاص آسمان پر مَر جاتے ہیں اور اللہ کا ولی اس کو مُردہ دیکھ لیتا ہے مگر دوسرے عوام الناس اس معرفت تک نہیں پہنچتے اور اعتراض کرتے ہیں۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵ /اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

نبی کے مخالفین کی تباہی کا وقت

ان سب کی تہہ میں وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ابراھیم: ۱۶) کا قانون کام کر رہا ہے۔ ہر نبی پہلے صبر کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر جب ارادۂ الٰہی کسی قوم کی تباہی سے متعلق ہوتا ہے تو نبی میں درد کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر اس قوم کی تباہی یا خیر خواہی کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! نوح علیہ السلام پہلے صبر کرتے رہے اور بڑی مدت تک قوم کی ایذائیں سہتے رہے۔ پھر ارادۂ الٰہی جب ان کی تباہی سے متعلق ہوا تو درد کی حالت پیدا ہوئی اور دل سے نکلا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح: ۲۷) جب تک خدا تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو وہ حالت پیدا نہیں ہوتی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال پہلے صبر کرتے رہے۔ پھر جب درد کی حالت پیدا ہوئی تو قتال کے ذریعہ مخالفین پر عذاب نازل ہوا۔ خود ہماری نسبت دیکھو جب یہ شبھ چنتک جاری ہوا تو اس کا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا۔ مگر جب ارادۂ الٰہی اس کی تباہی کے متعلق ہوا تو ہماری توجہ اس طرف بے اختیار ہو گئی اور پھر تم دیکھتے ہو کہ رسالہ ابھی اچھی طرح شائع بھی نہ ہونے پایا کہ خدا کی باتیں پوری ہو گئیں۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو صفت خلق یا تکوین دی گئی۔ اس سے یہی مراد ہے کہ وہ ان کی دعا کا نتیجہ ہوتا ہے اور الٰہی صفت ایک پردہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا

یہ عیسائی اور آریہ کہتے ہیں کہ شمشیر کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کئے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی ایک دو برس تلوار چلا کر دیکھیں کوئی ان کے مذہب میں داخل ہوتا ہے یا نہیں۔ ایمان جو ایک قلبی معاملہ ہے ہم نہیں سمجھ سکتے تلوار کے ذریعہ کیوں کر کسی کو شرح صدر حاصل ہو سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی حکمت

اس میں بھی خدا کی حکمت ہے کہ فلاں فلاں مسلمان عالم ہمارے سلسلہ میں داخل نہیں۔ اگر یہ داخل ہوتے تو خدا جانے کیا کیا فتنے برپا کرتے۔ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ (الانفال: ۲۴) یہ وہ وقت ہے جس کی تمام نبیوں نے خبر دی کہ اس وقت عام تباہی ہوگی اور کوئی ایسی آفت باقی نہ رہے گی جو دنیا پر نازل نہ ہو۔ تضرّع کا مقام ہے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

۱۱/اپریل ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

غلام دستگیر قصوری کا مباہلہ

غلام دستگیر قصوری کے بارے میں ذکر تھا کہ بعض مخالفین کہتے ہیں۔ اس نے کب مباہلہ کیا؟

حضور نے فرمایا کہ

یہ جو اس نے لکھا فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (الانعام:۴۶) کا مصداق بنا۔ اس فقرے کے اس کے سوا اور کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ ظالم کی ہلاکت کا خدا تعالیٰ سے خواستگار ہے اب اللہ تعالیٰ کے فعل نے بتا دیا کہ ظالم کون ہے۔ قرآن مجید میں بھی لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (اٰل عمران:۶۲) آیا ہے۔ یوں کھول کر تو نہیں کہا گیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر عذاب نازل ہو۔ گو اس کا مفہوم یہی ہے مگر یہ عبارت نہیں۔ ایسا ہی وہاں جو قصوری نے اپنی کتاب میں لکھا تو اس کا مطلب یہی تھا۔ پھر بطریق تنزل ہم مان لیتے ہیں کہ اس نے صرف ہمارے لیے بد دعا کی مگر اب بتاؤ کہ اس کی دعا کا اثر کیا ہوا، کیا وہ الفاظ جو میرے حق میں کہے اور وہ دعا جو میرے برخلاف کی الٹی اس پر ہی نہیں پڑی۔ اب بتاؤ کہ کیا مقبولانِ الٰہی کا یہی نشان ہے کہ جو دعا وہ نہایت تضرّع و ابتہال سے کریں اس کا الٹا اثر ہو اور اثر بھی یہ کہ خود ہی ہلاک ہو کر اپنے کاذب ہونے پر مہر لگا جاویں۔ خصوصاً ایسے شخص کے مقابل میں جسے وہ مفتری اور کیا کیا سمجھتا ہے۔ دراصل وہ مجمع البحار والے کی مثال دے کر خود اس کا قائم مقام بننا چاہتا تھا اور اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ جاتا تو بڑے لمبے لمبے اشتہار شائع ہوتے لیکن خدا نے دشمن کو بالکل موقع نہ دیا کہ وہ کسی قسم کی خوشی منائے۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے میرے برخلاف بد دعا کی اور خدا سے میری جڑ کے کٹ جانے کی درخواست کی۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی جڑ کٹ گئی اور مجھے روز افزوں ترقی حاصل ہوئی۔ کیا یہ متعصب مخالف کے لیے عبرت کا مقام نہیں؟ افسوس کہ یہ لوگ ذرا بھی غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ قرآن مجید کی وہ آیت یہاں کیسی صادق آ رہی ہے کہ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ

دَآئِرَۃُ السَّوْءِ (التوبۃ:۹۸) (تاکتے ہیں تم پر زمانے کی گردشیں انہیں پر آوے گردش بُری)

مامور کے مخالفین کا انجام خدا کے مامور کے جو مقابل میں آتا ہے سب دعائیں اور لعنتیں اسی پر الٹ کر پڑتی ہیں جیسا کہ سب نے دیکھ لیا۔ یہ آریہ جو مَرے ہیں خدا تعالیٰ نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس کے مرکز تجلیات میں کوئی ہم پر افترا کرے۔ واقعی یہ بڑی خیانت کا کام ہے کہ اپنی آنکھوں سے نشان دیکھیں اور پھر نہ صرف خود انکار کریں بلکہ اَوروں کو بھی بہکائیں۔ یہ سخت بُرا کام تھا جو انہوں نے اپنے ذمہ لیا جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا ایسے ہی اس مقام میں جو تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہو کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی لیے فرمایا قرآن مجید میں لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا (الاحزاب:۶۱) (نہ پڑوس میں رہیں گے تیرے مگر چند دن)۔

نسخۂ کیمیا میرے نزدیک سب سے بڑے مشرک کیمیا گر ہیں کہ یہ رزق کی تلاش میں یوں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان اسباب سے کام نہیں لیتے جو اللہ تعالیٰ نے جائز طور سے رزق کے حصول کے لیے مقرر کئے ہیں اور نہ پھر توکل کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ (الذّاریٰت:۲۳) (اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ تم وعدہ دیئے جاتے ہو) ہم ایسے مہوسوں کو ایک کیمیا کا نسخہ بتلاتے ہیں بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:۳،۴) پس تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہوا اُسے گویا تمام جہان کی نعمتیں حاصل ہوگئیں۔ یاد رکھو متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا اس کے لیے اس کے مانگنے سے پہلے مہیا کر دیتا ہے۔

میں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثّل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا۔

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

پس یہ وہ نسخہ ہے جو تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء کا آزمایا ہوا ہے۔ نادان لوگ اس بات کو چھوڑ کر

بوٹیوں کی تلاش میں مارے پھرتے ہیں۔ اتنی محنت اگر وہ ان بوٹیوں کے پیدا کرنے والے کے پانے میں کرتے تو سب من مانی مرادیں پا لیتے۔

تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو

ہماری جماعت کو چاہیے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنے دشمن کی ہلاکت سے بے جا خوش نہ ہوں کہ تورات میں لکھا ہے بنی اسرائیل کے دشمنوں کے بارے میں کہ میں نے ان کو اس لیے ہلاک کیا کہ وہ بد ہیں نہ اس لیے کہ تم نیک ہو۔ پس نیک بننے کی کوشش کرو میرا ایک شعر ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

ہمارے مخالف جو ہیں وہ بھی متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہر چیز اپنی تاثیرات سے پہچانی جاتی ہے۔ نرا زبانی دعویٰ ٹھیک نہیں۔ اگر یہ لوگ متقی ہیں تو پھر متقی ہونے کے جو نتائج ہیں وہ ان میں کیوں نہیں؟ نہ مکالمہء الٰہی سے مشرف ہیں نہ عذاب سے حفاظت کا وعدہ ہے۔ تقویٰ ایک تریاق ہے جو اسے استعمال کرتا ہے تمام زہروں سے نجات پاتا ہے مگر تقویٰ کامل ہونا چاہیے۔ تقویٰ کی کسی شاخ پر عمل پیرا ہونا ایسا ہے جیسے کسی کو بھوک لگی ہو اور وہ دانہ کھا لے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کھانا اور نہ کھانا برابر ہے۔ ایسا ہی پانی کی پیاس ایک قطرہ سے نہیں بجھ سکتی۔ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ کسی ایک شاخ پر عمل موجبِ ناز نہیں ہوسکتا۔ پس تقویٰ وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل:۱۲۹) خدا تعالیٰ کی معیت بتا دیتی ہے کہ یہ متقی ہے۔

جب سے خالق ہے تب سے مخلوق ہے

خدا جب سے خالق ہے تب سے اس کی مخلوق ہے گو ہمیں یہ علم نہ ہو کہ وہ مخلوق کس قسم کی تھی۔ غرض نوعی قِدم کے ہم قائل ہیں۔ ایک نوع فنا کر کے دوسری بنا دی مگر یہ نہیں کہ جیسے آریہ مانتے ہیں روح مادہ ویسا ہی ازلی ابدی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ۔ ہمارا ایمان ہے کہ روح ہو یا مادہ غرض خواہ کچھ ہی ہو اللہ کی مخلوق ہے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵ /اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

۱۳؍اپریل ۱۹۰۷ء

مومن کامل طاعون سے نہیں مرتا

جو کچھ ہے خدا کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرتا ہے
بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (یٰسٓ: ۸۴)

دیکھو! خدا نے ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں کیسا امتیاز رکھا ہے۔ یہی قادیان ہے جس میں کئی مَرے اور پھر ہماری جماعت بالکل محفوظ رہی۔ ان مسلمانوں میں کئی گدّی نشین ہیں۔ کئی الہام کا دعویٰ کرتے ہیں کئی مقربان الٰہی سے بنتے ہیں۔ مگر کیا کسی کو یہ بھی وعدہ دیا گیا ہے۔ اِنِّيْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ یقیناً نہیں۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہے تو پیش کرے تاکہ اللہ اس کا جھوٹ ثابت کرے۔ دیکھو! ان سے جس نے دعویٰ کیا وہ فوراً پکڑے گئے۔ جموں کے چراغ دین نے دعویٰ کیا تھا اور پھر الٰہی بخش جو میری نسبت طاعون سے مَرنے کا خیال رکھتا تھا طاعون ہی سے ہلاک ہوئے مومن کامل تو کبھی طاعون سے نہیں مَرتا۔ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی نظیر موجود ہے کیا کوئی نبی طاعون سے مَرا؟ پھر کامل مومنین حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی سوانح کو پڑھو۔ کیا ان میں سے کوئی طاعون سے مَرا؟ ہرگز نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ تورات وانجیل میں اس طاعون کو عذاب قرار دیا گیا۔ گویا ایک قسم کا جہنم ہے۔ چنانچہ میرے الہامات میں اکثر جہنم کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد طاعون ہی ہے۔ پس مومن کامل تو جہنم سے بالکل محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر وہ اس میں پڑے تو پھر مومن کیسا ہوا؟ خدا بھی فرماتا ہے۔ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (البقرۃ:۶۰) یعنی طاعون کا عذاب ظالموں اور فاسقوں کے لیے ہے۔ یہ مامور من اللہ کے انکار اور فسق کی سزا ہے گویا اس کی خصوصیت کفر کے ساتھ ہے ہاں جو مومن کامل نہیں بلکہ معمولی ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تمحیص مقصود ہوتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ انہیں اسی دنیا میں اصلاح کے لیے بطور کفّارہ ذنوب جہنم میں داخل کرلے اور یہ سب فرقہ ہائے اسلام کی مانی ہوئی بات ہے کہ ایک فریق مومنوں کا بھی جہنم میں کچھ مدت کے لیے پڑے گا۔ پس ماننا پڑتا ہے کہ بعض مومنوں کو بھی طاعون ہوسکتا ہے مگر یاد رہے وہی مومن جو کامل نہیں۔ اسی لیے میرے الہام میں ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے

جو لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَھُمۡ بِظُلۡمٍ کے مصداق ہیں یعنی اپنے ایمان کے نور میں کسی قسم کی تاریکی شامل نہیں کرتے اور یہ مقام سوائے کاملین کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ ۶ ہجری میں جب طاعون پڑا ہے تو کوئی مسلمان نہیں مَرا لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد میں طاعون پڑا تو کئی صحابی بھی شہید ہوئے وجہ یہ کہ کامل مومنین ہی ایسی باتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اب دیکھنا تو یہ ہے کہ جسے موسیٰ ہونے کا دعویٰ تھا وہ تو یقیناً کامل مومنین سے ہے۔ پس اس کے لیے ضرور تھا کہ طاعون سے محفوظ رہتا کیونکہ یہ ایک عذاب جہنم ہے جس میں خدا کے برگزیدے نہیں پڑ سکتے۔ وہ تو اپنی نسبت یہ الہام سناتا تھا کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔'' اب ایسے عالیشان آدمی کو (اگر وہ واقعی تھا) یہ جہنم (طاعون) کیوں نصیب ہوا۔ یہ تو واقعی عجیب بات ہے کہ جسے وہ فرعون کہتا تو وہ تو اب تک زندہ ہے اور اس کے گھر کا ایک چوہا بھی نہیں مَرا مگر وہ جو موسیٰ تھا وہ طاعون سے مَر گیا جو ایک عذاب جہنم ہے۔ کیا خدا کے فرشتہ کو دھوکا ہو گیا؟ جیسے روافض کہا کرتے ہیں کہ وحی نبوت آنی تو علیؓ پر تھی مگر بھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلی گئی۔ ایسا ہی طاعون کا فرشتہ بجائے قادیان میں آنے کے لاہور چلا گیا۔

اس نکتہ کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جو معمولی مومن ہو اس کے لیے ممکن ہے کہ تمحیص کے لیے طاعون کے جہنم میں پڑے تا کہ آخرت میں جنّت نصیب ہو۔ مگر وہ جو کامل مومنین سے ہو اس کے لیے ہرگز سنّت اللہ نہیں کہ ایسے عذاب میں گرفتار ہو۔ بعض لوگوں کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلاں تو نماز پڑھتا یا ایسا تھا پھر کیوں اسے طاعون ہوا؟ اصل میں اعمال کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کے حالات سے بجز اللہ کے کوئی آگاہ نہیں۔ پس نہیں کہہ سکتے کہ فلاں متقی تھا یا مخلص احمدی تھا۔ پھر کیوں طاعون سے مَرا؟ کیونکہ ہر انسان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ فلاں کے دل میں کیا کیا گند بھرے ہیں۔ دعا کرتا رہتا تھا تو کیا عیسائی دعا نہیں کرتے؟ کیا وہ بعض اوقات نہیں روتے؟ پس ایسے معاملے خدا کے سپرد ہونے چاہئیں ہاں جب ایمان کا ثبوت ہو تو پھر ایسے طاعون سے مَرنے والے شہید ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نشان دکھائے مگر یہ لوگ ایسے ہیں کہ مانتے نہیں ۔ اگر نجاست قلبی نہ ہو تو بعض اوقات ایک نکتہ ہی کفایت کرتا ہے۔ دیکھو! جب لدھیانہ میں بیعت ہوئی تو صرف قریباً چالیس آدمی تھے۔ پھر اب چار لاکھ ہیں۔ کیا ایسی کامیابی کسی مفتری کو بھی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کی پیشگوئی بھی کر چکا ہو؟ اچھا میں نے اگر کوئی نشان نہ دکھلایا تو ان کے موسیٰ نے کیا دکھایا؟ کیا یہی کہ طاعون سے مَر گیا۔ اگر خدا کے اولیاء کا یہی انجام ہوتا ہے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ۔

(بوقت ظہر)

سچے الہام کے ساتھ فعلی شہادت ہوتی ہے

محض قول پر فریفتہ ہونے والوں کا وہی انجام ہوتا ہے جو الٰہی بخش کا ہوا۔ یاد رکھو! محض الہام جب تک اس کے ساتھ فعلی شہادت نہ ہو ہرگز کسی کام کا نہیں ۔ دیکھو! جب کفّار کی طرف سے اعتراض ہوا لَسْتَ مُرْسَلًا تو جواب دیا گیا كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ (الرّعد:۴۴) یعنی عنقریب خدا کی فعلی شہادت میری صداقت کو ثابت کر دے گی پس الہام کے ساتھ فعلی شہادت بھی چاہیے۔ دیکھو! گورنمنٹ جب کسی کو ملازمت عطا کرتی ہے تو اس کی وجاہت کے سامان بھی مہیا کر دیتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں وہ توہین عدالت کے جرم میں گرفتار ہوتے ہیں ۔ اسی طرح جو ماموران الٰہی کے مقابلہ پر آتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں آجکل پچاس آدمی کے قریب ایسے ہیں جو اس مرض میں گرفتار ہیں یعنی اپنے قولی الہام پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ سب غلطی پر ہیں شیطان انسان کا بڑا دشمن ہے مگر خود مفتری بھی ایک شیطان ہے پس وہ اپنا آپ دشمن ہے اسی لیے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیسے ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جو ایسوں کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں ۔ جس کے دعویٰ کے ساتھ عظمت وجلال ربّانی کی چمک نہ ہو تو ایسے شخص کو تسلیم کرنا اپنے تئیں آگ میں ڈالنا ہے۔

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی حقیقت

دو مخالفوں کا ذکر تھا کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں ایک دوسرے کے مخالف باہم کفر کے فتوے دے رہے

(ہیں) ایک کہتا ہے ضرور ہے کہ انبیاء بہشت میں اور فاسقین جہنم میں پڑیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرۃ:۱۰۷) کی بنا پر چاہے تو انبیاء کو دوزخ میں ڈال دے۔

فرمایا۔ اوّل الذکر حق پر ہے۔ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے یہ معنے تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ خودکشی پر بھی قادر ہے۔ اس طرح تو وہ اپنا بیٹا بنانے پر بھی قادر کہا جا سکتا ہے؟ پھر عیسائی مذہب کے اختیار کرنے میں کیا تأمّل ہے؟

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ بے شک قادر ہے مگر وہ اپنے تقدس اور ان صفات کے خلاف نہیں کرتا جو قدیم سے الہامی کتب میں بیان کی جارہی ہیں گویا ان کے خلاف اس کی توجہ ہوتی ہی نہیں۔ وہ ذات پاک اپنے مواعید کے خلاف بھی نہیں کرتا اور نہ اس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے پس ازلی ابدی اس کی صفت ہر کتاب الٰہی میں پڑھ کر پھر اس بات کے امکان پر بحث کرنا کہ وہ خودکشی پر قادر ہے یا ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ ۙ وَ لَمْ یُوْلَدْ (الاخلاص:۲ تا ۴) پڑھتے ہوئے پھر اس کے بیٹے کے امکان کا قائل ہونا نہایت لغو حرکت ہے۔ پس ایسی باتوں کے بارے میں اس بہانے سے گفتگو کرنا کہ ہم نفس امکان پر بحث کرتے ہیں سخت درجے کی گستاخی ہے۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کروڑ معجزوں سے بڑھ کر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لیے آئے تھے اسے پورا کر گئے یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ بھی رستے ہی میں مَر گئے اور حضرت مسیحؑ کی کامیابی تو ان کے حواریوں کے سلوک سے ہویدا ہے۔ ہاں آپ کو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (النّصر:۳) یعنی دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ تبدیل اخلاق ہے کہ یا تو وہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف:۱۸۰) چارپایوں سے بھی بدتر تھے یا یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:۶۵) رات نمازوں میں گذارنے والے ہو گئے۔

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۹،۸

تیسرا معجزہ۔ آپ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے پی کر ایک مسیح موعود اس امت میں ظاہر ہوا۔

چوتھی یہ بات بھی آپ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لیے اس کی قوم ہر وقت دعا نہیں کرتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالمات الٰہی ہے جو اس امت کو دیا جاتا ہے۔[1]

۱۴؍اپریل ۱۹۰۷ء (قبل عصر)

صداقت اسلام کے لیے طاعون کی تلوار

ابو سعید عرب صاحب نے ذکر کیا کہ رنگون میں بندروں میں بھی طاعون کی وبا پڑی تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ

براہین کے لکھنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے ہم کو اس طاعون کے پڑنے کی خبر دی تھی۔ بدقسمت کفّار کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ وہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی موت کا نشان مانگا کرتے ہیں۔ اب ہمارے مخالفوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس واسطے خدا نے ان کے واسطے یہ تلوار بھیج دی ہے۔ لوگ لکھتے ہیں کہ براہین میں جو دلائل کا وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ براہین میں صداقت اسلام کے واسطے کئی لاکھ دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے اس میں یہ باتیں لکھوا دی ہیں۔ کیا ہی شان ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ پہلے زمانہ میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو نامراد اور ذلیل کر کے ہلاک کیا جاتا تھا ایسا ہی آخر میں بھی ہو رہا ہے۔ اس وقت شریروں کی سزا کے واسطے تلوار آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں دی گئی تھی اور اس زمانہ میں

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

تلوار خدا خود چلا رہا ہے جو لوگ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ بدقسمت کفّار اس وقت بھی اپنی شامت اعمال کے سبب اسی طرح سے ہلاک ہوئے تھے جیسے کہ اب ہلاک ہو رہے ہیں۔ دین اسلام کی خاطر اگر اس وقت تلوار چلی تھی تو اس وقت بھی دین اسلام ہی کی خاطر تلوار چل رہی ہے۔

سب سے بڑی کرامت استجابتِ دعا ہے

فرمایا۔ یہ زمانہ کے عجائبات ہیں۔ رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابتِ دعا ہی ہے۔ باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔

خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تسلّی

احمد صاحب جو کہ مدراس سے بیعت کے واسطے آئے ہیں۔ ان کے متعلق عرب صاحب ابوسعید نے ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ قادیان میں آنے سے پہلے میں نے رؤیا میں یہ سارا نقشہ ہو بہو دیکھا تھا۔ یہ تمام مکانات وغیرہ مجھے بعینہٖ دکھائے گئے تھے۔

حضرت نے فرمایا۔

خدا تعالیٰ تسلّی دینے کے واسطے یہ باتیں دکھلا دیتا ہے اور اس کی تسلّی بے نظیر ہوتی ہے۔ دیکھو! شرقاً غرباً تمام زمین پر کسی کو یہ تسلّی دی گئی کہ اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یہ تسلّی فقط ہم کو اس گھر کے متعلق عطا فرمائی گئی ہے یہ خدا کے عجیب کام ہیں۔

دعا کا معجزہ

اس جگہ ایک لڑکے کو طاعون شدید ہو گئی تھی۔ حضرت نے اس کے واسطے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت دی۔ اس کا ذکر تھا۔ مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا کہ میں ہمیشہ غور کرتا رہا ہوں کہ جس شخص کو طاعون کے سبب خون شروع ہو جاوے وہ کبھی نہیں بچتا۔ صرف یہی ایک لڑکا دیکھا ہے جو باوجود خون آنے کے پھر بچ گیا۔

فرمایا۔ یہ صرف دعا کا نتیجہ ہے اور اس کا بچنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عبدالکریم کا بچنا تھا جس کے

واسطے کسولی سے تار آیا تھا کہ اب اس کی دیوانگی کے (آثار) نمودار ہو جانے پر کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کے حق میں ہماری دعا کو قبول کیا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ کبھی کوئی اس طرح سے بچتا دیکھا یا سنا نہیں گیا۔

ایک الہام کے معنی

فرمایا۔ یہ جو الہام تھا کہ ''یا اللہ! اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے'' گو اس کے معنے اور بھی ہوں مگر ایک معنے اس کے یہ بھی ہیں کہ یہ سخت بدزبان آریہ سوم راج اور اچھر جو ہر ہفتہ گندی گالیوں کے بھرے ہوئے اخبار چھاپتے تھے یہ بھی اس شہر کی بلائیں تھیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ٹال دیا اور جہنم واصل کر دیا۔

اس سال طاعون کا بہت ہی سخت زور ہے۔ دوسرے شہروں میں بہت تیز ہے اس کے بالمقابل یہاں گویا کچھ نہیں بعض گاؤں بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ بعض میں صرف ایک یا دو آدمی باقی رہ گئے ہیں اور بس۔ بہت سے گاؤں حصید بن گئے ہیں اور ابھی معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔ بڑے احمق ہیں وہ لوگ جو بے باکی نہیں چھوڑتے اور خدا کے ارادے سے غافل اور بے خبر بیٹھے ہیں۔

طاعون کے جراثیم بھی دابۃ الارض ہیں

دابۃ الارض بھی یہی طاعونی کیڑا ہے۔ تکلیم کاٹنے کو کہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ آئے دن بادل بھی بن جاتا ہے اور موسم بہار قائم رہتا ہے جس میں طاعون کا زور ہوتا ہے۔ اس سال موت بہت کثرت سے ہو رہی ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح خدا پہچانا اور مانا جاوے خواہ کتنے ہی ہلاک ہوں۔ اس کی کیا پروا ہے۔ اگر خدا کے منکر اور گستاخ زندہ رہے تو اس میں کوئی فائدہ کی بات نہیں۔ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بس نہ کرے گا جب تک کہ اس کی قہری تجلی اس کی ہستی کو منوا نہ لے گی۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵ /اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۷، ۸

۱۶/اپریل ۱۹۰۷ء

مامور من اللہ کی بات قولِ فیصل ہوتی ہے

فرمایا۔خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے سے کسی نے سوال کیا کہ ہم میں وہ سب پیشگوئیاں ظاہری طور پر پوری نہیں ہوتیں تو انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہودیوں کے خیال کے مطابق سب باتیں پوری ہوگئی تھیں؟ وہ تو کہتے تھے کہ بنی اسحاق میں سے ہوگا تو کیا پھر وہ نبی انہیں میں سے آیا؟ ایسا ہی مسیح کی نسبت جو کچھ لوگ خیال کئے بیٹھے تھے کہ پہلے ان سے ایلیا آئے گا تو کیا الیاس آسمان سے اتر آیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح ضرور نہیں کہ مسیح موعود کے بارے میں سب نشان ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق ہی ظہور میں آتے۔ ایسی غلطیاں ہر ایک قوم میں پڑ جاتی ہیں۔آخر مامور من اللہ آکر ان غلط عقائد وخیالات کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اصل میں جب کسی شخص کے منجانب اللہ ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنے متواتر نشانوں سے ثابت کر دے تو پھر اس کی ہر بات اختلافی مسئلہ میں قولِ فیصل ہوتی ہے اور سب پیشگوئیوں کے معنے وہی کئے جانے چاہئیں جو وہ کہے۔

الہامات میں مابہ الامتیاز

الہام کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ایک حدیث النفس ہے۔انسان کے جو اپنے خیالات ہوں وہی سنائی دیتے ہیں۔ دوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کا نزول ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر مابہ الامتیاز کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔اگر کسی کی ایک آدھ بات شاذ و نادر پوری ہو جاوے تو اسے بھی نبی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ فاسق سے فاسق شخص کا خواب بھی بعض اوقات سچا ہو جاتا ہے۔ فاسق تو درکنار ایک کافر کا خواب بھی بعض اوقات ٹھیک نکل آتا ہے۔ یہ اصل میں اتمامِ حجّت کے لیے ہے۔گویا خدا تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ یہ مادہ انسان کی فطرت میں داخل ضرور ہے کیونکہ جس کا کوئی نمونہ ہی نہ ہو اسے تو لوگ مانتے ہی نہیں مگر یہ بات نہیں کہ جسے کوئی خواب آوے وہی ولی بن جاوے بلکہ جب پوری شوکت کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہو اور ساتھ بارش کی طرح نشانوں کا نزول ہو تو پھر یقین کرنا چاہیے کہ یہ

خدا کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنا الہام یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ پیش کیا اور فرمایا کہ

دیکھو کسی کے وہم و گمان میں بھی آ سکتا تھا کہ اس قدر مخلوق الٰہی یہاں آئے گی کہ چلنا بھی دشوار اور سب سے مصافحہ کرنا بھی ناممکن ہو جائے۔

خدا کے نبی شہرت پسند نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے تئیں چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر الٰہی حکم انہیں باہر نکالتا ہے۔ دیکھو! حضرت موسیٰؑ کو جب مامور کیا جانے لگا تو انہوں نے پہلے عرض کیا کہ ہارون مجھ سے زیادہ اَفصح ہے۔ پھر کہا وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ (الشعرآء:۱۵) مگر الٰہی منشا یہی تھا کہ وہی نبی بنیں اور وہی اس لائق تھے اس لیے حکم ہوا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم جاؤ اور تبلیغ کرو۔

(بوقت ظہر)

ایک الہام کا پورا ہونا

۱۳، ۱۴ر اپریل کی درمیانی رات کو گیارہ بجے کے قریب سخت زلزلہ آنے کے بہت سے خط آئے ہیں (جو پڑھ کر سنائے بھی گئے۔)

فرمایا۔ الہام پہلے ہو چکا تھا۔ کیا یہ کسی انسان کا کام ہے کہ پردۂ غیب کی باتیں قبل از ظہور متواتر بتاتا جاوے اور پھر اسی طرح پوری ہو جاویں۔ اب جو لوگ نہیں مانتے وہ یقیناً بڑے مجرم ہیں۔ ایک نشان کے متعلق خطوط و خبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہونے پاتا کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم افترا کرتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اسے پورا کرتا جاتا ہے۔ کیا جب سے دنیا ہے کسی اور مفتری سے بھی ایسا سلوک ہوا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ ہمارا محکوم ہے کہ ہم جو کچھ کہیں وہ پورا کر دے؟ آخر کچھ تو سوچنا چاہیے۔ یہ لوگ جب ایک نشان دیکھ کر دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو اللہ ایک اور نشان کی پیشگوئی کرا دیتا ہے تاکہ ان پر اتمامِ حجّت ہو۔

الٰہی بخش کی موت

حکیم الامت کے نام امرتسر سے خط آیا تھا کہ الٰہی بخش کو موت سے پہلے اَلرَّحِيْلُ کا الہام ہوا۔

فرمایا۔ طاعون کے معنے ہی موت ہیں۔ پس ایسی حالت میں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب میرا کوچ ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ بالفرض اگر یہ الہام پورا بھی ہو گیا تو اس سے پہلے جو الہاموں کا انبار

تھا وہ کیا ہوا؟ وہ سب کیوں دریا بُرد ہو گئے؟ کہاں گئے اس کے وہ دعوے کہ یہ سلسلہ میرے سامنے تباہ ہوگا؟ عجیب بات ہے کہ موسیٰ تو طوفانِ طاعون میں غرق ہو گیا اور فرعون جیتا موجود ہے۔ انذاری الہام تو پورا ہوا یا نہ ہوا مگر وہ مبشرات کیا ہوئے۔ انذاری خبر تو بجائے خود ایک عذاب ہے۔ جس شخص کو بتا دیا جائے کہ تین دن بعد تم پھانسی ملو گے اس کے دل پر جو گذرتی ہے اور گذرنی چاہیے وہ ہر ایک شخص جانتا ہے۔ الہام تو وہ ہوتا ہے جس سے کچھ تسکین و راحت ہو نہ کہ الٹا عذاب۔ اپنے پر عذاب کی خبر پہلے ہو جانا تو معمولی بات ہے۔ جنگ بدر سے پہلے ایک عورت مشرکہ کو خواب آیا تھا کہ ہمارے خیموں کے نیچے لہو بہہ رہا ہے۔ آخر وہ بات پوری ہوگئی تو کیا اس سے وہ نبیہ سمجھ لی جاوے؟

ممکن ہے اَلرَّحِیْلُ شیطان نے کہا ہو کہ لو اب میں رخصت ہوتا ہوں جیسا کہ لکھا ہے کہ جب عذاب دیکھے گا تو شیطان کہے گا میں تم سے جدا ہوتا ہوں کیونکہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

دشمن سے نرم گفتاری کی تلقین

فرمایا۔ دشمن اگر سخت کلامی کرے تو اس کے مقابل سختی کرنے سے فائدہ نہیں کیونکہ سخت الفاظ سے برکت دور ہو جاتی ہے۔

رحم کا مقتضا

فرمایا۔ ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جاوے۔[1]

۱۷؍اپریل ۱۹۰۷ء (قبل ظہر)

نشانات کا ظہور

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اس کے نشانات کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اگر یہ معجزات اور نشانات جو اس وقت ظاہر ہو رہے ہیں ایک شخص کے ایمان کے واسطے کافی نہیں تو پھر کسی نبی کے ماننے کے واسطے کوئی راہ دنیا میں باقی نہیں رہتی، اگر معجزات اور خوارق کسی کی سچائی کے واسطے کافی نہیں تو پھر کسی نبی کے ثبوت کے واسطے کوئی دلیل قائم نہیں رہتی۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، ۵

ٹھٹھا کرنے کا انجام ایک شخص کا ذکر تھا کہ جو سلسلہ حقّہ کے ساتھ ہنسی کیا کرتا تھا اور اب طاعون میں اس کا پوتا اور بیٹا مَر گیا ہے۔

فرمایا۔ خدا کے رسولوں کے ساتھ ہنسی کرنے والا مَرتا نہیں جب تک کہ وہ نشانات کا نمونہ اپنے پر وارد ہوتا ہوا نہ دیکھ لے۔[۱]

سجدہ تعظیم ناجائز ہے ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا۔ اس نے سر نیچے جھکا کر آپ کے پاؤں پر رکھنا چاہا۔ حضرت نے ہاتھ کے ساتھ اس کے سر کو ہٹایا اور فرمایا۔

یہ طریق جائز نہیں۔ السلام علیکم کہنا اور مصافحہ کرنا چاہیے۔[۲]

۲۱؍اپریل ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

تَفَقُّہ فِی الدِّیْن کی ضرورت فرمایا۔ ہماری جماعت کو علم دین میں تفقہ پیدا کرنا چاہیے۔ مگر اس کے وہ معنے نہیں جو عام ملّاں لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں کہ استنجا وغیرہ کے چند مسائل آ گئے وہ بھی تقلیدی رنگ میں فقیہ بن بیٹھے۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی اور ہمارے کلام میں تدبّر کریں۔ قرآنی معارف وحقائق سے آگاہ ہوں۔ اگر کوئی مخالف ان پر اعتراض کرے تو اسے کافی جواب دے سکیں۔ ایک دفعہ جو امتحان لینے کی تجویز کی گئی تھی بہت ضروری تھی۔ اس کا ضرور بندوبست ہونا چاہیے۔ حقیقۃ الوحی اس مطلب کے لیے بہت مفید کتاب ہے اصل میں مسلمانوں کے لیے تو یہی جواب کافی ہے کہ تم کوئی ایسا اعتراض اس سلسلہ پر کر کے دکھاؤ جو اور انبیاء علیہم السلام پر نہ ہو سکے وہ ہرگز کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکیں گے۔

وعیدی پیشگوئی ٹل سکتی ہے یہ آتھم یا احمد بیگ والی پیشگوئیوں پر تو اعتراض کرتے ہیں مگر دوسری پیشگوئیوں اور نشانیوں کا ذکر تک نہیں کرتے۔ یہ کیسی

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ مورخہ ۲۷؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

بے انصافی ہے! ہم انہیں بارہا سمجھا چکے کہ وعید میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ دیکھو یونس نبی کی پیشگوئی ٹل گئی اور اس کی قوم پر عذاب نہ آیا۔ یاد رکھو کہ یہ تمام اقوام کا مذہب ہے کہ صدقہ سے ردّ بلا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: ۳۴) استغفار عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ہمارے تجربوں کی طرف کوئی جائے تو ایک منذر اَمر صبح کو ہو تو شام کو منسوخ ہو جاتا ہے۔

اجتہادی غلطی

دوسرا اعتراض ہمارے بعض الہامات کی نسبت اپنی رائے پر ہے کہ وہ غلطی نکلی۔ بشرط تسلیم ہم کہتے ہیں کہ اَمر تنقیح طلب تو یہ ہے کہ نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ سو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے پہلے پہلے اپنی بادشاہت دنیاوی سمجھ کر مریدوں کو ہتھیار خریدنے کا حکم دیا مگر آخر معلوم ہو گیا کہ یہ میری غلطی تھی اور وہ اس ارادہ سے باز آئے۔ پھر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح حدیبیہ والا معاملہ کہ آپ کس ارادے سے آئے اور پھر کیا ہوا؟ چونکہ آپؐ کی ذات بابرکات تمام انبیاء کے کمالات کی جامع تھی اس لیے صرف ایک ہی واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے۔ پس اس صورت میں ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔[1]

۲۲/اپریل ۱۹۰۷ء

مسیح کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کا عقیدہ

فرمایا۔ تعجب کی بات ہے کہ مسلمان نصاریٰ سے بھی گئے گذرے ہیں۔ عیسائیوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر گئے۔ وہ سب قائل ہیں کہ جلالی جسم تھا۔ مگر یہ مسلمان ہو کر کہتے ہیں کہ نہیں اسی خاکی جسم کے ساتھ گئے اور اسی کے ساتھ اتریں گے۔ حالانکہ عیسائی ان کے نزول کو بھی ایسا نہیں مانتے۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

مقام لولاک کی حقیقت لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ میں کیا مشکل ہے؟ قرآن مجید میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ:۳۰) زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لیے افلاک بھی ہوں؟ دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشا کا خدا کی رضامندی کے موافق کام لے اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔

ہندوؤں کی حکومت کیا انصاف کرے گی؟ آریہ اور بنگالیوں کی شورش کا ذکر تھا۔
فرمایا۔ ان کے خیالات وحرکات سے ہمیں قطعی نفرت ہے۔ ہماری جماعت کو بالکل ان سے الگ رہنا چاہیے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو قوم حیوان کو انسان پر ترجیح دیتی ہو اور ایک گائے کے ذبح سے انسان کا خون کر دینا کچھ بات نہ سمجھتی ہو۔ وہ حاکم ہو کر کیا انصاف کرے گی۔

؎ مردانِ خدا۔ خدا نہ باشند لیکن از خدا۔ جدا نہ باشند

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے وہ کام دکھلاتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔[1]

بلا تاریخ

فاتحہ خوانی سوال پیش ہوا کہ کسی کے مَرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع رہتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ فاتحہ خوانی ایک دعائے مغفرت ہے پس اس میں کیا مضائقہ ہے؟

فرمایا کہ ہم تو دیکھتے ہیں وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریمؐ یا صحابہ کرامؓ وائمہ عظام میں سے کسی نے یوں کیا؟ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی؟ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

ناجائز ہے جو جنازہ میں شامل نہ ہوسکیں وہ اپنے طور سے دعا کریں یا جنازہ غائب پڑھ دیں۔[1]

۲۶؍اپریل ۱۹۰۷ء

ایک فقہی مسئلہ

نماز مغرب میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے پیش امام صاحب کی آواز آخری صفوں تک نہ پہنچ سکنے کے سبب درمیانی صفوں میں سے ایک شخص حسب معمول تکبیر کا بآواز بلند تکرار کرتا جاتا تھا۔ آخری رکعت میں جب سب التحیات بیٹھے تھے اور دعائے التحیات اور درود شریف پڑھ چکے تھے اور قریب تھا کہ پیش امام صاحب سلام کہیں مگر ہنوز انہوں نے سلام نہ کہا تھا کہ درمیانی مکبّر کو غلطی لگی اور اس نے سلام کہہ دیا جس پر آخری صفوں کے نمازیوں نے بھی سلام کہہ دیا اور بعض نے سنتیں بھی شروع کر دیں کہ امام نے سلام کہا اور درمیانی مکبّر نے جو اپنی غلطی پر آگاہ ہو چکا تھا دوبارہ سلام کہا۔ اس پر ان نمازیوں نے جو پہلے سے سلام کہہ چکے تھے اور نماز سے فارغ ہو چکے تھے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا ہماری نماز ہوگئی یا ہم دوبارہ نماز پڑھیں۔

صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے جو خود بھی پچھلی صفوں میں تھے اور امام سے پہلے سلام کہہ چکے ہوئے تھے فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کیا جا چکا ہے اور حضرت نے فرمایا ہے کہ

آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد اگر ایسا ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ایک مسجد میں دو جمعے

سوال پیش ہوا کہ بعض مساجد اس قسم کی ہیں کہ وہاں احمدی اور غیر احمدی کو اپنی جماعت اپنے امام کے ساتھ الگ الگ کرا لینے کا اختیار قانوناً یا باہمی مصالحت سے حاصل ہوتا ہے تو ایسی جگہ جمعہ کے واسطے کیا کیا جاوے؟ کیونکہ ایک مسجد میں دو جمعے جائز نہیں ہو سکتے۔

فرمایا۔ جو لوگ تم کو کافر کہتے ہیں اور تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ تو بہر حال تمہاری اذان

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

اور تمہاری نماز جمعہ کو اذان اور نماز سمجھتے ہی نہیں اس واسطے وہ تو پڑھ ہی لیں گے اور چونکہ وہ مومن کو کافر کہہ کر بموجب حدیث خود کافر ہو چکے ہیں۔ اس واسطے تمہارے نزدیک بھی ان کی اذان اور نماز کا عدم وجود برابر ہے۔ تم اپنی اذان کہو اور اپنے امام کے ساتھ اپنا جمعہ پڑھو۔

حجِ بدل خوشاب سے ایک مرحوم احمدی کے ورثاء نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ مرحوم کا ارادہ پختہ حج پر جانے کا تھا مگر موت نے مہلت نہ دی۔ کیا جائز ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی آدمی خرچ دے کر بھیج دیا جاوے۔

فرمایا۔ جائز ہے۔ اس سے متوفّی کو ثواب حج کا حاصل ہو جائے گا۔[1]

۲۸؍اپریل ۱۹۰۷ء

خدا تعالیٰ کے ساتھ کون لڑ سکتا ہے حضرت اقدس کی طبیعت کسی قدر علیل ہے اس واسطے خدام کو جن میں زیادہ تر باہر سے آئے ہوئے دوست ہیں جیسا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب، شیخ عبدالرحمٰن صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، میاں چراغ الدین صاحب، صاحبزادگان میاں صاحب موصوف، میاں معراج الدین صاحب، سردار فضل حق صاحب وغیرہ سب کو صبح کے وقت ملاقات کے واسطے از روئے شفقت اندر ہی طلب کیا اور فرمایا۔

وہ دن آتے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے روشن نشانوں کے ساتھ تمام پردے اٹھاتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی ایک دوزبردست ہاتھ اور دکھا دے گا تو پھر کہاں تک لوگ برداشت کر سکیں گے۔ آخر ان کو ماننا پڑے گا کہ حق اسی میں ہے جو ہم کہتے ہیں۔ ہمارے مخالف جو ہمارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں دراصل ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرتے بلکہ خدا کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں اور کون ہے جو خدا کے ساتھ لڑائی میں کامیاب ہو؟

مخفی گناہوں سے بچنے کی تلقین فرمایا۔ جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر بندے کا ہی ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا تو قصور نہیں۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۸ مورخہ ۲؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲

بعض لوگ بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے یہ کیوں محروم رہا لیکن دراصل اس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنہوں نے اس کی حالت یہاں تک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگذر فرماتا ہے۔ اس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتا نہیں لگتا۔ مگر مخفی گناہ دراصل ظاہر کے گناہوں سے بدتر ہوتے ہیں۔ گناہوں کا حال بھی بیماریوں کی طرح ہے۔ بعض موٹی بیماریاں ہیں ہر ایک شخص دیکھ لیتا ہے کہ فلاں بیمار ہے مگر بعض ایسی مخفی بیماریاں ہیں کہ بسا اوقات مریض کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کوئی خطرہ دامنگیر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی تپ دق ہے کہ ابتدا میں اس کا پتا بعض دفعہ طبیب کو بھی نہیں لگتا یہاں تک کہ بیماری خوفناک صورت اختیار کرتی ہے ایسا ہی انسان کے اندرونی اور مخفی گناہ ہیں جو رفتہ رفتہ اسے ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا (الشمس: ۱۰) اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ لیکن تزکیہ نفس بھی ایک موت ہے۔ جب تک کہ کل اخلاقِ رذیلہ کو ترک نہ کیا جاوے تزکیہ نفس کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص میں کسی نہ کسی شرّ کا مادہ ہوتا ہے وہ اس کا شیطان ہوتا ہے۔ جب تک کہ اس کو قتل نہ کرے کام نہیں بن سکتا۔

تکبّر بڑا گناہ ہے

فرمایا۔ سب سے اوّل آدم نے بھی گناہ کیا تھا اور شیطان نے بھی۔ مگر آدم میں تکبر نہ تھا اس لیے خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اس کا گناہ بخشا گیا۔ اسی سے انسان کے واسطے توبہ کے ساتھ گناہوں کے بخشا جانے کی امید ہے۔ لیکن شیطان نے تکبر کیا اور وہ ملعون ہوا جو چیز کہ انسان میں نہیں، متکبر آدمی خواہ مخواہ اپنے لیے اس چیز کے دعوے کے واسطے تیار ہو جاتا ہے۔ انبیاء میں بہت سے ہنر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہنر سلب خودی کا ہوتا ہے۔ ان میں خودی نہیں رہتی۔ وہ اپنے نفس پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں کبریائی خدا کے واسطے ہے۔ جو لوگ تکبر نہیں کرتے اور انکساری سے کام لیتے ہیں وہ ضائع نہیں ہوتے۔

استخارہ کا بھی وقت ہوتا ہے

ایک شخص کا خط آیا کہ میں آپ کے متعلق استخارہ کرنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ حق پر ہیں یا نہیں۔

فرمایا۔ ایک وقت تھا کہ ہم نے خود اپنی کتاب میں استخارہ لکھا تھا کہ لوگ اس طرح سے کریں تو خدا تعالیٰ ان پر حق کو کھول دے گا۔ مگر اب استخاروں کی کیا ضرورت ہے جبکہ نشاناتِ الٰہی بارش کی طرح برس رہے ہیں اور ہزاروں کرامات اور معجزات ظاہر ہو چکے ہیں۔ کیا ایسے وقت میں استخاروں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟ کھلے نشانات کو دیکھ کر پھر استخارہ کرنا خدا تعالیٰ کے حضور میں گستاخی ہے۔ کیا اب جائز ہے کہ کوئی شخص استخارہ کرے کہ اسلام کا مذہب سچا ہے یا جھوٹا اور استخارہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے سچے نبی تھے یا نہیں تھے۔ اس قدر نشانات کے بعد استخاروں کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں۔[1]

۵؍مئی ۱۹۰۷ء

اظہارِ غیب

فرمایا۔ آج قرآن شریف کی آیت شریفہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷، ۲۸) سے مجھے ایک نکتہ خیال میں آیا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اس کے غیب کا اظہار سوائے برگزیدہ رسولوں کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔ اس میں سوچنے کے لائق لفظ اظہار ہے اظہار سے مراد یہ ہے کہ کھلا کھلا غیب کثرت کے ساتھ کسی پر کھولا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف متشابہات کے طور پر تھوڑا سا غیب تو گاہے گاہے کسی دوسرے پر بھی کھولا جاتا ہے۔ مگر اس میں محکم بات نہیں ہوتی اور اس کے واسطے شرط نہیں کہ جس پر کھولا جائے وہ مومن ہو یا کافر ہو۔ ہر ایک مذہب کے آدمی کو یہ حالت گاہے حاصل ہو سکتی ہے کہ کوئی تھوڑی سی بات مشتبہ یا غیر مشتبہ اس کو غیب سے مل جائے۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن منع صرف اظہار علی الغیب کی ہے۔ اظہار کا لفظ اس کی کیفیت اور کمیت پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ غیب کی خبر مصفّٰی ہو۔ شک اور شبہ سے پاک ہو اور دوسرا کثرت سے ہو جس سے ظاہر ہو کہ یہ خارق عادت اور معجزہ نما ہے اس آیت سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ رسولوں کے سوائے دوسرے لوگوں کو بھی غیب کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے مگر ان کے غیب میں اظہار کا رنگ نہیں ہوتا۔ اظہار کا لفظ ایک خاص

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۱۸ مورخہ ۲؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲

امتیاز کو ظاہر کرتا ہے۔

پیشگوئیوں میں اخفا ضروری ہے

فرمایا۔ پیشگوئی میں کسی قدر اخفا اور متشابہات کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہی ہمیشہ سے سنّتِ الٰہی ہے۔ ملاکی نبی اگر اپنی پیشگوئی میں صاف لکھ دیتا کہ الیاس خود نہ آئے گا بلکہ اس کا مثیل تو حضرت عیسیٰ کے ماننے میں اس قدر دقّتیں اس زمانہ کے علماء کو پیش نہ آتیں۔ ایسا ہی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئیاں تورات اور انجیل میں ہیں وہ نہایت ظاہر الفاظ میں ہوتیں کہ آنے والا نبی آخر الزمان اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہوگا اور شہر مکہ میں ہوگا تو پھر یہودیوں کو آپ کے ماننے سے کوئی انکار نہ ہوسکتا تھا، لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ ان میں متقی کون ہے جو صداقت کو اس کے نشانات سے دیکھ کر پہچانتا اور اس پر ایمان لاتا ہے۔

کسی احمدی کا طاعون سے مَرنا

فرمایا۔ مخالفین کا یہ اعتراض کہ بعض ہماری جماعت کے آدمی طاعون سے کیوں مَرتے ہیں بالکل ناجائز ہے۔ ہم نے کبھی کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کی کہ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرنے والا کوئی شخص کبھی طاعون میں گرفتار نہ ہوگا۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ اوّل طبقہ کے لوگ اس قسم کی بیماری میں گرفتار ہو کر نہیں مَرتے۔ کوئی نبی، صدیق، ولی کبھی طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی طاعون ہوئی تھی مگر کیا حضرت عمرؓ پر بھی اس کا کوئی اثر ہوا تھا؟ عظیم الشان صحابہؓ میں سے کوئی طاعون میں گرفتار نہیں ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی طاعون سے مَرا ہے؟ ہاں اس میں شک نہیں کہ ایسی بیماری کے وقت بعض ادنیٰ طبقہ کے مومنین (طاعون) میں گرفتار ہوتے ہیں مگر وہ شہید ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی کمزوریوں اور گناہوں کو اس طرح سے غفر کرتا ہے جیسا کہ ان جہادوں میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفّار کے ساتھ کئے۔ اگرچہ پہلے سے پیشگوئی تھی کہ ان جہادوں میں کفّار جہنم میں گرائے جائیں گے۔ تاہم بعض مسلمان بھی قتل کئے گئے مگر اعلیٰ طبقہ کے صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ جیسوں میں سے کوئی

شہید نہیں ہوا۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے جنگ میں شہادت میں اعلیٰ درجہ کے لوگ شامل نہیں ہوتے اسی طرح طاعون میں بھی اگر ہماری جماعت کا کوئی آدمی گرفتار ہو جائے تو یہ اس کے واسطے شہادت ہے اور خدا تعالیٰ اس کا اس کو اجر دے گا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ ہونا قرآن سے ثابت ہے

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ مسیح کو بن باپ مانا جائے؟

فرمایا۔ قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور قرآن شریف پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ پھر قانونِ قدرت میں ہم اس کے برخلاف کوئی دلیل نہیں پاتے۔ کیونکہ سینکڑوں کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نہ باپ رکھتے ہیں اور نہ ماں۔ قرآن شریف میں جہاں اس کا ذکر ہے وہاں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دو عجائب نمونوں کا ذکر کیا ہے۔ اوّل حضرت زکریاؑ کا ذکر ہے کہ ایسی پیرانہ سالی میں جہاں کہ بیوی بھی بانجھ تھی خدا نے بیٹا پیدا کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ دوسرا واقعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ایک اور قدرت عجیبہ کا نمونہ ہے۔ اس کے ماننے میں کون سا ہرج پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بن باپ ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے کَمَثَلِ اٰدَمَ جو فرمایا اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس میں ایک عجوبہ قدرت ہے جس کے واسطے آدم کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔

شہید کا جنازہ فرشتے پڑھتے ہیں

ذکر تھا کہ بعض جگہ چھوٹے گاؤں میں ایک ہی احمدی گھر ہے اور مخالف ایسے متعصب ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی احمدی مَر جائے گا تو ہم جنازہ بھی نہ پڑھیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ

ایسے مخالفوں کا جنازہ پڑھا کر احمدی نے کیا لینا ہے۔ جنازہ تو دعا ہے جو شخص خود ہی خدا کے نزدیک مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ میں ہے اس کی دعا کا کیا اثر ہے؟ احمدی شہید کا جنازہ خود فرشتے پڑھیں

گے۔ ایسے لوگوں کی ہرگز پروانہ کرواور اپنے خدا پر بھروسہ کرو۔

طاعون اور ہماری جماعت

فرمایا۔ یہ نادان لوگوں کا غلط خیال ہے کہ طاعون ہماری جماعت کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر طاعون سے کوئی آدمی ہماری جماعت کا شہید ہوتا ہے تو یہاں تو خدا تعالیٰ ایک کی بجائے سو بھیج دیتا ہے لیکن ہمارے مخالفوں کا یہ حال ہے کہ ایک تو طاعون سے ہزاروں مَر رہے ہیں۔ وہ بھی ان میں سے کم ہو گئے اور جو زندہ ہیں ان میں سے ہزاروں نکل کر ہماری جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت تو دن بدن بڑھ رہی ہے اور مخالفوں کی جماعت دن بدن گھٹ رہی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ گھاٹے میں کون ہیں اور فائدے میں کون ہیں۔

آریہ سماج کا انجام

فرمایا۔ افسوس ہے کہ آریہ سماج نے ایسی بُری راہ اختیار کی ہے جس کا انجام کسی صورت میں نیک نہیں ہوسکتا اور اب ان کے لیڈر کو ہی جلاوطن نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ دراصل آریہ سماج ہی جلاوطن ہو گیا ہے اور اب اس کا خاتمہ ہے۔

اہلسنّت والجماعت کون ہے

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک عمدہ نکتہ بیان کیا۔

فرمایا۔ میں نے ایک سنی مولوی سے پوچھا کہ تم اہلسنّت والجماعت بنتے ہو۔ تمہارا امام کون ہے؟ اس نے کہا کہ کئی ایک لوگ امام ہیں۔ میں نے کہا کہ امام تو ایک ہی ہوتا ہے اور وہ تمہارے درمیان کوئی نہیں اس واسطے تمہیں اہل سنّت والجماعت کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

امام والی جماعت ایک ہی ہے

اس وقت دنیا بھر میں ایک ہی مذہبی جماعت (احمدیہ) ہے جو اپنا ایک امام رکھتی ہے ورنہ تمام دوسری جماعتیں نخصمی ہیں۔ ان کا کوئی پیشوا نہیں۔ آپس میں قُلُوۡبُہُمۡ شَتّٰی (الحشر: ۱۵) کا مصداق بن رہے ہیں۔[۱]

تواضع اور عاجزی

فرمایا۔ تواضع اور مسکنت عمدہ شَے ہے جو شخص باوجود محتاج ہونے کے تکبر کرتا ہے وہ کبھی مراد کو نہیں پا سکتا۔ اس کو چاہیے کہ عاجزی اختیار

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

کرے۔ کہتے ہیں کہ جالینوس حکیم ایک بادشاہ کے پاس ملازم تھا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ ایسی ردّی چیزیں کھایا کرتا تھا جن سے جالینوس کو یقین تھا کہ بادشاہ کو جذام ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ بادشاہ کو روکتا تھا مگر بادشاہ باز نہ آتا تھا۔ اس سے تنگ آ کر جالینوس وہاں سے بھاگ کر اپنے وطن کو چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کے بدن پر جذام کے آثار نمودار ہوئے۔ تب بادشاہ نے اپنی غلطی کو سمجھا اور اس نے انکسار اختیار کیا۔ اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھایا اور خود فقیرانہ لباس پہن کر وہاں سے چل نکلا اور جالینوس کے پاس پہنچا۔ جالینوس نے اس کو پہچانا اور بادشاہ کی تواضع اسے پسند آئی اور پورے زور سے اس کے علاج میں مصروف ہوا۔ تب خدا نے اسے شفا دی۔ [1]

۷؍مئی ۱۹۰۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اپنی جماعت کے لیے ضروری نصیحت

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل ایسی ایسی حرکات ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب، ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ محسن گورنمنٹ ہے۔ اس کے ظلِ حمایت میں ہمارا یہ فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ مورخہ ۲۷؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لیے چن لیا کہ تا یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطانِ روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں ہی اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے جب وہ میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس قصور کی وجہ سے کہ وہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا۔ پس کیا تمہیں ایسے لوگوں سے کچھ توقع ہے کہ تمہیں ایسے سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی۔ بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتووں کے رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ سو خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایۂ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو عیسائی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو پناہ دی تھی میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کے رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکر گذاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لیے نصیحت کروں۔

سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو! کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابل پر کوئی باغیانہ خیال رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجہ سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکر گذار نہ ہوں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن:۶۱) یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ

سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے آئے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لیے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم خدا داد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدائے تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لیے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑا ثواب کا کام ہے۔

سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزّت کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ بہت دن نہیں گذرے کہ ایک پادری نے کپتان ڈگلس کی عدالت میں میرے پر اقدامِ قتل کا مقدمہ کیا تھا۔ اس دانشمند اور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی ہے اس لیے مجھے عزّت کے ساتھ بری کیا بلکہ مجھے اجازت دی کہ اگر چاہو تو جھوٹا مقدمہ بنانے والوں پر سزا دلانے کے لیے نالش کرو۔ سو اس نمونہ سے ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف اور عدل کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔

اور یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور

کوئی مسئلہ نہیں ہے۔جس دین کی تعلیم عمدہ ہے جس دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے خدا نے معجزات دکھلائے ہیں اور دکھلا رہا ہے ایسے دین کو جہاد کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ظالم لوگ اسلام پر تلوار کے ساتھ حملے کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے نابود کر دیں۔سو جنہوں نے تلواریں اٹھائیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔سو وہ جنگ صرف دفاعی جنگ تھی۔اب خواہ نخواہ ایسے اعتقاد پھیلانا کہ کوئی مہدی خونی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا یہ محض بناوٹی مسائل ہیں جن سے ہمارے مخالف مسلمانوں کے دل خراب اور سخت ہو گئے ہیں اور جن کے ایسے عقیدے ہیں وہ خطرناک انسان ہیں اور ایسے عقیدے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لیے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں بلکہ ضرور ہوں گے سو ہماری کوشش ہے کہ مسلمان ایسے عقیدوں سے رہائی پاویں۔یاد رکھو کہ وہ دین خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔جس میں انسانی ہمدردی نہیں۔ خدا نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم کیا جاوے۔والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد

مورخہ ۷؍مئی ۱۹۰۷ء[۱]

نرخ اشیاء

سوال پیش ہوا کہ بعض تاجر جو گلی کوچوں میں یا بازار میں اشیاء فروخت کرتے ہیں ایک ہی چیز کی قیمت کسی سے کم لیتے ہیں اور کسی سے زیادہ کیا یہ جائز ہے۔؟

فرمایا۔مالک شئے کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کی قیمت جو چاہے لگائے اور مانگے لیکن وقت فروخت تراضی طرفین ہو اور بیچنے والا کسی قسم کا دھوکا نہ کرے مثلاً ایسا نہ ہو کہ چیز کے خواص وہ نہ ہوں جو بیان کئے جاویں یا اور کسی قسم کا دغا خریدار سے کیا جاوے اور جھوٹ بولا جاوے اور یہ بھی جائز نہیں کہ بچے یا ناواقف کو پائے تو دھوکا دے کر قیمت زیادہ لے لے جس کو اس ملک میں ''لگّا دا'' لگانا کہتے ہیں۔یہ ناجائز ہے۔[۲]

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۹؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ ۲؎ بدر جلد ۶ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۶؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

۱۴؍مئی ۱۹۰۷ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکسار

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور نے حقیقۃ الوحی کے لکھنے اور پروفوں کے بار بار پڑھنے میں بہت محنت اٹھائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بار بار حضور کی طبیعت علیل ہو جاتی ہے اب حضور چند روز بالکل آرام فرماویں اور پڑھنے لکھنے کے کام کو بالکل ترک فرماویں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا۔

ہماری محنت ہی کیا ہے۔ ہمیں تو شرم آتی ہے جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں کی طرف نگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح خوشی کے ساتھ انہوں نے خدا کی راہ میں اپنے سر بھی کٹوا دیئے۔ [۱]

بلا تاریخ

غسّال کے پیچھے نماز

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ غسال کو نماز کے واسطے پیش امام بنانا جائز ہے؟

فرمایا۔ یہ سوال بے معنے ہے۔ غسّال ہونا کوئی گناہ نہیں۔ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو متّقی ہو۔ نیکوکار، عالم باعمل ہو۔ اگر ایسا ہے تو غسّال ہونا کوئی عیب نہیں جو امامت سے روک سکے۔ [۲]

۱۸؍مئی ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

خواب میں بادل کا دیکھنا

فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ بادل چڑھا ہے۔ میں ڈرا ہوں مگر کسی نے کہا کہ تمہارے لیے مبارک ہے۔

قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ عذاب کو بادل کے رنگ میں دکھایا جاتا ہے۔ یہ لوگ نشان پر نشان

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ مورخہ ۲۷؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۷ ۲؎ بدر جلد ۶ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۳؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

دیکھتے ہیں مگر کچھ پروانہیں کرتے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے فعل کو عبث نہیں جانے دے گا۔ جو اس کے فعل کو عملی رنگ میں عبث قرار دیتے ہیں وہ ضرور پکڑے جاویں گے۔ موسیٰؑ کے زمانہ کی طرح ایک نشان سے بڑھ کر دوسرا نشان دکھایا جاتا ہے مگر ان کی فرعونیت فرعون سے بھی بڑھ گئی۔ اپنی تدبیروں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ مگر دیکھو کیسی الٹی منہ پر پڑتی ہے۔ رائے ظاہر کی کہ طاعون اب رو بہ کمی ہے۔ اس کا کیڑا مر چکا ہے۔ مگر دیکھو کہ اس سال تمام پچھلے سالوں سے بڑھ کر مَری پڑی اور آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر پڑے گی۔

بعض عیسائیوں کی درخواستوں کا تذکرہ تھا جو ضلالت کی ظلمات سے نکل کر ہدایت کے نور میں آنا چاہتے ہیں۔

فرمایا۔ کسی کی غرض دین ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سب سامان مہیا کر دیتا ہے۔ بیکار لوگ جو کسی کام کے نہ ہوں۔ صرف کھانے پینے اور روپیہ جمع کرنے کی فکر میں ہوں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ بعد میں تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی رحیمیت پر اعتراض کا جواب

لاہور کا دہریہ اپنے اخبار جیون تت میں مختلف حوادث سماوی اور طاعون سے بعض جگہ آدمیوں کے تلف ہونے پر خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت پر اعتراض کرتا ہے اور نادان کو اتنا خیال نہیں آتا کہ گورنمنٹ کسی بدمعاش کو جیل خانہ بھیجتی ہے یا کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیتی ہے تو کیا کبھی کسی دانا نے گورنمنٹ کو ظالم یا بے رحم قرار دیا ہے؟ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینا خود رحم ہے۔ کیا نادان دہریہ کے نزدیک جیل کے داروغے اور سیشن کورٹ کے جج سب ظالم اور سفاک ہیں؟ اور محکمات سب بند کر دینے چاہئیں؟[۱]

[۱] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰ و بدر جلد ۶ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

بلا تاریخ

حضرت ابراہیمؑ کے لیے آگ کا ٹھنڈا کیا جانا

ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ پر جو آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی آیا وہ فی الواقع آتش ہیزم تھی یا کہ فتنہ وفساد کی آگ تھی۔

حضرت نے فرمایا۔

فتنہ وفساد کی آگ تو ہر نبی کے مقابل میں ہوتی ہے اور وہی ہمیشہ کوئی ایسا رنگ اختیار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معجزہ نما طاقت اپنے نبی کی تائید میں اس کے بالمقابل دکھاتا ہے۔ظاہری آتش کا حضرت ابراہیمؑ پر فرو کر دینا خدا تعالیٰ کے آگے کوئی مشکل اَمر نہیں اور ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ان واقعات کی اب بہت تحقیقات کی ضرورت نہیں کیونکہ ہزاروں سالوں کی بات ہے۔ہم خود اس زمانہ میں ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں اور اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں۔

معجزات حفاظت کے چند واقعات

(۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ میں سیالکوٹ میں تھا تو ایک دن بارش ہو رہی تھی۔جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی سارا کمرہ دھوئیں کی طرح بھر گیا اور گندھک کی سی بو آتی تھی،لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا اسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اس میں ہندوؤں کی رسم کے مطابق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی اور وہ اندر بیٹھا ہوا تھا۔بجلی ان تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہوگیا۔دیکھو وہی بجلی کی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہیں دے سکی۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔

(۲) ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو میں ایک مکان کی دوسری منزل میں سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ سولہ اور آدمی بھی تھے۔رات کے وقت شہتیر میں

ٹک ٹک کی آواز آئی۔ میں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کوئی چوہا ہوگا کچھ خوف کی بات نہیں۔ اور یہ کہہ کر پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی ہی آواز سنی۔ تب میں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی۔ تب میں نے ان کو سختی سے اٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی میں دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور دوسری چھت کو بھی ساتھ لے کر نیچے جا پڑی۔ اور چارپائیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور ہم سب بچ گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی معجزہ نما حفاظت ہے جب تک کہ ہم وہاں سے نکل نہ آئے شہتیر گرنے سے محفوظ رہا۔

(۳) ایسا ہی ایک دفعہ ایک بچھو میرے بسترے کے اندر لحاف کے ساتھ مَرا ہوا پایا گیا اور دوسری دفعہ ایک بچھو لحاف کے اندر چلتا ہوا پکڑا گیا۔ مگر ہر دو بار خدا تعالیٰ نے مجھے ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔

(۴) ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے دیکھا اور بتلایا اور اس آگ کو بجھا دیا۔ خدا تعالیٰ کے پاس کسی کے بچانے کی ایک راہ نہیں بلکہ بہت راہیں ہیں۔ آگ کی گرمی اور سوزش کے واسطے بھی کئی ایک اسباب ہیں اور بعض اسباب مخفی در مخفی ہیں۔ جن کی لوگوں کو خبر نہیں اور خدا تعالیٰ نے وہ اسباب اب تک دنیا پر ظاہر نہیں کئے جن سے اس کی سوزش کی تاثیر جاتی رہے۔ پس اس میں کون سے تعجب کی بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔[1]

بلا تاریخ

اگر آپ کو طاعون ہے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے

ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے ایام میں سخت تپ چڑھا جو یہاں تک شدید تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ مجھ کو طاعون ہوگیا ہے اور اس خیال کا ان پر اس قدر

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۳، ۴

اثر پڑا کہ مفتی محمد صادق صاحب کو بُلا کر وصیت بھی لکھوانی شروع کر دی۔ اتفاقاً یہ خبر مجھ کو ملی اور میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو ان کے اس خیال کو دور کرنے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ آپ کو قطعاً طاعون نہیں۔ اگر آپ کو طاعون ہے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو اس چار دیواری میں ہے اس مرض سے بچاؤں گا اور یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض جو دیکھی تو تپ کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔(منقول از تشحیذ الاذہان)

مسلمانوں کی یہود سے نسبت

جہاد کی ممانعت کی نسبت جو نظم درثمین میں شائع ہو چکی ہے اس میں ایک شعر ہے۔

؎ اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اس کی نسبت فرمایا کہ

دیکھو! آجکل ہر طرح کا فسق و فجور پھیلا ہوا ہے اور مسلمانوں کی پہلی سی حالت نہیں رہی۔ ان کے ہاتھوں سے سلطنت بھی اسی لیے چھینی گئی ہے کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ تو کسی کا رشتہ دار نہیں کہ وہ باوجود اس کے بگڑ جانے کے پھر بھی اس کی پاسداری کرتا چلا جاوے۔ چونکہ یہودیوں سے مسلمانوں کو نسبت ہے اس لیے ان کی طرح ان پر بھی دو دفعہ سخت عذاب آنا ضروری تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ تو تب ان پر عذاب آیا جبکہ ہلاکو خان نے حملہ کر کے بغداد کو تباہ کیا اور مسلمانوں کو اس قدر ہلاک کیا کہ صرف بغداد میں کہتے ہیں کہ چھ لاکھ انسان قتل ہوا۔ اس وقت کے مسلمانوں کی حالت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاس لوگ اکٹھے ہوئے اور کہا کہ خدا سے دعا کیجئے گا کہ وہ ہم کو اس عذاب سے نجات دے اور یہ طوفان تھم جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ کم بختو! تمہاری وجہ سے ہم بھی اس عذاب میں پھنس گئے میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے کھڑے کہتے ہیں یٰۤاَیُّھَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ یعنی اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو۔ پس وہی حالت اس وقت دوبارہ ہوگئی ہے اور انگریزوں کی حکومت بھی جو کہ مذہب کی رو سے کافر ہیں ہندوستان میں اسی لیے ہوئی ہے کہ مسلمان خود فاجر ہو گئے ہیں اور خدا کے رحم کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہیں اور میرے اس شعر کا

یہی مطلب ہے کہ خود تمہاری حالت ایسی نہیں رہی کہ خدا تمہاری مدد کرے تو جہاد کیسا؟[۱]

۲۱؍مئی ۱۹۰۷ء

انسان ہردم خدا تعالیٰ کا محتاج ہے

ہم نے جو کیمیا کو شرک قرار دیا تھا تو اس کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان مستغنی ہو اسی لیے فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی (العلق:۷،۸) وہ فرماتا ہے۔ انسان سرکشی کرتا ہے جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔ عبودیت کا الوہیت سے ایسا تعلق ہے کہ عبد اپنے مولا کا ذرّہ ذرّہ کے لیے محتاج ہے اور ایک دم خدا کے سوا نہیں گذار سکتا۔ پس جو شخص ایسے اسباب تلاش کرتا ہے جن سے خدا کی طرف توجہ نہ رہے (اور توجہ مبنی ہے احتیاج پر) تو گویا شرک میں پڑتا ہے کیونکہ اپنا قبلۂ مقصود ایک کے سوا دوسرا بھی بناتا ہے۔ مومن تو وہ ہے جو ایسے امور کا نام تک نہ لے جن سے توحید میں رخنہ اندازی ہوتی ہو۔ اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ بیمار اسی وقت تک طبیب کے پاس رہتا ہے جب تک کہ بیمار رہے۔ پس عبد اسی وقت تک متوجہ رہے گا جب تک عبودیت کی حالت باقی رہے۔

اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

دو فریق ہوتے ہیں جن میں مقابلہ ہوتا ہے مگر آخر کار فتح وہی پاتے ہیں جن کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ موسیٰؑ بظاہر فرعون کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے مگر خدا نے اپنی عجیب در عجیب قدرتوں سے فتح بخشی۔

آخری فیصلہ کا وقت

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ مخالف اپنے دوسرے ہلاک شدہ بھائیوں سے ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتے بلکہ ایک بولتا ہے تو دوسرا اس کی تائید کرتا ہے۔ یہ آریہ ہوں یا مسلم یا ہندو یا سکھ۔ ہماری مخالفت میں سب ایک ہو جاتے ہیں (ایک حدیث میں مسیح موعود کا یہ نشان بھی ہے کہ کینہ و بغض باہمی چلا جائے گا اور ایک اور حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے)[۲] حالانکہ یہ صرف اس بات پر تقویٰ و خدا ترسی کے ساتھ غور کریں کہ چھبیس برس کا

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ و بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ مورخہ ۶؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۲

۲؎ غالباً یہ نوٹ ڈائری نویس کا ہے۔ واللہ اعلم (مرتّب)

زمانہ کوئی تھوڑا زمانہ نہیں بلکہ اس میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر بالغ ہوسکتا ہے۔ اب وہ زمانہ آتا ہے کہ آخری فیصلہ کر دیا جاوے اور وہ فرقان حاصل ہو جو انبیاء اور ان کے مخالفین میں ہوا کرتا ہے۔ پہلے خدا تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ دو فریق آپس میں کشتی کریں پھر آخر وہ وقت آتا ہے کہ ایک فریق کی حمایت کر کے ان کو کامیاب کرے اور دوسرے کو فنا یا مغلوب کرے۔[۱]

۲۸؍مئی ۱۹۰۷ء (ظہر)

فرمایا کہ ان ہندوؤں نے جو دکھ ہمیں دیئے ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ دیانند نے کیا کچھ نہیں لکھا۔ کنھیا لال اس سے کم نہیں۔ پھر لیکھرام نے جو خبث پھیلایا ہے اس کا نتیجہ کسی سے مخفی نہیں۔ پس جب ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایک حیوان کے بدلے میں انسان کا قتل بھی جائز قرار دیں اور اپنی حکومت کے زمانہ میں اونچی اذان تک بھی نہ کہنے دیں تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ انگریزی حکومت ہمارے لئے خدا کی ایک خاص رحمت ہے۔

؎ بہ قومے کہ نیکی پسندد خدا　　دہد خسرو عادل و نیک رائے

ان ہندوؤں سے ہمارا کچھ کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا کہ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ انگریز بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جب مسلمان بادشاہوں سے وزارت تک کے عہدے پا کر بھی یہ ان کی شکایت کرنا ہی اپنا مذہبی جزو سمجھتے ہیں تو پھر ان سے کیا وفا شعاری کریں گے۔

ہمیں تو ان کے بڑھے ہوئے تعصب پر افسوس آتا ہے کہ ہم تو ان کے ہادیوں کرشن رامچندر کی عام مجلسوں میں بھی تصدیق کریں اور ان کو خدا کے پاک بندے قرار دیں اور یہ ایسے شوخ چشم کہ بلاوجہ حماقت سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل اصفیا کے سردار کو بُرا کہیں ایسی باتوں سے میں نے کہا کہ جنگل کے بھیڑیوں، سانپوں، بچھوؤں سے صلح آسان مگر ان سے ناممکن۔[۲]

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۲۲ مورخہ ۳۰؍مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳　　[۲] بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ مورخہ ۶؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

بلا تاریخ

ایک دعا اور اس کا جواز میاں محمد دین احمدی کتاب فروش لاہور (حال ساکن موضع دھورہ ڈھیری بٹاں ریاست جموں) نے ایک عریضہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جس میں لکھا تھا ''یا حضرت میں نے چند روز سے محض رضائے الٰہی کے لیے جناب باری تعالیٰ میں یہ دعا شروع کی ہے کہ میری عمر میں سے دس سال حضرت اقدس مسیح موعود کو دی جاوے کیونکہ اسلام کی اشاعت کے واسطے میری زندگی ایسی مفید نہیں۔کیا ایسی دعا مانگنا جائز ہے؟''

حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا۔

''ایسی دعا میں مضائقہ نہیں بلکہ ثواب کا موجب ہے۔''

ہندوؤں سے ہمدردی ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ بہ سبب پرانے تعلقات کے ایک ہندو ہمارے شہر کا ہمارے معاملات شادی اور غمی میں شامل ہوتا ہے اور کوئی مَر جائے تو جنازہ میں بھی ساتھ جاتا ہے۔کیا ہمارے واسطے بھی جائز ہے کہ ہم اس کے ساتھ ایسی شمولیت دکھائیں؟

فرمایا کہ ہندوؤں کی رسوم اور امور مخالف شریعت اسلام سے علیحدگی اور بیزاری رکھنے کے بعد دنیوی امور میں ہمدردی رکھنا اور ان کی امداد کرنا جائز ہے۔

نماز جمعہ کے بعد احتیاطی ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ بعض لوگ جمعہ کے بعد احتیاطی پڑھتے ہیں۔اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

فرمایا کہ قرآن شریف کے حکم سے جمعہ کی نماز سب مسلمانوں پر فرض ہے۔جبکہ جمعہ کی نماز پڑھ لی تو حکم ہے کہ جاؤ اب اپنے کاروبار کرو۔بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں کی سلطنت میں جمعہ کی نماز اور خطبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ بادشاہ مسلمان نہیں ہے تعجب ہے کہ خود بڑے امن کے

ساتھ خطبہ اور نماز جمعہ پڑھتے بھی ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ نہیں ہوسکتا۔ پھر کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ جمعہ ہوا یا نہیں اس واسطے ظہر کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور اس کا نام احتیاطی رکھا ہے۔ ایسے لوگ ایک شک میں گرفتار ہیں۔ ان کا جمعہ بھی شک میں گیا اور ظہر بھی شک میں گئی۔ نہ یہ حاصل ہوا نہ وہ۔ اصل بات یہ ہے کہ نماز جمعہ پڑھو اور احتیاطی کی کوئی ضرورت نہیں۔ [1]

۸؍جون ۱۹۰۷ء (بوقتِ عصر)

استخارہ کی اہمیت

فرمایا کہ آجکل اکثر مسلمانوں نے استخارہ کی سنّت کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش آمدہ اَمر میں استخارہ فرما لیا کرتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی طریق تھا۔ چونکہ دہریت کی ہوا پھیلی ہوئی ہے اس لیے لوگ اپنے علم وفضل پر نازاں ہو کر کوئی کام شروع کر لیتے ہیں اور پھر نہاں در نہاں اسباب سے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا نقصان اٹھاتے ہیں۔ اصل میں یہ استخارہ ان بدرسومات کے عوض میں رائج کیا گیا تھا جو مشرک لوگ کسی کام کی ابتدا سے پہلے کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان اسے بھول گئے حالانکہ استخارہ سے ایک عقل سلیم عطا ہوتی ہے۔ جس کے مطابق کام کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگ کوئی کام خود ہی اپنی رائے سے شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر درمیان میں آ کر ہم سے صلاح پوچھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جس علم وعقل سے پہلے شروع کیا تھا اسی سے نبھائیں۔ اخیر میں مشورے کی کیا ضرورت؟ [2]

۱۱؍جون ۱۹۰۷ء

آریوں کی فطرت

فرمایا۔ ہمارا ایک پرانا واقف ہندو ہے اس کا خط آیا تھا کہ آریہ لوگ دراصل گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں۔ سرکار کو غلط فہمی ہوئی۔ میں نے اسے خط لکھا ہے یہ تمہاری غلطی ہے کہ آریہ سرکار کے خیر خواہ ہیں۔ اس سلوک کو دیکھا جائے جو گورنمنٹ

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۳ مورخہ ۶؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

نے ان کے ساتھ کیا ہے کہ ان کو اعلیٰ تعلیم دی ہے اور تمام معزز عہدوں پر ان کو ممتاز کیا ہے اور دفاتر ان سے بھر دیئے ہیں اور پھر اس سلوک کو دیکھا جائے جو کہ اب انہوں نے گورنمنٹ کے ساتھ کیا ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے صرف بدخواہ ہی نہیں بلکہ نمک حرام بھی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کی فطرت میں یہ بدی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ ایسی بدسلوکی کریں۔

فرمایا۔ میں نے اس کو صلاح دی ہے کہ تم اپنا تعلق آریوں سے بالکل علیحدہ کرلو۔

ناجائز وعدہ کوتوڑنا ضروری ہے

ایک شخص کی درخواست پیش ہوئی کہ میری ہمشیرہ کی منگنی مدت سے ایک غیر احمدی کے ساتھ ہوچکی ہے اب اس کو قائم رکھنا چاہیے یا نہیں؟

فرمایا۔ ناجائز وعدہ کو توڑنا اور اصلاح کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قَسم کھائی تھی کہ شہد نہ کھائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایسی قَسم کو توڑ دیا جاوے۔ علاوہ ازیں منگنی تو ہوتی ہی اسی لیے ہے کہ اس عرصہ میں تمام حسن و قبح معلوم ہوجاویں۔ منگنی نکاح نہیں ہے کہ اس کو توڑنا گناہ ہو۔

مجالس مشاعرہ

ایک جگہ بعض شاعرانہ مذاق کے دوست ایک باقاعدہ انجمن مشاعرہ قائم کرنا چاہتے تھے اس کے متعلق حضرت سے دریافت کیا گیا۔

فرمایا۔ یہ تضیعِ اوقات ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جاویں اور لوگ شعر بنانے میں مستغرق رہیں۔ ہاں یہ جائز ہے کہ کوئی شخص ذوق کے وقت کوئی نظم لکھے اور اتفاقی طور پر کسی مجلس میں سنائے یا کسی اخبار میں چھپوائے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی نظمیں لکھی ہیں مگر اتنی عمر ہوئی آج تک کبھی کسی مشاعرہ میں شامل نہیں ہوئے۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کوئی شاعری میں اپنا نام پیدا کرنا چاہے۔ ہاں اگر حال کے طور پر نہ صرف قال کے طور پر اور جوشِ روحانی سے اور نہ خواہش نفسانی سے کبھی کوئی نظم جو مخلوق کے لیے مفید ہوسکتی ہو لکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر یہی پیشہ کرلینا ایک منحوس کام ہے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۶ مورخہ ۲۷؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۷ نیز الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۳ مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

بلا تاریخ

اس بات کو دیکھ کر کہ اکثر خطوط طالبان دعا کے ہی ہوتے ہیں میں[۱] نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر روز ڈاک میں سے طالبان دعا کی ایک فہرست طیار کرتا جس میں نام و پتہ اور مطلب دعا لکھا جاتا اور وہ روزانہ حضرت کی خدمت میں بھیج دیتا چند روز کے بعد میں نے حضور سے دریافت کیا کہ جو لوگ صرف دعا کے واسطے خط لکھتے ہیں ان کو کیا جواب دیا جائے۔

فرمایا۔ ایسے لوگوں کے واسطے پہلے تو میں صرف ایک دفعہ دعا کیا کرتا تھا جبکہ مجھے خط ملتا تھا۔ اب جب سے آپ فہرست بنا کر بھیجتے ہیں میں ان کے لئے دو دفعہ دعا کرتا ہوں۔[۲]

بلا تاریخ

احسان دل کو مسخر کر لیتا ہے

فرمایا کہ احسان ایک نہایت عمدہ چیز ہے۔ اس سے انسان اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو زیر کر لیتا ہے چنانچہ سیالکوٹ میں ایک شخص تھا جو کہ تمام لوگوں سے لڑائی رکھتا تھا اور کوئی ایسا آدمی نہ ملتا تھا جس سے اس کی صلح ہو۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی اور عزیز اقارب بھی اس سے تنگ آ چکے تھے۔ اس سے میں نے بعض دفعہ معمولی سا سلوک کیا اور وہ اس کے بدلہ میں کبھی ہم سے برائی سے پیش نہ آتا بلکہ جب ملتا تو بڑے ادب سے گفتگو کرتا۔ اسی طرح ایک عرب ہمارے ہاں آیا اور وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہاں تک کہ جب اس کے سامنے وہابیوں کا ذکر بھی کیا جاتا تو گالیوں پر اتر آتا۔ اس نے یہاں آ کر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اس کی کچھ پروا نہ کر کے اس کی خدمت خوب کی اور اچھی طرح سے اس کی دعوت کی اور ایک دن جبکہ وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو خوب گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اس کو کہا کہ جس کے گھر میں تم مہمان ٹھہرے ہو وہ بھی تو وہابی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اس شخص کا مجھ کو وہابی کہنا غلط نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف کے

۱؎ مفتی محمد صادق صاحب۔ ایڈیٹر بدر (مرتّب)

۲؎ بدر جلد ۶ نمبر ۲۵ مورخہ ۲۰؍جون ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا ہی ضروری سمجھتا ہوں۔ خیر وہ شخص چند دن کے بعد چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دفعہ لاہور میں مجھ کو پھر ملا۔ اگرچہ وہ وہابیوں کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا مگر چونکہ اس کی تواضع اچھی طرح سے کی تھی اس لیے اس کا وہ تمام جوش وخروش دب گیا اور وہ بڑی مہربانی اور پیار سے مجھ کو ملا۔ چنانچہ بڑے اصرار کے ساتھ مجھ کو ساتھ لے گیا اور ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کا کہ وہ امام مقرر ہوا تھا مجھ کو بٹھلایا اور خود نوکروں کی طرح پنکھا کرنے لگا اور بہت خوشامد کرنے لگا کہ کچھ چائے وغیرہ پی کر جاویں۔ پس دیکھو کہ احسان کس قدر دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔ [۱]

اخلاص کی ایک علامت

ایک صاحب کی لڑکی بیمار تھی۔ انہوں نے اس کی دعا کے لیے تار بھیجا تھا۔ آپ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ

دیکھو یہ لوگ ہم سے کتنا اخلاص رکھتے ہیں۔ جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جھٹ ہماری طرف آتے اور دعا کے خواستگار ہوتے ہیں۔ میں دعا کروں گا۔ آگے شفا خدا کے اختیار میں ہے۔ چند دن ہوئے مجھ کو الہام ہوا تھا کہ ’’لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی۔‘‘ چنانچہ یہ چھپ بھی چکا ہے اور اس الہام کی وجہ سے ہم نے ایک آدمی لاہور بھیج کر پچھوایا بھی تھا کہ وہاں کے دوستوں کا کیا حال ہے؟ مگر کیا معلوم تھا کہ یہ چند دن کے بعد پورا ہوگا۔ [۲]

لنگر خانہ کی اہمیت

فرمایا۔ آجکل لوگ لنگر کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور دوسری مدات کی طرف بہت متوجہ ہیں۔ حالانکہ سب سے ضروری مد یہی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ علم حاصل کرتے ہیں۔ بعض دفعہ کئی کئی دن تک ایک ایک دو دو روپیہ ہی آتے ہیں اور خرچ دوسرے دن کا سو روپیہ ہوتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری مدات کی تحریکات ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں اور لنگر کی کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ [۳]

۱؎ قیاس ہے کہ غالباً یہ دونوں واقعات حضور علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے پہلے کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (خاکسار مرتّب)

۲؎ نوٹ از ایڈیٹر صاحب بدر۔ چنانچہ چند روز کے بعد خبر آئی کہ مریض فوت ہوگیا ہے چونکہ وہ ایک معصوم بچہ تھا خدا تعالیٰ نے اس کو بخش ہی دیا ہوگا۔ خدا اس کے والدین کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ایڈیٹر)

۳؎ بدر جلد ۶ نمبر ۲۷ مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

بلا تاریخ

جس کے ہاں ماتم ہو اس کے ساتھ ہمدردی حضرت کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ کیا یہ جائز ہے کہ جب کارِ قضا کسی بھائی کے گھر میں ماتم ہو جائے تو دوسرے دوست اپنے گھر میں اس کا کھانا تیار کریں۔

فرمایا۔ نہ صرف جائز بلکہ برادرانہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ایسا کیا جاوے۔[۱]

۶؍جولائی ۱۹۰۷ء

دجّال کے دو مظاہر فرمایا۔ دجّال کی دو شانیں ہیں۔ ایک تو پادری لوگ ہیں جو گویا نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہر قسم کے مکر اور فریب کے ساتھ لوگوں کو بہکاتے ہیں اور عیسائی بناتے ہیں۔ خود انجیل اور توراۃ کا ترجمہ در ترجمہ کرتے ہیں۔ اصل کتاب ان کے پاس موجود نہیں۔ تراجم میں ہمیشہ تبدیلیاں کرتے ہیں اور انہیں اپنے خیالات کے الفاظ کو دنیا کے سامنے پیش کر کے بیان کرتے ہیں کہ خدا کا کلام ہے یہ ایک طرح نبوت کا دعویٰ ہے۔ دوسرے اس زمانہ کے فلسفی لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہو بیٹھے ہیں اور رات دن مادی دنیا کی طرف ایسے جھکے ہوئے ہیں کہ دین کو کچھ نہیں سمجھتے بلکہ دین کو غیر ضروری اور اپنی دنیوی ترقی کی راہ میں ایک حارج یقین کرتے ہیں۔

وقت کے مرسل کو ماننا ضروری ہے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی عدولِ حکمی سے کوئی شخص کس طرح بچ سکتا ہے۔ جو لوگ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مرسل کو نہیں مانتے وہ خدا تعالیٰ کی عدولِ حکمی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہود اور عیسائی تھے وہ صاحب شریعت تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ تمام

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۱؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

انبیاء کو مانتے تھے مگر آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے کے سبب وہ کافر قرار دیئے گئے۔ اس زمانہ کے لوگ جو نہ صرف ہمارے مخالف ہیں بلکہ ہم کو کافر قرار دیتے ہیں وہ بموجب حدیث نبویؐ مومن کو کافر کہہ کر خود کافر بنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

معلّق مال پر زکوٰۃ واجب نہیں

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تجارت کا مال جو ہے جس میں بہت سا حصہ خریداروں کی طرف ہوتا ہے اور اُگراہی میں پڑا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

فرمایا۔ جو مال معلّق ہے اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اپنے قبضہ میں نہ آجائے لیکن تاجر کو چاہیے کہ حیلے بہانے سے زکوٰۃ کو نہ ٹال دے۔ آخر اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اخراجات بھی تو اسی مال میں سے برداشت کرتا ہے۔ تقویٰ کے ساتھ اپنے مالِ موجودہ اور معلّق پر نگاہ ڈالے اور مناسب زکوٰۃ دے کر خدا تعالیٰ کو خوش کرتا رہے۔ بعض لوگ خدا کے ساتھ بھی حیلے بہانے کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا چاہیے

فرمایا۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا نہایت مشکل اَمر ہے۔ کہنے کو تو انسان کہہ لیتا ہے اور اقرار بھی کر لیتا ہے مگر اس کا پورا کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ جب انسان کا دنیوی مال میں نقصان ہو تو کس قدر درد اس کے دل کو پہنچتا ہے اور اس کے بالمقابل جب کسی دینی اَمر میں نقصان ہو جائے تو پھر کس قدر درد اس کے دل کو ہوتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس شناخت کے واسطے اپنے دل کو ہی ترازو بنائے کہ دنیاوی نقصان کے واسطے وہ کس قدر بے قرار ہوتا ہے اور چیختا چلاتا ہے اور پھر دینی نقصان کے وقت اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ بد ہے وہ شخص جو دوسرے کو دھوکا دیتا ہے مگر بدتر وہ ہے جو اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ دین کو مقدم نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ میں دین کو مقدم کئے ہوئے ہوں۔ وہ سچے طور پر خدا تعالیٰ کا فرمانبردار نہیں بنا اور ظن کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ جو شخص دوسرے پر ظلم کرتا ہے ممکن ہے وہ ظلم کر کے بھاگ جائے اور اس طرح اپنے آپ کو بچائے مگر

وہ جس نے اپنی جان پر ظلم کیا وہ کہاں بھاگ کر جائے گا اور اس ظلم کی سزا سے کس طرح بچ سکے گا؟ مبارک ہے وہ جو دین کو اور خدا کو سب چیزوں پر مقدم رکھتا ہے کیونکہ خدا بھی اسے مقدم رکھتا ہے۔

حقیقۃ الوحی کو غور سے پڑھیں

فرمایا۔ ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ حقیقۃ الوحی کو اوّل سے آخر تک بغور پڑھیں بلکہ اس کو یاد کرلیں۔ کوئی مولوی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا کیونکہ ہر قسم کے ضروری امور کا اس میں بیان کیا گیا ہے اور اعتراضوں کے جواب دیئے گئے ہیں۔

خواجہ غلام فریدؒ صاحب کا ذکر خیر

فرمایا۔ خواجہ غلام فریدؒ صاحب کی سوانح کی ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں خواجہ صاحب نے جابجا ہماری تائید کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ بعض مولویوں نے خواجہ صاحب مرحوم سے دریافت کیا تھا کہ آپ کیوں ان کی تائید کرتے ہیں مولوی لوگ تو ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ تو انہوں نے کیا خوب جواب دیا کہ مولوی لوگوں نے پہلے کس کو مانا ہے اور کس کو کافر قرار نہیں دیا؟ ان کا تو کام ہی یہ ہے ان کی طرف خیال مت کرو۔

فیصلہ کی آسان راہ

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں ذکر کیا کہ حضور کی اس تحریر پر جو اخبار میں چھپی ہے کہ ’’اگر ہمارے مکذب ہمارے شائع کردہ الہام الٰہی اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ کو افترا سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ محض اپنے دل سے یہ بات بنائی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا کلام نہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے اور صرف اتفاقی طور پر ہمارے گھر کی حفاظت ہو رہی ہے تو چاہیے کہ ہمارے مکذبوں میں سے بھی کوئی ایسا الہام شائع کرے تب اس کو جلد معلوم ہو جاوے گا کہ افترا کا کیا نتیجہ ہے۔‘‘ اس بات کو پڑھ کر بعض مخالف یہ کہتے ہیں کہ ہم مفتری نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ پر افترا کریں۔ ہم کس طرح ایسا الہام شائع کر سکتے ہیں؟

حضرت نے فرمایا۔

یہی بات ہے جو ہم ان کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔

اگر یہ کلام ہم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہ ہوتا اور ہمارا افترا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے مطابق ہمارے گھر کی حفاظت کیوں کرتا؟ جبکہ ایک کلام صریح الفاظ میں پورا ہو گیا ہے تو پھر اس کے ماننے میں کیا شک ہے؟ لیکن ہم نے مخالفین کے واسطے فیصلہ کی دوسری راہ بھی بیان کر دی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ انسان کا افترا ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قَسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ خدا کا کلام نہیں وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَحْیَ اللّٰہِ۔ اگر کوئی شخص ایسی قَسم کھاوے تو خدا تعالیٰ اس قَسم کا نتیجہ ظاہر کر دے گا۔

چاہیے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اور غزنوی صاحبان بہت جلد اس کی طرف توجہ کریں۔

ایک الہام کی تشریح

ایک سوال پیش ہوا کہ حضور کو جو الہام ہوا ہے ''قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے منہ کی باتیں۔'' اس الہام الٰہی میں میرے کی ضمیر کس کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی کس کے منہ کی باتیں؟

فرمایا۔ خدا کے منہ کی باتیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے منہ کی باتیں۔ اس طرح کے ضمائر کے اختلاف کی مثالیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔

فرمایا۔ بعض رؤیا یا الہامات ظاہر الفاظ میں منذر ہوتے ہیں اور ملہم اس وقت ڈر جاتا ہے اور خوف کھاتا ہے مگر دراصل اس کے معنے کچھ اور ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم کو سخت درد گردہ تھا۔ کسی دوا سے آرام نہ ہوتا تھا۔ الہام ہوا۔ ''الوداع'' اس کے بعد درد بالکل یک دفعہ بند ہو گیا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ الوداع درد کا تھا۔

آریہ کب سمجھیں گے

فرمایا۔ بعض اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لاجپت رائے اور اجیت سنگھ کی جلاوطنی سے آریوں کو پورے طور پر نصیحت حاصل نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کو وہ صرف ایک شخصی وبال خیال کرتے ہیں اور قومی وبال نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ گورنمنٹ ان لوگوں کے ایسے حالات دیکھ کر اب ان کی نسبت ضرور محتاط رہے گی۔ ان کو

چاہیے کہ گورنمنٹ کے متعلق اپنے رویہ کو ہمیشہ کے واسطے درست کرلیں۔

علم طب کی بنیاد ظنّیات پر ہے

فرمایا۔ علم طب کی بنا بھی ظنّیات پر ہے۔ جب مرض الموت آتی ہے تو کوئی دوا شفا نہیں دیتی بلکہ ہر ایک دوا الٹی پڑتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ شفا دینا چاہتا ہے تو معمولی دوائی بھی کارگر ہو جاتی ہے۔[۱]

۹؍جولائی ۱۹۰۷ء

نسل افزائی کے لیے سانڈ رکھنا

ایک شخص نے سوال کیا کہ خالصۃً لِوجہِ اللہ نسل افزائی کی نیت اگر کوئی سانڈ چھوڑے تو کیا یہ جائز ہے؟

فرمایا۔ اَصْلُ الْاَشْیَآءِ اِبَاحَۃٌ۔ اشیاء کا اصل تو اباحت ہی ہے۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا وہ حرام ہیں باقی حلال۔ بہت سی باتیں نیت پر موقوف ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔

عرض کیا گیا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

فرمایا۔ میں نے جواب دیتے وقت اسے زیر نظر رکھ لیا ہے۔ وہ تو دیوتوں کے نام پر دیتے۔ یہاں خاص خدا تعالیٰ کے نام پر ہے۔ نسل افزائی ایک ضروری بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اَنۡعَام وغیرہ کو اپنی نعمتوں سے فرمایا ہے۔ سو اس نعمت کا قدر کرنا چاہیے اور قدر میں نسل کا بڑھانا بھی ہے۔ پس اگر ایسا نہ ہو تو پھر چار پائے کمزور رہوں گے اور دنیا کے کام بخوبی نہ چل سکیں گے اس لیے میرے نزدیک تو حرج کی بات نہیں۔ ہر ایک عمل نیت پر موقوف ہے۔ ایک ہی کام جب کسی غیر اللہ کے نام پر ہو تو حرام اور اگر اللہ کے لیے ہو تو حلال ہو جاتا ہے۔

بآواز بلند اپنی زبان میں دعا

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور امام اگر اپنی زبان میں (مثلاً اردو میں) بآواز بلند دعا مانگتا جائے اور پچھلے آمین کرتے

---

[۱] بدر جلد ۶ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۱؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، ۶

جاویں تو کیا یہ جائز ہے جبکہ حضور کی تعلیم ہے کہ اپنی زبان میں دعائیں نماز میں کر لیا کرو۔

فرمایا۔ دعا کو بآواز بلند پڑھنے کی ضرورت کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً (الاعراف:۵۶) اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف:۲۰۶)

عرض کیا کہ قنوت تو پڑھ لیتے ہیں۔

فرمایا۔ ہاں ادعیہ ماثورہ جو قرآن وحدیث میں آچکی ہیں وہ بیشک پڑھ لی جاویں۔ باقی دعائیں جو اپنے ذوق وحال کے مطابق ہیں وہ دل ہی میں پڑھنی چاہئیں۔

کنویں کو پاک کرنے کے بارہ اصولی فتویٰ

سوال ہوا کہ یہ جو مسئلہ ہے کہ جب چوہا یا بلی یا مرغی یا بکری یا آدمی کنوئیں میں مَر جاویں تو اتنے دَلْو پانی نکالنے چاہئیں۔ اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟ پہلے تو ہمارا یہی عمل تھا کہ جب تک رنگ، بو، مزانہ بدلے پانی کو پاک سمجھتے۔

فرمایا۔ ہمارا تو وہی مذہب ہے جو احادیث میں آیا ہے۔ یہ جو حساب ہے کہ اتنے دَلْو نکالو اگر فلاں جانور پڑے اور اتنے اگر فلاں پڑے۔ یہ ہمیں تو معلوم نہیں اور نہ اس پر ہمارا عمل ہے۔

عرض کیا گیا کہ حضور نے فرمایا ہے جہاں سنّت صحیحہ سے پتا نہ ملے وہاں حنفی فقہ پر عمل کرلو۔

فرمایا۔ فقہ کی معتبر کتابوں میں بھی کب ایسا تعین ہے ہاں نجات المومنین میں لکھا ہے۔ سو اس میں تو یہ بھی لکھا ہے۔

سرٹوئے وچہ دے کے بیٹھ نماز کرے

کیا اس پر کوئی عمل کرتا ہے اور کیا یہ جائز ہے جبکہ حیض ونفاس کی حالت میں نماز منع ہے۔ پس ایسا ہی یہ مسئلہ بھی سمجھ لو۔

میں تمہیں ایک اصل بتا دیتا ہوں کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر:۶) پس جب پانی کی حالت اس قسم کی ہو جائے جس سے صحت کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو صاف کر لینا چاہیے۔ مثلاً پتّے پڑ جاویں یا کیڑے وغیرہ (حالانکہ اس پر یہ ملّاں نجس ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے) باقی یہ کوئی

مقدار مقرر نہیں۔ جب تک رنگ، بو و مزا نجاست سے نہ بدلے وہ پانی پاک ہے۔[1]

۱۲؍جولائی ۱۹۰۷ء (قبل از خطبہ جمعہ)

احسان اور دعا

باہر سے آئے ہوئے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میری بیوی کسی صورت میں مسلمان نہیں ہوتی۔ کیا کروں میں تو اسے بہتیرا سمجھا چکا ہوں۔

فرمایا۔ دیکھو! زبانی وعظوں سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا اپنی حالت درست کر کے اپنے تئیں نمونہ بنانے سے۔ تم اپنی حالت کو ٹھیک کرو اور ایسے بنو کہ لوگ بے اختیار بول اٹھیں (کہ) اب تم وہ نہیں رہے۔ جب یہ حالت ہوگی تو تمہاری بیوی کیا کئی لوگ تمہارا مذہب قبول کر لیں گے۔ حدیث میں آیا ہے خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ۔ پس جب بیوی سے تمہارا اچھا سلوک ہوگا تو وہ خود بخود مجذوب ہو کر تمہاری مخالفت چھوڑ دے گی اور دل سے جان لے گی کہ یہ مذہب بہت ہی اچھا ہے جس میں ایسے نرم و عمدہ سلوک کی ہدایت ہوتی ہے پھر وہ خواہ مخواہ متابعت کرے گی۔ احسان تو ایسی چیز ہے کہ اس سے ایک کتا بھی نادم ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک انسان۔

اس نے عرض کی کہ حضور وہ تو کبھی نہیں ماننے کی۔

فرمایا۔ دیکھو! مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ خدا تعالیٰ جب کسی دل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے تو کسی چھوٹی سی بات سے کر دیتا ہے۔ دعا کرنی چاہیے کہ دل سے نکلی ہوئی دعا ضائع نہیں جاتی اور لطیف پیرایہ میں نصیحت بھی کرتے رہیں مگر سختی نہ کریں۔ اسے سمجھائیں کہ ہمارا وہی اسلام دین ہے یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ وہی نماز وہی روزہ وہی حج وہی زکوٰۃ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ یہ باتیں جو صرف جسم بے روح رہ گئی ہیں۔ ہم ان میں اخلاص کی خاص روح پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان کے اثر جو مرتب نہیں ہوتے ہم چاہتے ہیں کہ ایسے طور سے ادا کئے جاویں کہ ان میں اثر پیدا ہوں۔ عقیدہ میں یہ بات ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم اور نبیوں کی طرح فوت شدہ مانتے ہیں اور ایک مسلمان کی محبت جو اسے اپنے متبوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ جب آپ فوت

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

ہو گئے تو ان کے بعد کسی کو زندہ نہ سمجھے۔صحابہ کرامؓ کس قدر درد و اَلم میں تھے جب مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (اٰلِ عمران:۱۴۵) سنا تو سب کو ٹھنڈ پڑ گئی۔مگر یاد رکھو ان وعظوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک ساتھ دعا اور اپنا عملی نمونہ نہ ہو۔ہر جمعہ کس قدر مولوی سر کھپاتے ہیں مگر خاک بھی اثر نہیں ہوتا۔کیوں؟ اس لیے کہ جو کچھ کہتے ہیں ان کا خود اس پر عمل نہیں۔جتنے پیغمبر دنیا میں آئے ان میں سے کسی نے بھی وعظوں پر اتنا سر نہیں مارا۔جتنا دعا و عملی نمونہ کام دیتا ہے سو اسے میسر لانے کی کوشش کرو۔[1]

۱۴؍جولائی ۱۹۰۷ء

طاعون سے بچنے کا حقیقی علاج

حضرت ام المؤمنین بمع صاحبزادگان و اقارب و خدام اٹھارہ کس بغرض تبدیل ہوا ۴؍جولائی ۱۹۰۷ء کو لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ۱۴؍جولائی ۱۹۰۷ء کو بروز اتوار ایک بجے دن کے بٹالہ میں واپس پہنچ گئے۔ اس واسطے حضرت اقدس بمع چند خدام کے ۱۴؍جولائی کی صبح کو بٹالہ تک تشریف لے گئے تھے۔چونکہ گرمی کا موسم ہے اس واسطے صبح سویرے پانچ بجے کے قریب یہاں سے روانہ ہوئے۔آپ پالکی میں بیٹھے ہوئے تھے بہت سے عاشقانہ مزاج خدّام پالکی کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے بٹالہ تک گئے۔ قریب دس بجے کے آپ بٹالہ میں پہنچے۔بٹالہ کے شریف اور لائق تحصیلدار جناب رائے جسمل صاحب کا شکریہ ہے کہ جب ان کو شیخ صاحب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت اقدس تشریف لاتے ہیں اور چند گھنٹہ وہاں قیام کریں گے تو انہوں نے اسٹیشن کے پاس ہی اپنے مکان کے متصل ایک عمدہ آرام کی جگہ مہیا کر دی۔تحصیلدار صاحب خود بھی حضرت کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔اثناء گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ میں شہر سے باہر اسی جگہ رہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ

اسی جگہ رہنا بہتر ہے کیونکہ شہر میں اکثر بیماری کا خوف ہوتا ہے اور گذشتہ موسم میں بٹالہ میں

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

بہت طاعون تھی اور اگر چہ اب آرام ہے تاہم جائے امن نہیں۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ لوگ اصلاحِ عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جب تک کہ اصلاح عمل نہ ہوگا یہ عذاب دور نہ ہوگا۔ پہلے پہل جبکہ طاعون سے بچنے کے واسطے ٹیکے کی تجویز کی گئی تھی اور بڑے زور شور سے ہر جگہ ٹیکہ لگایا جاتا تھا۔ اس وقت ہم نے بھی ایک کتاب بنام کشتی نوح لکھی تھی جس میں ہم نے یہ بات ظاہر کی تھی کہ اس بیماری سے بچنے کا اصلی اور حقیقی علاج یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اس وقت ایک انگریز اور ایک دیسی افسر جو کہ آئی۔ اے۔ سی تھا ہر دو ٹیکہ لگانے کے واسطے قادیان میں بھی آئے تھے تب ہم نے اپنی کتاب کا ایک نسخہ اس کو بھیجا تھا جس کو اس دیسی افسر نے پڑھ کر اس انگریز کو سنایا۔ اس کو سن کر انگریز نے کہا کہ سچ تو یہی ہے جو اس کتاب میں لکھا ہے باقی تو سب حیلے ہی ہیں اصلی علاج یہی ہے۔

غرض خدا سے جو ڈرتا ہے خدا اس پر رحم کرتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں یہ باتیں کس طرح لوگوں کے دلوں میں ڈال دوں کیونکہ یہ آسمانی اور روحانی باتیں ہیں۔ اور زمینی لوگ ان کو نہیں سمجھ سکتے۔ ابھی یہ عذاب ختم ہونے والا نہیں ہے جب تک لوگ اپنی اصلاح نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوتا رہے گا۔ خالی ان ظاہری حیلوں سے کچھ نہیں بنتا خواہ چوہوں کو مارا جائے خواہ مچھروں کو اور خواہ کوؤں کو۔ جب تک کہ لوگ خدا کی طرف نہ جھکیں گے ان پر کس طرح پر رحم ہو سکے گا۔

ایک گاؤں کے متعلق لکھا تھا کہ وہ بالکل ویران ہوگیا۔ پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون نے بعض جگہ شہروں کے شہر بالکل ویران کر دیئے اور جب سب آدمی مَر گئے تب یہ بیماری جانوروں پر پڑی اور جب وہ بھی مَر گئے تو پھر جنگل کے سانپوں پر پڑی اور وہ ہلاک ہو کر بالکل ویرانہ رہ گیا۔ صدہا کوس تک آبادی کا نام ونشان مٹ گیا۔ خدا کے رحم کے سوائے کہیں گذارہ نہیں۔ جو لوگ دردِ دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں۔ خدا ان پر اپنا رحم کرتا ہے اور ان کو ہر ایک شر سے

محفوظ رکھتا ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتلایا گیا ہے کہ ابھی بیماری اس سے بھی زیادہ سخت پڑنے والی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ سال وہ سختی آوے یا درمیان میں ایک سال نرم ہو کر پھر سختی دکھاوے بہر حال آئندہ آنے والی طاعون گذشتہ سے بہت ہی سخت ہے اور ایسا ہی مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ایک سخت زلزلہ ابھی آنے والا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں کو ان باتوں کی طرف کچھ خیال نہیں کہ خدا تعالیٰ کا عذاب کس طرح بھڑک رہا ہے۔ باوجود اس کے فریب اور چالبازیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ دنیا کی حرکت بے انصافی کی طرف ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے تحصیلدار صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے آپ کے واسطے مکان کا عمدہ انتظام کیا اور ان کی شرافت کی تعریف کی۔

خواب کے متعلق ایک نکتہ

مرزا اکبر بیگ صاحب نے حضرت کی خدمت میں اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں ایک عمدہ خواب دیکھ رہا تھا کہ مجھے ایک شخص محمد حسین نے فوراً جگا دیا۔

حضرت نے فرمایا کہ

جگانے والے کا وجود بھی خواب کا ایک جزو ہوتا ہے اور اس کے نام میں اس خواب کے متعلق تعبیر ہوتی ہے۔

فرمایا۔ اگر خدا تعالیٰ کا منشا نہ ہو تو کوئی جگا بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

تندرستی ہزار نعمت ہے

مخدومی اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب بھی گیارہ بجے کی گاڑی پر شملہ سے بٹالہ پہنچ گئے تھے اور قادیان جانے کو تیار تھے لیکن ایک آدمی نے سٹیشن پر ان کو اطلاع کر دی تھی کہ حضرت صاحب اسی جگہ ہیں۔ وہ بھی حضرت کی خدمت میں تیسرے پہر تک حاضر رہے اور پھر لاہور کو چلے گئے۔ شیخ صاحب موصوف ولایت کا ذکر کرتے تھے کہ وہاں بعض چشمے ایسے عمدہ ہوتے ہیں اور سمندر کے کنارے بعض جگہ ایسی عمدہ ہوتی ہیں کہ چند روز اگر لوگ وہاں جا کر رہیں تو صحت بہت عمدہ حالت میں ہو جاتی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

صحت عمدہ شَے ہے تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہیں۔ صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔[1]

کیا آنحضرتؐ کا سایہ نہ تھا

جھانسی سے ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں آیا جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ''پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم'' کا سایہ تھا یا کہ نہیں بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سایہ حضور پُرنور کا زمین پر نہیں گرتا تھا۔''

اس خط کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا۔

یہ اَمر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی ثقہ مورخ نے لکھا ہے جو معجزات محدثین نے اپنی کتابوں میں جمع کئے ہیں ان میں اس کا ذکر نہیں۔

مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ[2]

سر سید لیڈر نہ تھا

ایک شخص نے ذکر کیا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان دو شخص قومی لیڈر ہوئے ہیں اور ہندوؤں کے درمیان ایک۔ ہندوؤں کے درمیان دیانند تھا۔ اس کی تعلیم کے نتیجہ میں گورنمنٹ کے متعلق جو خیالات ہندوؤں کے بن گئے ہیں وہ ظاہر ہیں۔ مسلمانوں کے دو لیڈر ہوئے۔ سر سید اور حضرت مرزا صاحب ہر دو کی جماعت ایسی ہوئی جو کہ گورنمنٹ کی سچی خیر خواہ ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ یہ درست ہے کہ سر سید کے کالج میں جو طلباء پڑھتے ہیں یا جو لوگ ان کے ہم خیال ہیں وہ گورنمنٹ کی نسبت عمدہ خیال رکھتے ہیں لیکن اصل میں سر سید نے کوئی مذہبی جماعت نہیں بنائی اور نہ خود سر سید کوئی قومی امام لیڈر تھا بلکہ اس کے پاس اہل الرائے کا ایک مجمع تھا جو کہ بعض باتوں میں سر سید کے ساتھ متفق تھے اور بعض میں مخالف بھی تھے۔ برخلاف اس کے یہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور مجھے اس جماعت کا امام مقرر کیا ہے یہ ایک مذہبی جماعت ہے جو ہر ایک بات

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۸؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶
[2] بدر جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۸؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

میں ہماری اطاعت کے واسطے ہر وقت طیار ہے اور ہم نے مذہبی عقائد کے طور پر ان کے ذہن نشین یہ اَمر کرادیا ہے کہ اس گورنمنٹ کی اطاعت کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا فرض مذہبی ہے۔ اس رنگ میں پہلے کبھی کسی نے گورنمنٹ کی اطاعت کی تائید نہیں کی۔[1]

۲۱؍جولائی ۱۹۰۷ء

آخری فیصلہ

ڈاکٹر عبدالحکیم نے حضرت کے متعلق جو الہام شائع کیا ہے اس کا ذکر تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ

یہ آخری مرحلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب آخری فیصلہ کی تقریب پیدا کردی ہے۔ براہین احمدیہ کے آخر میں وحی الٰہی درج ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا وہ یہی فتح ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ایسے امور ظاہر کرے گا کہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اب آخری فیصلہ ہے۔

ایک دوست نے عرض کی کہ حضور کا ایک پرانا الہام ہے لَا تَنْقَطِعُ الْاَعْدَاءُ اِلَّا بِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ترجمہ۔ دشمن نہیں منقطع ہوں گے مگر ان میں سے ایک کی موت کے ساتھ۔

فرمایا۔ ہاں یہ پرانا الہام ہے ہمیں اس وقت یاد نہیں کہ یہ الہام کہیں چھپ چکا ہے یا نہیں۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

فرمایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوئے تھے۔ مگر جھوٹا ہمیشہ بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ سچا پہلے ظاہر ہوجاتا ہے تو پھر اس کی ریس کر کے جھوٹے بھی نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمارے دعوے سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے اس طرح خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر ہمارے دعویٰ کے بعد چراغ دین اور عبدالحکیم اور کئی ایک دوسرے ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔

اپنے بھائی کو حقارت سے نہ دیکھو اس کے لیے دعا کرو

حضرت کی خدمت میں ایک شخص کا خط پیش ہوا

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۸؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

کہ میں کئی جگہ گیا تھا اور میں نے آپ کی جماعت کے آدمیوں کو نماز کی بروقت پابندی میں اور باہمی اخوت کے شرائط کے پورا کرنے میں قاصر پایا۔

فرمایا۔ اصلاح ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ بعض مستعجل لوگ ہیں جو نکتہ چینی پر جلدی کرتے ہیں اخلاص اور ثباتِ قدم خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے اور اس سلسلہ میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داخلہ کے فضل کی توفیق پائی اور ثباتِ قدم اور اخلاص کی توفیق کے حاصل کرنے کے واسطے ہنوز وہ منتظر ہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی حالت کو دیکھے۔ کیا وہ جس دن اس سلسلہ میں داخل ہوا اس دن اس کی حالت وہ تھی جو آج اس کی ہے۔ ہر ایک آدمی رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دور ہو جاتی ہیں گھبرانا نہیں چاہیے اور اصلاح کے واسطے کوشش کرنی چاہیے۔ اپنے بھائی کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ اس کے واسطے دعا کرو۔ اس کے ساتھ لڑائی نہ کرو بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔

اپنی موت کو یاد رکھو

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذّت نہیں آتی۔

فرمایا کہ موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اس نے موت کو بھلا دیا ہے۔ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا۔ لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طولِ اَمَل پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہو اور کشتی غرق ہونے لگے تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا ایسے وقت میں انسان گناہ گاری کے خیالات دل میں لا سکتا ہے؟ ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے اس واسطے گناہ نہیں کر سکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔ پس اپنی موت کو یاد رکھو۔

خدا تعالیٰ کا سلام

ایک دوست نے عرض کی کہ مخالفین نے ہم کو سلام کہنا چھوڑ دیا۔

فرمایا۔ تم نے ان کے سلام میں سے کیا حاصل کر لینا ہے۔ سلام تو وہ

ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا کا سلام وہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ:۵۹)

ایک دفعہ ہم کو کثرت پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی الہام ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

اسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں۔

حدیث کی اہمیت

ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں ایک فقہی مسئلہ پیش کر کے درخواست کی کہ اس کا جواب صرف قرآن شریف سے دیا جاوے۔

حضرت نے فرمایا کہ

متقی کے واسطے مناسب ہے کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لاوے کہ حدیث کوئی چیز نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل تھا وہ گویا قرآن کے مطابق نہ تھا۔ آجکل کے زمانہ میں مرتد ہونے کے قریب جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک خیال حدیث شریف کی تحقیر کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے۔ اگر قرآن شریف کے واسطے معلّم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسول پر کیوں اترتا۔ یہ لوگ بہت بے ادب ہیں کہ ہر ایک اپنے آپ کو رسول کا درجہ دیتا ہے اور ہر ایک اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے کہ قرآن شریف اسی پر نازل ہوا ہے۔ یہ بڑی گستاخی ہے کہ ایک چکڑالوی مولوی جو معنے قرآن کے کرے اس کو مانا جاتا ہے اور قبول کیا جاتا ہے اور خدا کے رسول پر جو معنے نازل ہوئے ان کو نہیں دیکھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو انسانوں کو اس اَمر کا محتاج پیدا کیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسول، مامور، مجدّد ہو۔ مگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ہر ایک رسول ہے اور اپنے آپ کو غنی اور غیر محتاج قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ ایک بچہ محتاج ہے کہ وہ اپنے والدین وغیرہ سے تکلم سیکھے اور بولنے لگے۔ پھر استاد کے پاس بیٹھ کر سبق پڑھے۔ جائے استاد خالی است۔

چکڑالوی لوگ دھوکا دیتے ہیں کہ کیا قرآن محتاج ہے۔ اے نادانو! کیا تم بھی محتاج نہیں؟ اور خدا کی ذات کی طرح بے احتیاج ہو؟ قرآن تمہارا محتاج نہیں پر تم محتاج ہو کہ قرآن کو پڑھو، سمجھو اور سیکھو۔ جبکہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی قرآن پڑھنے لگے گا؟ بہرحال معلّم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا ملّاں ہمارا معلّم ہو سکتا ہے تو کیا وہ نہیں ہو سکتا جس پر خود قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ دیکھو قانون سرکاری ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے بھی آدمی مقرر ہیں حالانکہ اس میں کوئی ایسے معارف اور حقائق نہیں جیسے کہ خدا کی پاک کتاب میں ہیں۔ یاد رکھو کہ سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔ جو لوگ آنحضرتؐ کی اتباع نہیں کرتے ان کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بجز نورِ اتباع خدا کو بھی پہچاننا مشکل ہے۔ شیطان شیطان اسی واسطے ہے کہ اس کو نورِ اتباع حاصل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیئیس سال[1] دنیا میں رہے۔ متقی کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس بات کو محبت کی نگاہ سے دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا طریق عمل تھا۔[2]

نابالغ کے نکاح کا فسخ

سوال پیش ہوا کہ اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی کر دے اور ہنوز وہ نابالغ ہی ہو اور ایسی ضرورت پیش آوے تو کیا طلاق بھی ولی دے سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ دے سکتا ہے۔[3]

۲۵؍جولائی ۱۹۰۷ء

آجکل کے فقیر اور فقراء

فرمایا۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ آجکل بہت لوگ فقیر بنتے ہیں مگر سوائے نفس پرستی کے اور کوئی غرض اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اصل

۱؎ بعد از دعویٰ (مرتّب)

۲؎ بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ نیز الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۳؎ بدر جلد ۶ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۵؍جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

دین سے بالکل الگ ہیں جس دنیا کے پیچھے عوام لگے ہوئے ہیں اسی دنیا کے پیچھے وہ بھی خراب ہو رہے ہیں۔ توجہ اور دم کشی اور منتر جنتر اور دیگر ایسے امور کو اپنی عبادت میں شامل کرتے ہیں جن کا عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ صرف دنیا پرستی کی باتیں ہیں اور ایک ہندو کافر اور ایک مشرک عیسائی بھی ان ریاضتوں اور ان کی مشق میں ان کے ساتھ شامل ہوسکتا بلکہ ان سے بڑھ سکتا ہے اصلی فقیر تو وہ ہے جو دنیا کی اغراضِ فاسدہ سے بالکل الگ ہوجائے اور اپنے واسطے ایک تلخ زندگی قبول کرے تب اس کو حالت عرفان حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک قوت ایمانی کو پاتا ہے۔ آجکل کے پیرزادے اور سجادہ نشین نماز جو اعلیٰ عبادت ہے اس کی یا تو پروا نہیں کرتے یا ایسی طرح جلدی جلدی ادا کرتے ہیں جیسے کہ کوئی بیگار کاٹنی ہوتی ہے اور اپنے اوقات کو خود تراشیدہ عبادتوں میں لگاتے ہیں جو خدا اور رسول نے نہیں فرمائیں۔ ایک ذکر اَرّہ بنایا ہوا ہے جس سے انسان کے پھیپھڑے کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ بعض آدمی ایسی مشقتوں سے دیوانے ہوجاتے ہیں اور بعض مَر ہی جاتے ہیں جو دیوانے ہوجاتے ہیں ان کو جاہل لوگ ولی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی جو راہیں خود ہی مقرر فرما دی ہیں وہ کچھ کم نہیں۔ خدا تعالیٰ ان باتوں سے راضی ہوتا ہے کہ انسان عفت اور پرہیزگاری اختیار کرے۔ صدق وصفا کے ساتھ اپنے خدا کی طرف جھکے۔ دنیوی کدورتوں سے الگ ہوکر تَبَتُّل اِلَی اللہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر اختیار کرے۔ خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ نماز انسان کو منزّہ بنا دیتی ہے۔ نماز کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے اپنا دھیان خدا کی طرف رکھے یہی اصل مدعا ہے جس کو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی قدرتوں میں فکر کرتے ہیں۔ ذکر اور فکر ہر دو عبادت میں شامل ہیں فکر کے ساتھ شکر گذاری کا مادہ بڑھتا ہے۔ انسان سوچے اور غور کرے کہ زمین اور آسمان، ہوا اور بادل، سورج اور چاند، ستارے اور سیارے، سب انسان کے فائدے کے واسطے خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ فکر معرفت کو بڑھاتا ہے۔

غرض ہر وقت خدا کی یاد میں اس کے نیک بندے مصروف رہتے ہیں۔ اسی پر کسی نے کہا کہ

جو دم غافل سو دم کافر۔ آجکل کے لوگوں میں صبر نہیں۔ جو اس طرف جھکتے ہیں وہ بھی ایسے مستعجل ہوتے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ پھونک مار کر ایک دم میں سب کچھ بنا دیا جائے اور قرآن شریف کی طرف دھیان نہیں کرتے کہ اس میں لکھا ہے کہ کوشش اور محنت کرنے والوں کو ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمام تعلق مجاہدہ پر موقوف ہے۔ جب انسان پوری توجہ کے ساتھ دعا میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے دل میں رقّت پیدا ہوتی ہے اور وہ آستانہ الٰہی پر آگے سے آگے بڑھتا ہے تب وہ فرشتوں کے ساتھ مصافحہ کرتا ہے۔

ہمارے فقراء نے بہت سی بدعتیں اپنے اندر داخل کر لی ہیں۔ بعض نے ہندوؤں کے منتر بھی یاد کئے ہوئے ہیں اور ان کو بھی مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارے بھائی صاحب کو ورزش کا شوق تھا۔ ان کے پاس ایک پہلوان آیا تھا۔ جاتے ہوئے اس نے ہمارے بھائی صاحب کو الگ لے جا کر کہا کہ میں ایک عجیب تحفہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو بہت ہی قیمتی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک منتر پڑھ کر ان کو سنایا اور کہا کہ یہ منتر ایسا پُر تاثیر ہے کہ اگر ایک دفعہ صبح کے وقت اس کو پڑھ لیا جاوے تو پھر سارا دن نہ نماز کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ وضو کی ضرورت۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے کلام کی ہتک کرتے ہیں۔ وہ پاک کلام جس میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:۳) کا وعدہ دیا گیا ہے خود اسی کو چھوڑ کر دوسری طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔ انسان کے ایمان میں ترقی تب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرمودہ پر چلے اور خدا پر اپنے توکل کو قائم کرے۔ ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو دیکھا کہ وہ کھجوریں جمع کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کس لیے ایسا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ کل کے لیے جمع کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا توکل کے خدا پر ایمان نہیں رکھتا؟ لیکن یہ بات بلالؓ کو فرمائی ہر کسی کو نہیں فرمائی۔ اور ہر ایک کو وعظ اور نصیحت اس کی برداشت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

بہترین ریاضت

ایک شخص نے عرض کی کہ میں پہلے فقراء کے پاس پھرتا رہا اور کئی طرح کی مشکل ریاضتیں انہوں نے مجھ سے کرائیں۔ اب میں نے آپ کی بیعت کی ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

فرمایا۔ نئے سرے سے قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے معانی پر خوب غور کرو۔ نماز کو دل لگا

کر پڑھو اور احکامِ شریعت پر عمل کرو۔ انسان کا کام یہی ہے۔ آگے پھر خدا کے کام شروع ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عاجزی سے خدا تعالیٰ کی رضا کو طلب کرتا ہے خدا اس پر راضی ہوتا ہے۔

اختلافِ فقہاء فرمایا۔ آجکل علماء کے درمیان باہم مسائل کے معاملہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ ہر ایک مسئلہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ لاہور میں ایک طبیب غلام دستگیر نام تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ مریضوں اور ان کے لواحقین کی اس ملک میں رسم ہے کہ وہ طبیب سے پوچھا کرتے ہیں کہ یہ دوا گرم ہے یا سرد؟ تو میں نے اس کے جواب میں ایک بات رکھی ہوئی ہے۔ میں کہہ دیا کرتا ہوں کہ اختلاف ہے۔ اوّل تو اس اختلاف کے سبب کئی فرقے ہیں۔ پھر مثلاً ایک فرقہ حنفیوں کا ہے ان میں آپس میں اختلاف ہے۔ پھر خود امام ابوحنیفہؒ کے اقوال میں اختلاف ہے۔

آجکل کے پیر فرمایا۔ آجکل کے پیر اکثر فاحشہ عورتوں کو مرید بناتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کے پیر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی بدکاریوں پر اور اپنے کفر پر برابر قائم رہتے ہیں۔ صرف پیر کو چندہ دے کر وہ مرید بن سکتے ہیں۔ اعمال خواہ کیسے ہی ہوں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو آنحضرتؐ ابوجہل کو بھی مرید بنا سکتے تھے وہ اپنے بتوں کی پرستش بھی کرتا رہتا اور اس قدر لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہ پڑتی مگر یہ باتیں بالکل گناہ ہیں۔[1]

بلا تاریخ[2]

حج کے لیے نہ جانے کی وجہ ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب حج کو کیوں نہیں جاتے؟

فرمایا۔ یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۱ مورخہ یکم اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ و الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۰/ اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

[2] اس ڈائری پر کوئی تاریخ تو درج نہیں لیکن اندازاً جولائی ۱۹۰۷ء کی کسی تاریخ کے یہ ملفوظات ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتّب)

مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہ کیا۔ حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خوف نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔ لیکن ان لوگوں کو اس اَمر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اوّل ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرتؐ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔

توکل

فرمایا۔ توکل کرنے والے اور خدا کی طرف جھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اس کو سوائے ذلّت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنّت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اس کو پاتے ہیں اور جو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ اگر چند روز مکر و فریب سے کچھ حاصل بھی کر لیں تو وہ لاحاصل ہے کیونکہ آخر ان کو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسلام میں عمدہ لوگ وہی گذرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پروا نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدینؒ اور معین الدینؒ خدا کے اولیاء گذرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا کی عبادت کی مگر خدا نے ان کی عزّت کو ظاہر کر دیا۔

ہم نے بٹالہ میں ایک پیرزادہ کو دیکھا کہ وہ اپنی زمین کے مقدمات کے واسطے غبار آلودہ ہوا

کسی ڈپٹی کے پیچھے پھرتا تھا۔ میں حیران ہوا کہ اگر اس شخص میں سچی نیکی ہوتی اور یہ خدا پر توکل کرنے والا ہوتا تو ایسے مکدرات میں کیوں گرتا۔

مذہب فروشی سکھانے والے پادری

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ دیسی عیسائی ہے اور مسلمان ہونا چاہتا ہے مگر روپے مانگتا ہے یا تنخواہ مانگتا ہے حالانکہ لیاقت کچھ نہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ

پادریوں نے ہندوستانیوں کے اخلاق خراب کر دیئے ہیں اور ان کو مذہب فروش بنا دیا ہے۔ کئی عیسائی دیکھے ہیں کہ وہ ہندوؤں یا مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان یا ہندو ہونے کے واسطے تیار ہیں لیکن عیسائی لوگ ہم کو اس قدر تنخواہ دیتے ہیں تم کیا تنخواہ دو گے؟ جدھر سے زیادہ تنخواہ کی امید ہو ادھر ہی جھک پڑتے ہیں اور بسا اوقات کبھی ادھر سے اور کبھی ادھر سے بطور نیلام کے اپنی قیمت کے بڑھانے میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ بد اخلاقی ہندوستان میں پادریوں نے ہی پھیلائی ہے ورنہ ان سے پہلے ہندوستانی لوگ مذہب کے معاملہ میں ایسے رذیل اخلاق رکھنے والے نہ تھے۔

آدمیوں کو چاہیے کہ جب ایک مذہب کو سچا سمجھ کر قبول کرے تو پھر اس پر استقامت دکھلائے۔ خدا تعالیٰ رازق ہے وہ خود تمام سامان مہیا کر دے گا۔ جب انسان خدا کے واسطے کوئی کام کرتا ہے تو پھر اس کو موت کی پروا نہیں رہتی اور نہ اسے خدا تعالیٰ ضائع کرتا ہے۔ اندرونی تقویٰ اور طہارت کا خیال کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کے دل اور دماغ میں صرف دنیا ہی رہ جاتی ہے وہ کس کام کے آدمی ہیں؟ جو لوگ سچے دل کے ساتھ خلوص نیت کے ساتھ خدا کی طرف جھکتے ہیں خدا ان کی دستگیری کرتا ہے۔ اس قسم کے عیسائی نومسلموں کی نسبت تو ہم نے ان لوگوں کو بہت ثابت قدم دیکھا ہے جو ہندوؤں میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالرحیم ہیں۔ سردار فضل حق ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب، شیخ عبدالعزیز صاحب ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کی خاطر بہت دکھ

اٹھائے مگر اپنے ایمان پر قائم رہے۔ جب سردار فضل حق صاحب مسلمان ہوئے تو ان کو قتل کرنے کے واسطے کئی سکھ یہاں تک آئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے ان کو بچایا اور سردار صاحب نے کسی کا خوف نہ کیا۔ ایسا ہی شیخ عبدالرحیم کے چہرے سے نیک بختی کے آثار نمایاں ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو ایک دفعہ ان کے رشتہ دار دھوکے سے لے گئے تھے اور وہاں لے جا کر ان کو قید کر دیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور خود بخود یہاں چلے آئے۔

برخلاف عیسائیوں کا مذہب عموماً تنخواہ پر ہے۔ اگر آج ان کو موقوف کر دیا جائے تو بس ساتھ ہی ان کی عیسائیت بھی موقوف ہو جائے۔ امرتسر میں ایک پادری رجب علی تھا۔ وہ کئی مرتبہ مسلمانوں میں آ کر ملتا تھا۔ پھر عیسائی ہو جاتا تھا۔ عیسائی ہونے کی حالت میں اس کا ایک اخبار نکلتا تھا۔ عیسائیوں سے کچھ ناراض تھا۔ ان دنوں میں ایک گرجا پر بجلی گری تھی۔ اس خبر کو اپنے اخبار میں درج کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ گرجے پر بجلی گرنا دو اسباب سے خالی نہیں۔ یا تو اس کا یہ سبب ہوا ہے کہ روح القدس کو مصالحہ بہت لگ گیا تھا اور اس نے گرجے پر اتر کر گرجے کو جلا دیا۔ اور اگر یہ سبب نہیں تو پھر یہ سبب ہے کہ میری آہ گرجے پر پڑی ہے اور اس نے گرجا کو جلا دیا ہے۔

اکثر اس قسم کے عیسائی دہریہ اور کمینہ طبع ہوتے ہیں۔ عیسائی مذہب کے کفّارہ نے ایسی بے قیدی کر دی ہے کہ جو گناہ چاہو کر لو سزا تو یسوع بھگتے گا۔ اسی واسطے ضرب المثل ہوگئی ہے کہ 'عیسائی' باش ہرچہ خواہی کن۔ کیونکہ اگر زنا اور شراب حرام ہے تو پھر کفّارے سے فائدہ کیا؟ کفّارے کا یہی تو فائدہ ہے کہ اس نے معافی کی ایک راہ کھول دی ہے۔ اگر عیسائی بھی گناہ کرنے سے پکڑا جاتا ہے جیسا کہ غیر عیسائی پکڑا جاتا ہے تو پھر دونوں میں فرق کیا ہوا؟ اور کسی کو عیسائی بننے سے فائدہ کیا حاصل ہوا؟[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۸ نیز الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰، ۱۱

یکم اگست ۱۹۰۷ء

صادق کا دعویٰ پہلے ہوتا ہے اور کاذب کا بعد میں

تازہ الہام الٰہی اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ کا ذکر تھا۔

فرمایا کہ قریب العہد اہانت کرنے والا تو ڈاکٹر عبدالحکیم ہے جس نے بہت اہانت کے لفظوں میں ایک خط لکھا ہے اور ہماری موت کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ یہ وحی الٰہی پہلے بھی بہت بار نازل ہو چکی ہے۔ مگر ہر بار اس کا شانِ نزول جدید ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مخالفت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ ضرور تھا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے تا کہ صادق اور کاذب کے درمیان ایک فرق ہو جائے۔ سب انبیاء کے وقتوں میں ایسے مخالف ہوتے چلے آئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے آدمی موجود تھے۔ مگر اس قسم کے لوگ ہمیشہ بعد میں آتے ہیں۔ شروع میں صادق ہی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی ریس کرتے ہیں۔ اس میں خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ اچھی طرح سے شائع نہ ہو گیا۔ تب تک کوئی آدمی ایسا پیدا نہ ہوا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تا کہ کوئی ایسا نہ کہہ سکے کہ اس شخص نے فلاں شخص کی ریس کر کے دعویٰ نبوت کر دیا ہے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں مطلق خاموشی تھی۔ کوئی شخص خدا سے وحی پانے کا اور مسیح موعود ہونے کا مدعی نہ تھا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے ہم پر اپنی وحی نازل کر کے ہمیں مسیح موعود بنایا۔ یہ اَمر بھی منہاجِ نبوت میں داخل ہے کہ صادق کا دعویٰ اوّل ہو اور کاذب پیچھے ہوں۔ اور لوگوں کی بے خبری کے علاوہ ہم تو خود بھی بے خبر تھے۔ اپنے طور پر میری عادت تھی کہ غیر مذاہب کے برخلاف اخبارات میں مضامین دیتا تھا اور اسلام کی صداقت کے ظہور میں کوشاں رہتا تھا۔ ان ایام میں ایک عیسائی کا اخبار سفیر ہند نام نکلا کرتا تھا اور ایک برہموؤں کا رسالہ بنام برادر ہند شائع ہوتا تھا۔ ان ہر دو میں بعض مضامین میں نے لکھے تھے مگر ان مضامین میں ہمارا مطلب صرف عقلی دلائل کے پیش کرنے کا ہوتا تھا اور وحی الٰہی اور نشانات کے دکھانے کا کوئی خیال نہ تھا۔ دو جلدیں

براہین احمدیہ کی میں لکھ چکا تھا اور اس وقت تک مجھے خبر نہ تھی جبکہ یکدفعہ یہ الہام ہوا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اسی براہین احمدیہ میں ہم نے یہ الہام بھی درج کیا ہے کہ یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور اسی میں ہم نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنا وہی عقیدہ پیش کیا ہے جو پرانا عقیدہ تھا کہ مسیح آسمان پر ہے۔ اس سے دیکھنے والے کے واسطے یہ اَمر ظاہر ہے کہ اگر ہم تصنّع اور بناوٹ سے کوئی کام کرتے اور افترا کے ساتھ یہ باتیں بناتے تو ہم ایسا کیوں کرتے۔ جو شخص افترا کرنے لگتا ہے وہ تو اول ہی سب پہلو سوچ لیتا ہے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کی ایک مصلحت تھی کہ ہم نے ایسا لکھ دیا تا کہ ہماری سچائی پر ایک دلیل قائم ہو جائے۔ پہلے سے ہی براہین کے اندر ایک تناقض ہو گیا۔ اور ہم خود بھی اس تناقض کو نہ سمجھ سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ایک بڑی حکمت تھی۔

نشانات کا ظہور

فرمایا۔ گذشتہ دنوں میں خدا تعالیٰ بہت سے نشانات دکھا چکا ہے جن میں سے بعض کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی درج ہو چکے ہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر کسی اور نشان کی تیاری ہو رہی ہے تا کہ ایمانداروں کے ایمان اور قوی ہو جاویں۔ ہر ایک نشان جو ظاہر ہوتا ہے اس سے لوگوں کے ایمان قوی ہوتے ہیں کیونکہ نشان کے ذریعہ سے ایک انکشاف تام ہو جاتا ہے جب آدمی اچھی طرح سے معلوم کر لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس بات میں راضی ہے اور کس دین کے حق میں وہ اپنے نشانات زبردست دکھاتا ہے۔ تب انسان اس دین کو سچے دل سے قبول کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کی خاطر ہر ایک تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے نشانات کے ذریعہ سے تکمیل ایمان ہوتی ہے۔ جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ نے یہ ایک عمدہ راہ نکالی ہے۔ جب خدا کی فرمائی ہوئی باتیں پوری ہوتی ہیں تو دل کو سرور اور خوشی ہوتی ہے۔ انسان خدا تعالیٰ کے فضل سے سیراب ہو جاتا ہے اور اس کا یقین بڑھتا ہے کہ اس سلسلہ کے اختیار کرنے میں میں نے کوئی غلطی نہیں کھائی۔ مگر یہ مت خیال کرو کہ غلطی کے نہ کھانے میں تمہاری کوئی بہادری ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ تم نے غلطی نہیں کھائی ورنہ بڑے بڑے

فاضل اور مولوی لوگ اس جگہ ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ [۱]

اگست ۱۹۰۷ء [۲]

ہر ایک کے واسطے تفتیش کرنا منع ہے

ایک شخص نے عرض کی کہ میں ایک گاؤں میں دوکان پر گڑ شکر بیچتا ہوں۔ بعض دفعہ لڑکے یا زمینداروں کے مزدور اور خادم چاکر کپاس یا گندم یا ایسی شَے لاتے ہیں اور اس کے عوض میں سودا لے جاتے ہیں جیسا کہ دیہات میں عموماً دستور ہوتا ہے لیکن بعض لڑکے یا چاکر مالک سے چوری ایسی شَے لاتے ہیں۔ کیا اس صورت میں ان کو سودا دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟

فرمایا۔ جب کسی شَے کے متعلق یقین ہو کہ یہ مالِ مسروقہ ہے تو پھر اس کا لینا جائز نہیں لیکن خواہ مخواہ اپنے آپ کو بدظنی میں ڈالنا اَمر فاسد ہے۔ ایسی باتوں میں تفتیش کرنا اور خواہ مخواہ لوگوں کو چور ثابت کرنے کی کوشش کرنا دوکاندار کا کام نہیں۔ اگر دوکاندار ایسی تحقیقاتوں میں لگے گا تو پھر دوکانداری کس وقت کرے گا؟ ہر ایک کے واسطے تفتیش کرنا منع ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ گائے ذبح کرو۔ بہتر تھا ایک گائے پکڑ کر ذبح کر دیتے۔ حکم کی تعمیل ہو جاتی۔ انہوں نے خواہ مخواہ اور باتیں پوچھنی شروع کیں کہ وہ کیسی گائے ہے اور کیسا رنگ ہے اور اس طرح کے سوال کر کے اپنے آپ کو اور دقّت میں ڈال دیا۔ بہت مسائل پوچھتے رہنا اور باریکیاں نکالتے رہنا اچھا نہیں ہوتا۔ [۳]

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۸، ۹ نیز الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

۲؎ اس ڈائری پر صرف اگست ۱۹۰۷ء لکھا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ یہ ملفوظات ۲ تا ۱۵ اگست کی کسی تاریخ کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتّب)

۳؎ بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۶؍اگست ۱۹۰۷ء

کھانا کھلانے کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے

ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ اگر کوئی شخص حضرت سید عبدالقادر کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر کھانا پکا کر کھلا وے تو کیا یہ جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ

طعام کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ گذشتہ بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی خاطر اگر طعام پکا کر کھلایا جائے تو یہ جائز ہے لیکن ہر ایک اَمر نیت پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کے کھانے کے واسطے کوئی خاص تاریخ مقرر کرے اور ایسا کھانا کھلانے کو اپنے لیے قاضی الحاجات خیال کرے تو یہ ایک بُت ہے اور ایسے کھانے کا لینا دینا سب حرام ہے اور شرک میں داخل ہے۔ پھر تاریخ کے تعین میں بھی نیت کا دیکھنا ہی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ملازم ہے اور اسے مثلاً جمعہ کے دن ہی رخصت مل سکتی ہے تو ہرج نہیں کہ وہ اپنے ایسے کاموں کے واسطے جمعہ کا دن مقرر کرے۔ غرض جب تک کوئی ایسا فعل نہ ہو جس میں شرک پایا جائے صرف کسی کو ثواب پہنچانے کی خاطر طعام کھلانا جائز ہے۔

قرآن شریف کے اوراق کا ادب

ایک شخص نے عرض کی کہ قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق کو اگر بے ادبی سے بچانے کے واسطے جلا دیا جائے تو کیا جائز ہے؟

فرمایا۔ جائز ہے حضرت عثمانؓ نے بھی بعض اوراق جلائے تھے۔ نیت پر موقوف ہے۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۱۳؍اگست ۱۹۰۷ء

ادائیگی قرض کی اہمیت

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ ایک دوسرے شخص کی امانت جو اس کے پاس جمع تھی لے کر کہیں چلا گیا ہے۔

فرمایا۔ادائے قرضہ اور امانت کی واپسی میں بہت کم لوگ صادق نکلتے ہیں اور لوگ اس کی پروا نہیں کرتے حالانکہ یہ نہایت ضروری اَمر ہے۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس پر قرضہ ہوتا تھا۔دیکھا جاتا ہے کہ جس التجا اور خلوص کے ساتھ لوگ قرض لیتے ہیں اسی طرح خندہ پیشانی کے ساتھ واپس نہیں کرتے بلکہ واپسی کے وقت ضرور کچھ نہ کچھ تنگی ترشی واقع ہو جاتی ہے۔ایمان کی سچائی اسی سے پہچانی جاتی ہے۔[1]

۱۵؍اگست ۱۹۰۷ء (بعد از نماز ظہر)

سچے سلسلہ کی مخالفت اس کی صداقت کا نشان ہے

ایک شخص نور محمد نامی نے بیعت کے واسطے عرض کی۔

فرمایا۔عصر کے وقت کر لینا۔

عصر کے وقت جب حضرت تشریف لائے تو وہ شخص بیعت کے لیے آگے بڑھا۔

حضرت نے فرمایا۔جس جس نے بیعت کرنی ہے آجاوٴ۔

چونکہ جگہ تنگ اور لوگ زیادہ تھے۔حضرت نے فرمایا۔

تم لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو۔

بیعت کے بعد حضرت صاحب نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔

کیا آپ ملتان سے آئے ہیں؟

شخص۔حضور ملتان سے

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۵؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

حضرت۔خاص ملتان گھر ہے یا گرد ونواح میں؟

شخص۔حضور امیر پور ایک گاؤں تحصیل کبیروالہ میں ہے۔وہاں بڑے بھارے مخالف ہیں۔

حضرت۔اس طرف بھی بارش ہوئی ہے؟

شخص۔حضور اس طرف کم بارش ہوئی ہے۔

حضرت۔اس طرف بارش ہمیشہ کم ہی ہوا کرتی ہے۔اس طرف لوگوں کی صحت تو اچھی ہوگی۔کوئی بیماری تو نہیں ہوگی۔

شخص۔بیماری کم ہی ہے۔

حضرت۔اس طرف تو اس سلسلہ کی مخالفت کثرت سے نہیں؟

شخص۔بہت لوگ مخالف ہیں۔

اس پر حضرت نے فرمایا۔

عادت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جس سلسلہ کو خدا تعالیٰ خود قائم کرتا ہے اس کی سب سے زیادہ مخالفت ہوتی ہے جس سلسلہ کی مخالفت نہ ہو یا اگر ہو بھی تو بہت کم ہو وہ سلسلہ سچا سلسلہ نہیں ہوتا۔سچے سلسلہ کی سچائی کا ایک بڑا نشان یہ بھی ہے کہ اس کی بہت مخالفت ہو۔دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت کیا تو کمبخت مخالفوں نے بہت شور مچایا اور بڑی مخالفت کی۔مگر جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا تو سب آپس میں مل جل گئے۔کسی نے مخالفت نہ کی۔وجہ یہ ہے کہ شیطان جھوٹے کا دشمن نہیں ہوتا۔سچے کی مخالفت میں سب اپنا زور لگاتا ہے۔دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بیگانے سب دشمن ہوگئے۔کیا عالم اور کیا جاہل سب کے سب مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔یہاں تک کہ جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا وہ بھی دشمن ہوگئے۔

آجکل بھی یہی حال ہے۔ہر ایک نے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے۔بڑے بڑے جرائم پیشہ اور بدکار لوگ ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔بہت لوگ ایسے ہیں جو دنیا طلبی کے ہی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور بھولے سے بھی کبھی دین کا نام نہیں لیتے۔ہر وقت زمینداری اور ملازمت میں ہی

مست رہتے ہیں اور دین کی ذرّہ بھی پروا نہیں کرتے اور مذہب سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔ وہ ہماری مخالفت کرتے اور ہمارا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر تمام دنیا سے بدتر ہوں تو میں ہی ہوں۔ سو ایسے لوگوں کا فیصلہ تو اب خدا خود کرے گا۔ ایسوں کو کیا جواب دیا جاوے ان کا فیصلہ تو خدا کے پاس ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے بہت گندوں اور شرارتوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف اشارات ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایسے لوگوں کی بابت لکھا ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو شور ڈالا کرو اور تالیاں بجایا کرو اور پھر بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کی نسبت اللہ کریم فرماتا ہے وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرۃ:۱۵) اور ایسے لوگ بہت پائے جاتے تھے جو دوسروں کو کہتے تھے کہ جھوٹے طور پر بیعت کر آؤ اور پھر کہو کہ ہم سب کچھ دیکھ آئے ہیں کوئی بات نہیں وہ تو دوکانداری ہے اور پھر مرتد ہو جاؤ اور پھر ایسے لوگوں کو جو بیعت کر کے پھر جاتے تھے، پیش کر کے کہتے تھے کہ دیکھو! یہ تجربہ کار لوگ ہیں مرتد ہو گئے ہیں۔ یہ محض جھوٹا سلسلہ ہے۔ ایسا ہی چند آدمیوں نے ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے۔ پہلے جھوٹے طور پر یہاں آ کر بیعت کی۔ پھر بعد ازاں یہاں سے جا کر چھپوا دیا کہ ہم سب کچھ دیکھ آئے ہیں کچھ بھی نہیں۔ ہم بھی مرید ہوئے تھے سب پتا لیا محض دھوکا بازی ہے۔ بیوقوف اتنا نہیں جانتے کہ آخرکار کام تو وہی ہو کر رہے گا اور وہی بہرصورت پورا ہو کر رہے گا جو ارادۂ الٰہی میں ہے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جہاں ہماری مخالفت میں زیادہ شور اٹھا ہے وہاں ہی زیادہ جماعت تیار ہوئی ہے۔ جہاں مخالفت کم ہے وہاں ہماری جماعت بھی کم ہے۔

ایک شخص نے سلسلہ تقریر میں عرض کی کہ اگر کوئی حقیقۃ الوحی کو خدا کے خوف سے پڑھے تو ضرور مان لیوے۔

حضرت نے فرمایا۔

خدا کا خوف ان میں رہا ہی کہاں ہے۔ خدا کا خوف ہوتا تو ہماری مخالفت ہی کیوں کرتے۔ خدا نے اتمامِ حجّت کر دی۔ ہماری تائید میں بڑے بڑے نشان دکھائے گئے۔ مگر ان لوگوں کا کیا کِیا

جاوے۔ اتنے نشانات ہیں کسی کی نظیر تو پیش کریں اُور نشان جانے دو ان سے کوئی پوچھے کہ چھبیس ستائیس سال ہمیں دعویٰ کئے گذر گئے اور ہزاروں نشانات ہماری تائید میں ظاہر ہوئے۔ کسی ایسے جھوٹے کی نظیر تو پیش کرو جس نے خدا پر افترا کیا ہو اور اتنی مہلت اور نشانات اس کی تائید میں دکھائے گئے ہوں۔ خدا نے اس کے مخالف ہلاک، تباہ اور ذلیل کر دیئے ہوں۔ حالانکہ خدا جانتا تھا کہ وہ مفتری ہے۔ بھلا کوئی نظیر تو دو۔ سنّت اللہ اسی طرح سے ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے تو عبدالحکیم وغیرہ کی طرح بعض لوگ الہام کے دعویدار بن بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی رسول ہیں۔ مگر ایسے دعویٰ کرنے والے ہمیشہ بعد میں ہوتے ہیں۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کر لیا اور اس کی اچھی طرح سے شہرت ہو گئی تب مسیلمہ کذاب وغیرہ نے بھی دعویٰ کر دیا۔ ایسا ہی ہمیں بھی چھبیس ستائیس برس دعویٰ کئے گذر گئے تو ان لوگوں کو بھی دعوے یاد آ گئے۔

سچے مدّعی کی نشانی مگر یاد رکھو کہ سچے کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے دعویٰ کرتا ہے وہ کسی کی رِیس نہیں کرتا۔ ابوسفیان وغیرہ جب کفر کے زمانہ میں قیصر کے پاس گئے تو اس نے ان سے یہی پوچھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی کسی نے دعویٰ کیا ہوا ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تب اس نے کہا کہ اگر اس سے پہلے کوئی دعویٰ کرنے والا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ ریس کرتا ہے۔ ابتداءً دعویٰ کرنا یہ سچے کی شناخت پر ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ دیکھو چھبیس ستائیس برس گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں تو ایک بچہ بھی پیدا ہو کر باپ بن سکتا ہے۔ [1]

۱۷؍اگست ۱۹۰۷ء (بوقت عصر)

نئے نشانات کا ظہور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج رات کے دو بجے الہام ہوا تھا اِنَّ خَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاقِعٌ جس

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پیشگوئی واقع ہونے والی ہے۔ دو تین ماہ میں کوئی نہ کوئی نشان ضرور ظہور میں آجاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے خاتمہ کے دن قریب ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں نئے نئے نشانات ظہور میں آئیں گے اور جیسے تسبیح کا دھاگا توڑ دیا جاوے تو دانے پردانہ گرتا ہے ویسے ہی نشان پر نشان ظاہر ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی سال اب خالی نہیں جاتا۔ دو چار مہینہ میں کوئی نہ کوئی نشان ضرور واقع ہوجاتا ہے۔ تمام نبیوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ جس زور سے آخری زمانہ میں نشانات کا نزول ہوگا اس سے پہلے ویسا کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

مخالفت ہمارے لئے مفید ہے فرمایا۔ مخالفوں کا انکار ہمارے واسطے بہتر ہے کیونکہ جتنی گرمی زور سے پڑتی ہے اتنی ہی بارش زور سے ہوتی ہے۔ جس قدر مخالفوں میں تپش بڑھتی جائے گی اتنے ہی نشانات بارش کی طرح برستے جائیں گے۔[۱]

۱۸؍اگست ۱۹۰۷ء (بوقت عصر)

مخالف ہمیں منہاج نبوت پر پرکھیں کسی شخص کے ذکر پر فرمایا کہ مجوسیوں، یہودیوں اور نصرانیوں نے بھی تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کئے تھے۔ جس طرح سے لوگ انبیاء پر اعتراض کرتے رہے ہیں اور خدا آخر ان کے جواب دیتا رہا ہے اسی طرح کے جواب ہم سے بھی لو۔ ان کو چاہیے کہ ہم پر کوئی ایسا اعتراض کریں جو کسی پہلے نبی پر نہ ہوسکتا ہو۔ چاہیے کہ منہاج نبوت پر ہمیں پرکھ لیں۔

آتھم کی پیشگوئی آتھم کی نسبت اعتراض کرتے ہیں۔ مگر ان کو خیال کرنا چاہیے کہ جب اسے کہا گیا تھا کہ چونکہ تم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہا ہے اس لیے تمہاری نسبت یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ تو یہ بات سن کر اس نے سر ہلایا اور کہا کہ نہیں جی، نہیں جی۔ میں نے تو نہیں کہا اور زبان نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑا انکار کیا۔ اور اکثر روتا رہتا تھا اور

---

[۱] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

ادھر ادھر اس طرح پھرتا رہتا تھا جیسے کسی کو قطرب کی بیماری ہو جاتی ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ مخالف کی بات کا اس قدر اثر پڑ جانا کہ اکثر اوقات روتے رہنا کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس نے رجوع کیا تھا۔ ساٹھ ستر آدمیوں کے سامنے اس نے زبان نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر دجّال کہنے سے رجوع کیا تھا۔

لیکھرام کی پیشگوئی

لیکھرام کی نسبت چھ برس کی پیشگوئی تھی۔ پانچ برس اس نے شوخی سے گذارے اور میری نسبت پیشگوئی بھی کی کہ تم تین سال کے اندر ہیضہ سے مَر جاؤ گے۔ چونکہ اس نے بہت شوخی کی تھی اس لیے وہ مہلت بھی اس کے لیے کم کر دی گئی اور پانچ برس کے اندر ہی ہلاک ہو گیا اور یہ ایک جلالی رنگ کی پیشگوئی تھی مگر آتھم نے چونکہ انکساری اختیار کی تھی اس لیے خوف اور رجوع کے سبب اس کی میعاد بڑھ گئی۔ اور یہ ایک جمالی رنگ کی پیشگوئی تھی۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کی بے باکی

عبدالحکیم کی شوخی اور بے باکی پر حضرت نے فرمایا کہ ہزاروں لوگ خود پسندی اور رعونت کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ تو بہت ہی دلیر ہو گیا ہے اور حد سے بڑھ گیا ہے۔ جتنی گالیاں انسان سوچ سکتا ہے وہ سب اس نے ہمیں دی ہیں۔ اس کے روبرو بڑے بڑے نشانات خدا نے دکھائے۔ اس نے خود بھی تصدیق کی۔ بیس برس تک یہ ہمارا مصدق رہا۔ اس کے خطوط میرے پاس موجود ہیں۔ یہ کہتا تھا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات ہو سکتی ہے۔ ہم نے اسے نصیحت کی اور اس کی غلطی سے اسے متنبہ کیا۔ مگر اس نے بُرا منایا۔ آخر اس کا یہ مرض بڑھتا گیا اور تکبر پیدا ہوتا گیا۔ شیطان بھی تو تکبر کی وجہ سے ہی ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کو چاہیے تھا کہ جب ہم نے روکا تھا تو خود قادیان میں آجاتا۔ ہماری صحبت سے فائدہ اٹھاتا اور اپنے وساوس کو انکساری سے پیش کرتا۔ ایسے گند نبیوں کے ذریعہ سے ہی دور ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نبیوں کی اتباع کی ضرورت نہیں۔ خاکساری کے ساتھ آتا۔ ہم دعا بھی کرتے اور اس کے وساوس کا جواب بھی دے دیتے۔ اس نے اپنا ایک خواب بھی چھپوایا تھا کہ جس میں یہ ایک شخص کو کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے میرا نام

بیعت سے کاٹ دیا ہے۔ اب اگر اس کے دل میں واقعی اعتراض تھے تو اس کو خود الگ ہونا چاہیے تھا نہ کہ ہم خود کاٹتے۔ اگر وہ ہمارے سلسلہ کو بُرا سمجھ کر چھوڑ دیتا پھر تو ایک بات تھی مگر ہم نے اس کو خود جماعت سے کاٹ دیا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں مانتا ہے کہ انہوں نے خود میرا نام بیعت سے کاٹ دیا۔[1]

۱۹؍اگست ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

الہام ”آید آں روزے کہ مستخلص شود“

طبابت ایک ظنی علم ہے طبیبوں کے علاج اور بعض بیماریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اکثر طبیبوں کا یہ کام ہے کہ جب انہیں مایوسی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور بظاہر نظر کامیابی کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ خاص خاص شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ ورنہ یہ ہوتا تو ٹھیک تھا۔ یہ بات نہیں ہو سکی وہ نہیں ہو سکی۔ ایسا کرنا چاہیے تھا ویسا کرنا چاہیے تھا مگر یہ سب باتیں توحید کے برخلاف ہیں۔ اگر طبیب سے غلطی ہو گئی ہے یا کامیابی نہیں ہو سکی تو پھر کیا ہوا۔ اس کا کام تو صرف ہمدردی کرنا تھا تقدیر کا مقابلہ کرنا نہ تھا۔ ایک طبیب کا ذکر ہے کہ وہ قبرستان کو جاتے وقت برقع پہن لیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ طبیب نے جواب دیا کہ یہ سب آدمی میری دوائیوں سے ہی ہلاک ہوئے تھے۔

سنّت اللہ اسی طرح سے ہے کہ کام تو وہ خود کرتا ہے مگر اپنی حکمت سے اسباب کا ایک سلسلہ بھی قائم کر دیا ہوا ہے۔ پنجابی میں ایک مثل ہے ”مارے آپ تے نام دھرایا تاپ“ عجیب بات ہے کہ کُل بگڑی کی بگڑتی چلی جاتی ہے کچھ پتا نہیں لگتا کہ ہوتا کیا ہے۔ کوئی دعویٰ کرنے کا امکان نہیں۔ دیکھو جہاں پیچ پڑنا ہوتا ہے وہاں بے اختیار خود بخود صورت بگڑتی جاتی ہے۔ ایک مرض کا علاج کرو تو

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۴

ساتھ ہی قے کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے کئی مرضیں اور پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر جہاں آرام آنا ہوتا ہے تو صرف عورتوں کے سونف اجوائن بتانے سے بھی آرام ہو جاتا ہے اور خودبخود سب علاج کر لیتی ہیں۔ طبابت ایک ظنّی علم ہے۔ دعویٰ کا کوئی امکان نہیں۔ جب بیماری بڑھنی ہو تو علاج کرتے کرتے بڑھتی جاتی ہے۔ مَرنا برحق ہے اور ایک دن موت ضرور آ کر رہے گی حدیث شریف میں آیا ہے کہ خوش قسمت انسان وہ ہے جو نیک اعمال کر کے مَرے۔ عمر کا کیا ہے۔ ساٹھ برس جئیں خواہ سو برس آخر موت برحق ہے۔

جنون کا مرض

حضرت حکیم الامت نے ایک خط پڑھ کر سنایا جس میں ایک شخص کی بیماری کی نسبت بعض باتیں درج تھیں اور دعا کے لیے حضرت اقدس کی خدمت میں بھی التجا کی ہوئی تھی۔

اس پر حضرت نے فرمایا۔

خدا اپنا فضل کرے۔ یہ مرض جنون کی نہایت خطرناک ہے۔

حضرت حکیم الامت نے عرض کیا کہ حضور انبیاء نے بھی یہ دعا مانگی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ..... الخ

(بوقتِ عصر)

طاعون

موسمی تغیر وتبدل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں طاعون کا ذکر چل پڑا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اب کی دفعہ طاعون بہت کم پڑے گی کیونکہ زور بہت ہو گیا ہے اور چوہے بھی بہت مارے گئے ہیں۔ ان کی ایسی رایوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا جس کی نسبت قرآن مجید میں لکھا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (بنی اسرآءیل:۵۹) مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:۱۲) معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس جگہ ڈاکٹروں اور

مدبروں کو ہرادے۔

دمدار ستارہ کا طلوع

آجکل دمدار ستارہ طلوع ہوتا ہے۔اس کے متعلق ایک شخص سے حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ

کیا آپ نے بھی دمدار ستارے دیکھے ہیں۔

اس نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو ابھی نہیں دیکھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ضرور دیکھنا۔آج ہی دیکھنا وہ ایک نہیں ہے دو ہیں۔میں نے بھی دیکھے تھے۔ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا ہے۔تین بجے سے دکھائی دینا شروع ہوتا ہے۔مفسروں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹے تھے تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔یہ جو ستارے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے۔میرے دعویٰ سے پہلے اس قدر ستارے ٹوٹے تھے کہ ایسی کثرت آگے کبھی نہیں ہوئی تھی۔میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ ستاروں کی آپس میں ایک قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔کوئی سو دو سو ایک طرف تھے اور سو دو سو ایک طرف تھے۔ہمارے لیے گویا وہ ایک پیش خیمہ تھے۔اِس طرف سے اُس طرف نکل جاتے تھے اور اُس طرف سے اِس طرف نکل جاتے تھے۔میرے خیال میں تو کسوف خسوف کا بھی خاص اثر زمین پر ہوتا ہے۔دمدار ستارے کا پیدا ہونا ایک خارقِ عادت اَمر ہے۔آسمان پر اس کا ظاہر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی ضرور کوئی خارقِ عادت اَمر ظاہر ہوگا۔یہ زمین کے لیے شہادتیں ہوتی ہیں۔آئندہ زمین پر جو خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں ان کے لیے یہ پیش خیمہ ہوتے ہیں۔اس طرف ہمیں الہام بھی ہو رہے ہیں کہ آئندہ خارق عادت نشان ظاہر ہونے والے ہیں اور کل جو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور سر پر آ گیا ہے۔میں نے خیال کیا تھا کہ ضرور اس کی کوئی تعبیر ہوگی۔ذوالسنین ستارہ کی نسبت جب نکلا تھا تو انگریزی اخبار والوں نے لکھا تھا کہ یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا۔

فرمایا۔ بعض منذر الہام اور خوابات ہوتے ہیں۔ ان سے ڈر ہی لگ جاتا ہے۔

اپنے محبین کے لیے دعا فرمایا کہ مولوی صاحب[۱] کے واسطے دعا کرتے کرتے یہاں تک اثر ہوا کہ ہمیں خود بھی دست لگ گئے۔[۲]

۲۰/اگست ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

امانت داری مفتی محمد صادق صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے لکھا ہے کہ میں نے حضور کی خدمت میں دو روپیہ نقد اور ایک طلائی ڈنڈی بھیجی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ

ہاں پہنچ گئی ہے اور روپیہ بھی مل گئے ہیں مگر ہم نے تو اماناً رکھ دی ہے کیونکہ معلوم نہیں اس نے کس لیے بھیجی ہے کچھ لکھا نہیں۔

اس پر مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس نے لکھا ہے جہاں حضرت پسند فرمائیں خرچ کر لیں۔

اولاد کے لیے باپ کی دعا فرمایا۔ باپ کی دعا اپنی اولاد کے لیے منظور ہوتی ہے۔

سید کے لیے زکوٰۃ سوال ہوا کہ غریب سید ہو تو کیا وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق ہوتا ہے؟

فرمایا۔ اصل میں منع ہے۔ اگر اضطراری حالت ہو۔ فاقہ پر فاقہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (الانعام:۱۲۰) حدیث سے فتویٰ تو یہ ہے کہ نہ دینی چاہیے اگر سید کو اور قسم کا رزق آتا ہو تو اسے زکوٰۃ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں اگر اضطراری حالت ہو تو اَور بات ہے۔[۳]

۱۔ یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ (مرتّب)

۲۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴/اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، ۵

۳۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴/اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۵

۲۱ر اگست ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

طاعون کا نشان فرمایا۔ امریکہ کے ایک بڑے حصہ میں بڑی تیزی سے طاعون شروع ہوگئی ہے۔ ایسا ہی یورپ کے بعض حصوں کی نسبت بھی لکھا ہے۔ اصل میں یہ دونوں ملک آپس میں بہت آمدورفت رکھتے ہیں۔ ایک ہی طرح کا لباس ہے۔ ایک ہی بولی ہے اور تقریباً ایک ہی طرح کی سردی ہے۔ اخبار والوں نے بڑا خطرہ ظاہر کیا ہے کہ چونکہ یہ ملک سرد ہے اس لیے اندیشہ ہے کہ یہ بیماری زیادہ تباہی لاوے۔

ہماری پیشگوئی میں یورپ بھی ہے اور کابل بھی ہے۔ سنا گیا ہے کہ کابل میں ہیضہ ہے۔ مگر اس سے کچھ نہیں ہوتا یہ کوئی عذاب نہیں ہے۔ پوری خبر تو طاعون ہی لیتی ہے۔ دیکھو ابھی اس بیماری کا نام ونشان بھی نہ تھا تو میں نے اشتہار شائع کرادیا تھا کہ پنجاب میں طاعون کے پودے لگائے گئے ہیں۔ ثناء اللہ کو بھی یہ اشتہار پہنچ گیا تھا۔ تاریخ کو دیکھ لو۔ ایک طرف طاعون کی آمد کی تاریخ اور دوسری طرف اشتہار کے طبع ہونے کی تاریخ موجود ہے۔ اب گیارہ سال سے تباہی شروع ہے۔ کیا یہ انسانی کوشش اور طاقت کا کام ہے کہ اتنے بڑے واقعہ کی قبل از وقت خبر دے دے۔ اب یورپ، کابل وغیرہ کی باری آئی ہے مگر پھرے گی سارے جہان میں۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔ وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (بنی اسرآءیل:۵۹) اس کے یہی معنے ہیں کہ طاعون آخری زمانہ میں تمام جہان میں دورہ کرے گی۔ اور حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اگر کسی گھر میں دس آدمی ہوں گے تو سات مَر جائیں گے اور تین بچے رہیں گے اور یہ مہدی کی علامات میں سے ہے کہ اس کی مخالفت سے سخت طاعون پڑے گی۔

عجیب بات ہے کہ خسوف کسوف کے رمضان میں واقع ہونے کی نسبت لکھا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسا کبھی نہیں ہوا۔ یہ ایک خارقِ عادت اَمر ہے پھر یہ زلزلے اور طاعون بھی خارق عادت امور ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے اور نشان پر نشان مانگتے ہیں یہ ان کے لیے اچھے تو نہیں ہوں گے۔ خدا تعالیٰ

فرماتا ہے کہ نشان جب آئیں گے تو پھر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟

(پھر لیکھرام کے نشان کا ذکر فرماتے رہے)

حکومت سے تعاون

قیصر کی چٹھی متعلقہ طاعون کا ذکر کر کے حضور نے فرمایا۔

ہم نے ایک اعلان کے ذریعہ لکھ دیا ہے کہ ایسے امور میں گورنمنٹ کو ہر قسم کی مدد دینے کو تیار رہیں۔ ہم اپنی جماعت کو بھی یہی تاکید کریں گے کہ وہ خاص احتیاط کرے اور گورنمنٹ کی ہدایت کے بموجب جب ضرورت پڑے باہر کھلے میدانوں اور کھلی ہوا میں چلی جاوے۔ ہماری تمام جماعت ایسے امور میں گورنمنٹ کو خاص امداد دے گی کیونکہ وہ گورنمنٹ کی خیر خواہی کو اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہے۔

اپنی حفاظت کے لیے حکومت کو توجہ دلائی جائے

ایک معزز خادم نے عرض کی کہ پشاور جیسے سرحدی مقام پر کیا کیا جاوے کیونکہ وہاں تو لوگ قتل سے نہیں ڈرتے۔ وہ انجام کو نہیں سوچتے۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قتل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے ڈیڑھ روپیہ قرضہ دینا تھا۔ اس پر یہاں تک نوبت پہنچی کہ تین آدمی قتل ہو گئے اور قاتل علاقہ غیر میں بھاگ گئے۔

ان باتوں کو سن کر فرمایا۔

ایسے مقامات پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی جاوے تو وہ ہماری جماعت کی طرف خاص توجہ کرے گی اور حفاظت کے سامان بہم پہنچاوے گی۔ کیونکہ یہ بالکل سچ ہے کہ بعض اضلاع میں لوگ ڈاکہ کے عادی ہیں اور ہماری جماعت سے بھی خاص دشمنی رکھتے ہیں اس لیے خاص طور پر گورنمنٹ کو حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے۔ ہم گورنمنٹ کی ہدایتوں پر عمل کرنے کو تیار ہیں مگر ایسے خطرناک مقامات کے لیے ہم یہ ضرور کہیں گے کہ چونکہ ڈاکو لوگ مخالف مولویوں کے بھڑکانے سے اور بھی تکلیف دینے پر آمادہ ہو جائیں گے اس لیے گورنمنٹ کو حفاظت کا پورا انتظام کرنا چاہیے ایسے موقع پر کافی اور مسلح پہرہ اگر ہو تو خطرہ دور ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر طاعون نے نہ مارا تو ڈاکوؤں نے مار دیا۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۱ مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲، ۱۳

۲۳؍اگست ۱۹۰۷ء (بوقتِ عصر)

ڈاکٹرعبدالحکیم کا دعویٰ مسیحیت

ڈاکٹرعبدالحکیم خاں مرتد کی مسیحیت کا ذکر تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہمارا نام وہ دجّال رکھتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بیس برس تک دجّال ہی کا مصدق رہا ہے اور اسی کے ماتحت رہا ہے۔ بھلا کوئی دنیا میں ایسا بھی مسیح گذرا ہے جو بیس سال تک دجّال کے ماتحت رہا ہو۔

ایک ہندو نے عبدالحکیم کی نسبت لکھا ہے کہ جن کی وہ بیعت ہے ان کی زبان سے تو کوئی گندہ لفظ تک نہیں نکلا مگر یہ بڑا کمبخت ہے کہ جس کی بیس برس تک بیعت میں رہا ہے اس کو گالی نکالتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس سوال کے جواب سننے کا مجھے بہت شوق ہے کہ وہ کیسا مسیح ہے جو بیس برس تک دجّال کے ماتحت رہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سچا بھی تھا، مسیح بھی تھا اور رسول بھی تھا مگر بیس برس تک دجّال کی بیعت رہا۔ اس کا مصدق رہا۔ اس کی تائید میں سچی خوابیں، رؤیا اور الہامات بھی سناتا رہا۔

ایک شخص کی بابت کسی کو لکھتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی ہے کہ یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوگا کیونکہ یہ سچے مسیح کا منکر ہے اور پھر اس خواب کے سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اس پر ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اس کے دل میں تو یہ بات ہوگی کہ آپ ہی حقیقت میں سچے مسیح ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دل مسخ ہوگیا ہے۔ مسیلمہ کذاب کی طرح پہلے مانا پھر انکار کردیا۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ (البقرۃ:۸) کے بھی یہی معنے ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی تو پہلے نظیر بھی موجود تھی مگر اس کی تو نظیر بھی کوئی نہیں۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۱ مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳ نیز بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ مورخہ ۵؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

بلا تاریخ

بسم اللہ کی رسم ایک شخص نے بذریعہ تحریر عرض کی کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ جب بچے کو بسم اللہ کرائی جاوے تو بچے کو تعلیم دینے والے مولوی کو ایک عدد تختی چاندی یا سونے کی اور قلم و دوات چاندی یا سونے کی دی جاتی ہے۔ اگرچہ میں ایک غریب آدمی ہوں مگر چاہتا ہوں کہ یہ اشیاء اپنے بچے کی بسم اللہ پر آپ کی خدمت میں ارسال کروں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

تختی اور قلم و دوات سونے یا چاندی کی دینا یہ سب بدعتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے اور باوجود غربت کے اور کم جائیداد ہونے کے اس قدر اسراف اختیار کرنا سخت گناہ ہے۔

جماعت جمعہ سوال پیش ہوا کہ نماز جمعہ کے واسطے اگر کسی جگہ صرف ایک دو مرد احمدی ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو کیا یہ جائز ہے کہ عورتوں کو جماعت میں شامل کر کے نماز جمعہ ادا کی جائے؟

حضرت نے فرمایا کہ جائز ہے۔

دریائی جانوروں کی حلّت کا اصول سوال پیش ہوا کہ دریائی جانور حلال ہیں یا نہیں؟ فرمایا۔ دریائی جانور بے شمار ہیں۔ ان کے واسطے ایک ہی قاعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرما دیا ہے کہ جو ان میں سے کھانے میں طیّب، پاکیزہ اور مفید ہوں ان کو کھالو دوسروں کو مت کھاؤ۔

ناول نویسی و ناول خوانی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ ناولوں کا لکھنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

فرمایا کہ ناولوں کے متعلق وہی حکم ہے جو آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کے متعلق فرمایا ہے کہ حَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور قبیح قبیح ہے۔ اعمال

نیت پر موقوف ہیں۔مثنوی مولوی رومی میں جو قصے لکھے ہیں وہ سب تمثیلیں ہیں اوراصل واقعات نہیں ہیں۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمثیلوں سے بہت کام لیتے تھے۔ یہ بھی ایک قسم کے ناول ہیں جو ناول نیت صالح سے لکھے جاتے ہیں۔زبان عمدہ ہوتی ہے نتیجہ نصیحت آمیز ہوتا ہے اور بہرحال مفید ہیں ان کے حسب ضرورت وموقع لکھنے پڑھنے میں گناہ نہیں۔[1]

بلاتاریخ

صحیح عہد فرمایا۔صحیح عہد وہ ہوتا ہے کہ عہد کرنے سے پہلے طرفین نے قلب صافی کے ساتھ تمام معاملات ایک دوسرے کو سمجھا دیئے ہوں اورکوئی بات ایسی درمیان میں پوشیدہ نہ رکھی ہو جو کہ اگر ظاہر کی جاتی تو دوسرا آدمی اس عہد کو منظور نہ کرتا۔ ہر ایک عہد جائز نہیں ہوتا کہ اس کو پورا کیا جائے بلکہ بعض عہد ایسے ناجائز ہوتے ہیں کہ ان کا توڑ نا ضروری ہوتا ہے ورنہ انسان کے دین میں سخت حرج واقع ہوتا ہے۔

کامل تزکیۂ نفس فرمایا۔ پورے طور پر تزکیہ نفس تھوڑے ہی شخصوں کو حاصل ہوتا ہے۔اکثر لوگ جو نیک ہوتے ہیں وہ بسبب کمزوری کے کچھ نہ کچھ خرابی اپنے اندر رکھتے ہیں اوران کے دین میں کوئی حصہ دنیوی ملونی کا بھی ہوتا ہے۔اگر انسان اپنے سارے امور میں صاف ہواور ہر بات میں پوری طرح تزکیہ نفس رکھتا ہو وہ ایک قطب اورغوث بن جاتا ہے۔

آپ نے ایک مشہور مولوی کا نام لیااورفرمایا کہ

وہ ایک رسالہ ماہواری نکالتا تھا۔ایک دفعہ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا یہ خدمت رسالہ کی خالصۃً اللہ کے واسطے ہے یااس میں کچھ ملونی دنیا کی بھی ہے؟ ان دنوں میں اس کے دل کی حالت کچھ اچھی تھی۔اس نے صفائی سے کہہ دیا کہ یہ خالص اللہ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں دنیا کی ملونی بھی ہے۔اگر کوئی فعل انسان خاص خدا کے لیے کرے تو وہ انسان کو یکدفعہ آسمان پر لے جاتا ہے۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ مورخہ ۵ ؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

براہین کا اشتہار صدق نیت سے تھا

فرمایا۔ جبکہ ہم نے براہین احمدیہ کا اشتہار دیا کہ اگر کوئی ان دلائل کو توڑے تو اس کو ہم دس ہزار روپیہ دیں گے تو یہ اشتہار صدق نیت سے تھا۔ ہم نے اتنا ہی روپیہ لکھا تھا جتنا کہ ہم دے سکتے تھے اور یہی اس وقت ہمارے پاس جمع ہو سکتا تھا۔ صرف اسلام کی محبت کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کے قائم کرنے کی خاطر ہم نے ایسی کتاب لکھی اور اس کے ساتھ اتنا اشتہار دیا ورنہ ہم کو ہرگز وہم گمان بھی نہ تھا کہ ہم اس کے ذریعہ سے کوئی روپیہ کمائیں اور کسی قسم کی دنیوی ملونی اس میں نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں دس ہزار چھوڑ ایک روپیہ بھی نہ دینا پڑا بلکہ کئی دس ہزار روپیہ اس کے بعد ہمارے پاس آیا۔ یہ خلوصِ نیت کا نتیجہ ہے۔

مثالی طبیب

ایک بیمار جو کہ باہر سے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس معالجہ کے واسطے آیا تھا۔ حضرت کی خدمت میں بھی سلام کے واسطے حاضر ہوا۔

حضرت نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ

مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں؟

گوشت خوری کا جواز

مذکورہ بالا بیمار ہندو تھا حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ گوشت کھایا کرتے ہیں؟

اس نے عرض کی کہ ہاں میں کھایا کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ ایسی بیماریوں میں قوت کے قائم رکھنے کے واسطے گوشت کی یخنی مفید ہوتی ہے اور وہ لوگ بے وقوف ہیں جو کہتے ہیں کہ گوشت حرام ہے۔ طبیب اور ڈاکٹر لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے واسطے گوشت کی خوراک کیسی مفید ہے کس قدر انسانی ضرورتیں ہیں جو مثل گوشت کے ہیں۔ اگر جانوروں پر رحم کے یہ معنے ہیں کہ گوشت حرام کیا جاوے تو پھر تو بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو حرام کرنا پڑے گا۔ اوّل تو دودھ کو ہی حرام کرنا چاہیے کیونکہ یہ جانوروں کے بچوں کی

خوراک ہے۔ پھر ریشم کو لو جو کیڑوں کو مارنے سے نکلتا ہے۔ پھر شہد کو دیکھو جو ہزارہا مکھیوں سے چھین کر انسان اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے۔ حالانکہ مکھی ایک غریب اور چھوٹا سا جانور ہے۔ پھر کستوری کو دیکھو جو آریوں اور ہندوؤں کی عبادت میں مانند شہد کے استعمال ہوتی ہے وہ ایک ہرن کو مار کر اس کی ناف میں سے نکالی جاتی ہے۔ پھر موتی کو لو جن کے تاجر سب ہندو ہی چلے آتے ہیں۔ وہ بھی جانور کو مار کر اس کے پیٹ میں سے نکالا جاتا ہے۔ پھر انسان اپنے پاؤں کی جوتی کو ہی دیکھے کہ وہ کس سے بنتی ہے۔ غرض کس کس چیز کو گنا جائے۔ کیا لباس انسانی، کیا خوراکِ انسانی، کیا دیگر ضروریات سب میں اس قسم کی اشیاء ہیں جو کسی جاندار کے مارنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ بعض انسانوں کو ایسی بیماری ہوتی ہے کہ ان کے ناک میں کیڑے پڑ جاتے ہیں لاجرم ان کیڑوں کو مارنا پڑتا ہے۔ بعض آدمیوں کے زخموں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں تو زخم کے اندر ایسی دوائی ڈالی جاتی ہے جس سے وہ کیڑے مَر جاویں۔ ایامِ وبا میں جب کنوئیں کے پانی میں کیڑے ہو جاتے ہیں تو کنوئیں کے اندر دوائی ڈال دی جاتی ہے تا کہ وہ کیڑے مَر جاویں۔ کس کس شَے کا ذکر کیا جائے ہندوؤں کے بڑے بڑے بزرگ راجہ رام چندر وغیرہ سب شکار کھیلتے تھے۔ خدا کے قانون کی رعایت رکھ کر دیکھنا چاہیے کہ آیا بغیر اس کے انسان کا گذارہ چل سکتا ہے؟

ایمان میں عورتوں کی مسابقت

فرمایا۔ بہت عورتیں گھر میں آ کر بیعت کرتی ہیں۔ ان کے نام مبائعین کے درمیان لکھنے کا تا حال کوئی انتظام نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض عورتیں بسبب اپنی قوت ایمانی کے مَردوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ فضیلت کے متعلق مَردوں کا ٹھیکہ نہیں۔ جس میں ایمان زیادہ ہوا وہ بڑھ گیا۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو۔

خدا تعالیٰ کو مقدم رکھیں

ایک دوست جو باوجود ایک لمبی رخصت لینے کے قادیان نہ آ سکے تھے کیونکہ وہ ایک عمارت بنوا رہے ہیں۔ ایک دو روز کے واسطے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کسی نے عرض کی کہ ان کی رخصت لمبی ہے ان کو قادیان رہنا چاہیے۔

فرمایا۔ ایک پنجابی ضرب المثل ہے کہ

؎ یا توں لوڑ مقدّمیں یا اللہ نوں لوڑ

یعنی یا تو انسان خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو یا دنیاوی دھندے مثلاً مقدمہ بازی وغیرہ میں لگے۔ایک طرف کا ہی کام ہوسکتا ہے۔دوطرفہ چلنا مشکل ہے۔

سلسلہ کے کارکنان کی صفات

اس اَمر کا ذکر تھا کہ سلسلہ حقّہ کے واسطے واعظ مقرر کئے جاویں جو مختلف شہروں اور گاؤں میں جا کر وعظ بھی کریں اور ضروریاتِ اسلام کے واسطے چندے بھی جمع کریں۔

حضرت نے فرمایا کہ جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے۔اور وہ صفتیں یہ ہیں۔دیانت، محنت، علم۔جب تک کہ یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں۔تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے۔اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا۔تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پورا کر سکے گا۔اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانت دار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔

فرمایا۔کارکن آدمی ہر جگہ جماعت کے اندر مل سکتے ہیں ایسے لوگوں کو ذاتی اخراجات کے واسطے جو کچھ دیا جاوے وہ بھی ناگوار نہیں گذرتا خواہ وہ معمولی واعظ کی تنخواہ سے زیادہ ہو کیونکہ کارکن کو جو کچھ دیا جائے وہ ٹھکانے پر لگتا ہے اس میں کوئی اسراف نہیں۔

سیکھوانی برادران

سیکھوانی برادران میاں جمال الدین، میاں امام الدین، میاں خیر الدین صاحبان کا ایک دوست نے ذکر کیا کہ وہ بھی اس کام کے واسطے رکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا۔بیشک وہ بہت موزوں ہیں۔مخلص آدمی ہیں۔ہمیشہ اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت کرتے ہیں۔تینوں بھائی ایک ہی صفت کے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ کون ان میں سے دوسروں سے بڑھ کر ہے۔

محصّلین کے لیے ہدایت

فرمایا۔بیرون جات میں جو لوگ چندہ لینے کے واسطے بھیجے جاویں ان کو سمجھا دیں کہ چندہ ایسے طور سے وصول کرنا چاہیے

کہ لوگ جو کچھ طیب خاطر سے دیں وہ قبول کیا جائے کسی قسم کا اصرار نہ ہو۔ کوئی شخص ایک پیسہ دے خواہ ایک دھیلہ دے اس کو خوشی کے ساتھ قبول کر لینا چاہیے۔

کسر صلیب کی حقیقت

فرمایا۔ چند روز سے میرے دل میں خیال تھا کہ کسر صلیب سے کیا مراد؟ یہ بات تو صحیح نہیں ہو سکتی کہ مسیح لکڑی یا پتھر کی صلیبیں توڑتا پھرے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں۔ بعد سوچنے کے یہی بات دل میں آئی کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زمانہ ہی ایسا لائے گا کہ اس میں خود بخود آسمان سے ایک ہوا ہی ایسی چلے گی کہ خواہ مخواہ عیسائیت کے بیہودہ مذہب سے لوگوں کے دل ٹھنڈے پڑنے لگ جائیں گے۔ عیسائیت جیسے مذہب کو دنیا سے مٹانا اور چالیس کروڑ آدمی کی اصلاح کرنا یہ واحد جان کا کام نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں ایسی تحریک نہ ہو۔ جس سے وہ خود بخود اس مذہب سے بیزار ہوتے چلے جائیں۔ اور اگر غور سے دیکھو تو یہ کارروائی شروع ہوگئی۔ لوگ تربیت یافتہ ہوتے جاتے ہیں اور عقلی اور دماغی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اب ایسی کچی باتوں کو کون مان سکتا ہے۔ اگر تھوڑا بہت کچھ ایمان ہے تو عورتوں میں ہے اور بس۔

پرچوں کا تبادلہ جاری رکھنا چاہیے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے پرچہ اہلحدیث کے تبادلہ میں یہاں سے میگزین اردو جاتا تھا۔ مینیجر ریویو نے بدیں خیال کہ یہاں اہلحدیث اور دفتروں میں آتا رہتا ہے ضروری نہ سمجھا کہ اس کے ساتھ تبادلہ وہ بھی جاری رکھیں اس واسطے بند کر دیا تھا۔ جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت کے نام ایک کارڈ لکھا کہ کیا یہ تجویز آپ کی منظوری سے ہوئی ہے۔ اس پر حضرت نے دریافت کیا کہ

تبادلہ کیوں بند کیا گیا ہے؟

اور پھر فرمایا کہ تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمامِ حجّت ہوتا رہے گا اور شاید کوئی بندہ خدا ان کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہو جاوے۔ [1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۶ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، ۶

۵ ؍ستمبر ۱۹۰۷ء

تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر گواہی دیں

آج صبح ۹ بجے حضرت روح اللہ کے دست مبارک پر دس بارہ آدمیوں نے دارالبرکات کے صحن میں بیعت کی۔ حضور نے ایک لمبی تقریر فرمائی جس کا خلاصہ عرض ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ اب جو تم لوگوں نے بیعت کی تو اب خدا تعالیٰ سے نیا حساب شروع ہوا ہے۔ پہلے گناہ صدق و اخلاص کے ساتھ بیعت کرنے پر بخشے جاتے ہیں۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ اپنے لیے بہشت بنالے یا جہنم۔

انسان پر دو قسم کے حقوق ہیں۔ ایک تو اللہ کے دوسرے عباد کے۔ پہلے میں تو اسی وقت نقصان ہوتا ہے جب دیدہ دانستہ کسی اَمر اللہ کی مخالفت قولی یا عملی کی جائے مگر دوسرے حقوق کی نسبت بہت کچھ بچ بچ کے رہنے کا مقام ہے۔ کئی چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں جنہیں انسان بعض اوقات سمجھتا بھی نہیں۔ ہماری جماعت کو تو ایسا نمونہ دکھانا چاہیے کہ دشمن پکار اٹھیں کہ گو یہ ہمارے مخالف ہیں مگر ہیں ہم سے اچھے۔ اپنی عملی حالت کو ایسا درست رکھو کہ دشمن بھی تمہاری نیکی خدا ترسی اور اتقاء کے قائل ہو جائیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی نظر جذرِ قلب تک پہنچتی ہے۔ پس وہ زبانی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ زبان سے کلمہ پڑھنا یا استغفار کرنا انسان کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ دل و جان سے کلمہ یا استغفار نہ پڑھے۔ بعض لوگ زبان سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کرتے جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ مطلب تو یہ ہے کہ پچھلے گناہوں کی معافی خلوصِ دل سے چاہی جائے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے باز رہنے کا عہد باندھا جائے اور ساتھ ہی اس کے فضل و امداد کی درخواست کی جائے۔ اگر اس حقیقت کے ساتھ استغفار نہیں ہے تو وہ استغفار کسی کام کا نہیں۔ انسان کی خوبی اسی

میں ہے کہ وہ عذاب آنے سے پہلے اس کے حضور میں جھک جائے اور اس کا امن مانگتا رہے۔ عذاب آنے پر گڑگڑانا اور وَ قِنَا وَ قِنَا پکارنا تو سب قوموں میں یکساں ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ خدا کا عذاب چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے ہو ایک عیسائی، ایک آریہ، ایک چوہڑا بھی اس وقت پکار اٹھتا ہے کہ الٰہی ہمیں بچائیو۔ اگر مومن بھی ایسا کرے تو پھر اس میں اور غیروں میں فرق کیا ہوا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ عذاب آنے سے قبل خدا تعالیٰ کے کلام پر ایمان لا کر خدا کے حضور گڑگڑائے۔

اس بات کو اس نکتہ کو خوب یاد رکھو کہ مومن وہی ہے جو عذاب آنے سے پہلے کلامِ الٰہی پر یقین کر کے عذاب کو وارد سمجھے اور اپنے بچاؤ کے لیے دعا کرے۔ دیکھو! ایک آدمی جو توبہ کرتا ہے۔ دعا میں لگا رہتا ہے تو وہ صرف اپنے پر نہیں بلکہ اپنے بال بچوں پر اپنے قریبیوں پر رحم کرتا ہے کہ وہ سب ایک کے لیے بچائے جا سکتے ہیں۔ ایسا ہی جو غفلت کرتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے کرتا ہے بلکہ اپنے تمام کنبے کا بدخواہ ہے۔

یہ بڑا نازک وقت ہے۔ خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ مشتعل ہے۔ نہیں معلوم کہ آئندہ موسم طاعون میں کیا ہونے والا ہے۔ اس کا کلام مجھے اطلاع دیتا ہے کہ آگے سے بڑھ کر مَری پڑے گی۔ پس مومنو! قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:۷) دعا میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۸)۔

ایک انسان جو دعا نہیں کرتا۔ اس میں اور چارپائے میں کچھ فرق نہیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (محمّد:۱۲) یعنی چارپائیوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ پس تمہاری بیعت کا اقرار اگر زبان تک محدود رہا تو یہ بیعت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی۔ چاہیے کہ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر گواہی دیں۔ میں ہرگز یہ بات نہیں مان سکتا کہ خدا کا عذاب اس شخص پر وارد ہو جس کا معاملہ خدا تعالیٰ سے صاف ہو۔ خدا اسے ذلیل نہیں کرتا جو اس کی راہ میں ذلّت اور عاجزی اختیار کرے۔ یہ سچی اور صحیح بات ہے۔

مَرنا تو بیشک سب نے ہے مگر یہ موتیں جو آجکل ہو رہی ہیں یہ تو ذلّت کی موتیں ہیں۔ خدا اس سے محفوظ رکھے کہ ایک ابھی دفن نہیں ہوا تھا کہ دوسرا جنازہ تیار ہے۔ پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو۔ کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے تنہائی میں دعا کرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنا معاملہ صاف رکھو کہ خدا کا فضل تمہارے شاملِ حال ہو جو کام کرو نفسانی غرض سے الگ ہو کر کرو تا خدا کے حضور اجر پاؤ۔

حضرت علیؓ کی نسبت روایت ہے کہ ایک کافر نے جس پر قابو پا چکے تھے ان کے منہ پر تھوکا تو آپ نے چھوڑ دیا۔ اس نے پوچھا یہ کیوں؟ تو فرمایا اب میرے نفس کی بات درمیان میں آگئی۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ لوگ نفسانی کاموں سے اس قدر الگ ہیں تو مسلمان ہو گیا۔ ایسے ایسے عملی نمونوں سے وہ کام ہوسکتا ہے جو کئی تقریریں اور وعظ نہیں کرتے۔[1]

بلا تاریخ

طلاق فرمایا۔ جائز چیزوں میں سے سب سے زیادہ بُرا خدا اور اس کے رسول نے طلاق کو قرار دیا ہے اور یہ صرف ایسے موقعوں کے لیے رکھی گئی ہے جبکہ اشد ضرورت ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جو ربّ ہے کہ سانپوں اور بچھوؤں کے لیے خوراک مہیا کی ہے ویسا ہی ایسے انسانوں کے لیے جن کی حالتیں بہت گری ہوئی ہیں اور جو اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتے۔ طلاق کا مسئلہ بنا دیا ہے کہ وہ اس طرح ان آفات اور مصیبتوں سے بچ جاویں جو طلاق کے نہ ہونے کی صورت میں پیش آئیں یا بعض اوقات دوسرے لوگوں کو بھی ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں اور ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ سوائے طلاق کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ پس اسلام نے جو کہ تمام مسائل پر حاوی ہے یہ مسئلہ طلاق کا بھی دکھلایا ہے اور ساتھ ہی اس کو مکروہ بھی قرار دیا ہے۔

رازق اللہ تعالیٰ ہے فرمایا۔ اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

توکل کرنے والے شخص کے لیے رزق پہنچا تا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لیے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

بیوی پر ظلم کا نتیجہ

ایک صاحب کا ذکر تھا۔ فرمایا۔ ان کے مجھ کو بہت سے خطوط آئے ہیں کہ میں اکثر بیمار رہتا ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں یہاں تک کہ میں اپنا کام بھی اچھی طرح نہیں کر سکتا اور اس لیے مجبوراً مجھے ایک لمبی رخصت لینی پڑے گی مگر اصل بات یہ ہے کہ ظلم کا نتیجہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی پہلی بیوی پر بہت کچھ سختی کرتے ہیں اور یہ کام خدا کو ناپسند ہے۔ بہت دفعہ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ان کو نصیحت کی۔ مگر وہ سمجھتے نہیں۔ میں نے کنایتاً کئی دفعہ ان کو جتایا ہے مگر انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ وہ کسی دن اپنے کام سے پچھتائیں اور میری بات کو سمجھیں۔[1]

۱۰؍ستمبر ۱۹۰۷ء (قبل نماز ظہر)

ابتلاؤں کی برکات

فرمایا۔ اصل میں دیکھا گیا ہے کہ ابتلا اور تکالیف کا زمانہ جو انسان پر آتا ہے وہ اس کے واسطے بہت مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں قاعدین پر مجاہدین کو فضیلت دی ہے۔ مجاہدین دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے راہ میں مشکل کام ڈال لیتے ہیں اور اس کی تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن پر قضاء و قدر سے مشکلات اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور وہ صبر اور تحمل کے ساتھ ان مشکلات کو برداشت کرتے ہیں۔ جو شخص رات دن اپنے کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں اور اسی طرح ان کی زندگی گذر جاتی ہے اور ان پر کوئی تلخی نہیں آتی کہ وہ صبر کریں تو وہ قاعدین میں داخل ہیں۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

جس زمانہ کو انسان بسبب تلخی کے بُرا زمانہ کہتا ہے اور اس کو ناگوار جانتا ہے اور نہیں چاہتا کہ ویسا زمانہ اس پر آوے دراصل وہی زمانہ اس کے واسطے اچھا ہوتا ہے بشرطیکہ صبر اور تحمل سے بسر کرے۔

حسن بصریؒ کا ذکر ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا کہ تم کو غم کب ہوتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جب کوئی غم نہ ہو۔ سوچ کر دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تلخ زندگی مصائب شدائد کی انسان پر پڑتی ہے اور وہ ان کو برداشت کرتا ہے تو اس کے بعد پوشیدہ انعامات وارد ہوتے ہیں۔ دنیا کی وضع ہی کچھ ایسی بنی ہے کہ اوّل تکلیف ہوتی ہے تو پھر آرام حاصل ہوتا ہے۔ اچھی طرح کھانے کا مزا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ انسان بھوک کی شدت کو برداشت کر چکا ہو جو مزا ٹھنڈے پانی میں روزے دار کو حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے کو کہاں نصیب ہوسکتا ہے؟ معمولی طور پر ہر روز کھایا جاتا ہے مگر اس میں وہ لطف نہیں جو لطف اس کھانے میں ہوتا ہے جو مثلاً سفر کے بعد بھوک کی شدت سے حاصل ہوتا ہے۔ وضع دنیا کی ایسی واقع ہوئی ہے کہ درد کے بعد ہی راحت حاصل ہوتی ہے۔ [1]

۱۱ر ستمبر ۱۹۰۷ء (قبل نماز ظہر)

فطرت مستقل ہادی نہیں

فطرت ایسی چیز نہیں جو مستقل طور پر ہادی ہو سکے کیونکہ وہ شیطان کے قائم مقام مُضِل بھی تو ہو جاتی ہے۔ فطرت میں توہمات کے داخل ہو جانے سے جو بعض نقص پیدا ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (الروم: ۳۳) کہا گیا ہے۔

مداہنہ بُری مرض ہے

کمبخت مکہ والے لوگ بھی مداہنہ کیا کرتے تھے۔ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرۃ: ۱۱) کے یہی معنے ہیں۔ کمبخت خبیث جو مداہنہ کا گند اپنے اندر رکھتے ہیں ان کا گند نکالنا اچھا ہی ہوتا ہے۔

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ نیز الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

نشان بڑی چیز ہے ساری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جن باتوں کا اعتراض عیسائی، آریہ اور دوسرے مخالفین اس وقت تک اسلام پر کرتے ہیں اور بے سمجھی سے الزام لگاتے ہیں اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ پھر انہیں باتوں کو ازسرنو تازہ کیا جاوے؟ کیا خدا کے پاس اپنے رسول کی نصرت کے لیے اور کوئی ہتھیار نہیں۔ ان ہتھیاروں کی چوٹ تو جسم پر لگتی تھی مگر اس جگہ قلب پر لگتی ہے۔ ایک ہی نشان ہزاروں اعتراضوں کو دور کر سکتا ہے۔

ایک نکتہ مرتد ڈاکٹر نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور بابو محمد افضل مرحوم کی موت کا باعث اپنی تفسیر کی مخالفت قرار دیا ہے۔ اس پر منشی احمد دین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا کہ ''ڈاکٹر صاحب خود بھی تو اپنی تفسیر کے مخالف ہو گئے ہیں۔''

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا دعویٰ حضرت اقدس نے فرمایا۔

جو شخص اپنے آپ کو مسیح سمجھتا ہے، رسول سمجھتا ہے۔ رحمۃ للعالمین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ہم عبدالحکیم سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ ایسا شخص بیس برس تک دجّال کا مرید رہا ہو؟ یہ اس کی کون سی شامت اعمال ہے اور کون سے بُرے کرم اس نے کئے ہیں جو دجّال کی بیعت رہا؟ اس قدر ذلّت اور رسوائی اٹھائی کہ بیس برس تک شیطان کا مرید رہا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس کی نظیر تو پیش کرو کہ ایک شخص مسیح بھی ہو، رسول بھی ہو اور پھر بیس برس تک دجّال کی بیعت رہا ہو۔

عدم تصنّع اور سادگی کا ثبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے متعلق فرمایا کہ

وہ ہمارا ایک پرانا تقلیدی خیال تھا اور رسمی طور پر براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا اور یہ بات کہ مسیح ناصری فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں خدا کی وحی سے ہے اور خدا کا الہام ہے۔ جس براہین میں یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر چلا گیا۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ جیسے یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وغیرہ۔ اگر یہ انسانی کاروبار اور بناوٹی منصوبہ ہوتا تو یہ ظاہراً تناقض کیوں ہوتا؟ اگر تقویٰ ہو اور تھوڑا بہت انصاف ہو تو ایک طرف

پرانا رسمی عقیدہ لکھ دینا اور دوسری طرف کل الہامات کا بھی لکھ دینا جو اس عقیدہ کے صریح مخالف ہیں ایک ایسی بات ہے جس سے انسان عدم تصنّع اور سادگی کا استدلال کر سکتا ہے۔ دیکھو کل الہام مخالف ہیں جیسے یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔

بعض انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب حکمت ہوتی ہے کہ ان سے ذہول سرزد ہو جاتا ہے اور وہ ذہول بھی ایک حکمت رکھتا ہے ورنہ سمجھا جاتا کہ بناوٹ سے دعویٰ کر دیا ہے اور اس طرح سے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جب خزانہ موجود تھا اس وقت دعویٰ نہ کیا اور اب کر دیا۔ یہ بناوٹ نہیں ہو سکتی۔ [1]

(بعد نمازِ ظہر)

ڈاکٹر عبدالحکیم کی غلطی

حضرت حکیم الامت سلّمہٗ ربّہٗ نے مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے ایک خط کا ذکر کیا جس میں وہ لکھتا ہے کہ تمام انبیاء سے غلطیاں ہوتی رہیں ایسے ہی مجھ سے بھی ہو گئیں۔

حضرت نے فرمایا۔ مگر ایسی غلطیاں کہ بیس برس تک دجّال کے مرید بنے رہنا ایسی ذلّت اور رسوائی کسے نصیب ہوئی کہ بیس برس تک شیطان کا مرید رہا اور جسے دجّال سمجھتا تھا اس کی بیعت رہا اور پھر خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

اس خط میں عبدالحکیم گویا یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میرا دعویٰ غلط ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کی نسبت قرآن شریف اور احادیث میں وعدہ ہے۔ چونکہ وہ مسیح ناصری کی وفات کا اقرار کرتا ہے اس لیے کسی دوسرے مسیح کی آمد کا ہی قائل ہوگا۔ مگر جب وہ ایسے زمانہ میں جو مقررہ علامتوں کے ساتھ پکارتا ہے نہ آیا تو پھر بتلاؤ وہ کس زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ چودھویں صدی میں سے بھی پچیس برس گذر گئے۔ نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ مسیح صدی کے سر پر آئے گا۔ اگر ابھی تک وہ مسیح

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹، ۱۰

نہیں آیا تو بقول اس کے یہ صدی ہی خالی گئی۔ سب نشانات پورے ہو گئے مگر مسیح ابھی تک نہ آیا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو علماء زمانہ اس کی بہت مخالفت کریں گے کیونکہ وہ ان کی حدیثوں کے خلاف کرے گا۔ نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ مولوی لوگ اس پر تکفیر کے فتوے لکھیں گے اور کہیں گے کہ یہ دین اسلام کو تباہ کر رہا ہے۔

اب عبدالحکیم جو میری نسبت ایسا ویسا لکھتا ہے تو یہ خود پیشگوئیوں کو پورا کر رہا ہے۔ گالی گلوچ نکالنے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے سے یہ مجھ کو جھٹلاتا نہیں بلکہ تصدیق کرتا ہے اور ان پیشگوئیوں کو پورا کرتا ہے جن میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے علماء مسیح کی بڑی مخالفت کریں گے اور اس کو دین کے تباہ کرنے والا اور مفتری قرار دیں گے۔[۱]

۱۲ر ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

مسیح موعودؑ کے لیے علامات کا پورا ہونا

فرمایا۔ سؤل اخبار میں لکھا ہے کہ روز بروز اب اونٹ بیکار ہوتے جاتے ہیں۔ کیسی بیّن طور پر قرآن شریف اور حدیث کی تصدیق ہوتی جاتی ہے حدیث میں لکھا ہے۔ وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا اور قرآن شریف میں وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر: ۵) لکھا ہے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دنیا میں کوئی مامور من اللہ مبعوث ہوتا ہے تو زمانہ میں جتنی بڑی بڑی کارروائیاں ہوں اور بڑے بڑے انقلاب ظہور میں آویں تو وہ سب اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

کسر صلیب اور وضع حرب کی حقیقت

آجکل جنگ و جدال کو دور کرنے کے لیے جو بڑے بڑے عہد و پیمان ہو رہے ہیں۔ اور زمانہ خود بخود صلح اور امن کی طرف رجوع کرتا جاتا ہے اس پر فرمایا کہ

يَضَعُ الْحَرْبَ اور يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ ایک شخص ہوگا اور وہ لڑائیوں

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲

میں جا جا کے صلح کراتا پھرے گا اور دو دو چار چار آنہ کی صلیبوں کو توڑتا پھرے گا۔ کیونکہ اس طرح سے اگر دو چار توڑیں تو سینکڑوں اور بن گئیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ارادۂ الٰہی سے کوئی ہوا ہی ایسی چلے گی اور ایسے اسباب اور وسائل پیدا ہو جائیں گے کہ لڑائی دور ہو جائے گی اور صلیب پرستی جاتی رہے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں دفاعی تھیں

فرمایا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائیوں کے لیے سبقت نہیں کی تھی۔ بلکہ ان لوگوں نے خود سبقت کی تھی۔ خون کئے، ایذائیں دیں، تیرہ برس تک طرح طرح کے دکھ دیئے آخر جب صحابہ کرامؓ سخت مظلوم ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی اجازت دی جیسے فرمایا۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا (الحج:۴۰) وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ (البقرۃ:۱۹۱) اس زمانہ کے لوگ نہایت وحشی اور درندے تھے۔ خون کرتے تھے۔ جنگ کرتے تھے۔ طرح طرح کے ظلم اور دکھ دیتے تھے۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کی طرح مار دھاڑ کرتے پھرتے تھے اور ناحق کی ایذا دہی اور خونریزی پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ خدا نے فیصلہ دیا کہ ایسے ظالموں کو سزا دینے کا اذن دیا جاتا ہے اور یہ ظلم نہیں بلکہ عین حق اور انصاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے انہوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ طرح طرح کے منصوبے کئے یہاں تک کہ ہجرت کرنی پڑی مگر پھر بھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک تعاقب کیا اور خون کرنے کے درپے ہوئے۔ غرض جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت تک صبر کیا اور مدت تک تکلیف اٹھائی تب خدا نے فیصلہ دیا کہ جنہوں نے تم لوگوں پر ظلم کئے اور تکلیفیں دیں ان کو سزا دینے کا اذن دیا جاتا ہے اور پھر بھی یہ فرما ہی دیا کہ اگر وہ صلح پر آمادہ ہو ویں تو تم صلح کر لو۔ ہمارے نبی کریمؐ تو یتیم، غریب، بے کس پیدا ہوئے تھے وہ لڑائیوں کو کب پسند کر سکتے تھے۔ [1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

۱۴؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقت ظہر)

ھوالشّافی سیدنادر علی شاہ صاحب سب رجسٹرار رئیس چکوال کے بیعت کر لینے کے بعد ذکر امراض پر فرمایا۔

قبرستان میں جتنے لوگ دفنائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اصل میں یہ سب طبیبوں کی غلطیوں کا ہی نتیجہ ہے بہت کم آدمی ہوں گے جو عمر طبعی تک پہنچے ہوں۔عمر طبعی عموماً سواسی سال تک سمجھی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں لکھا ہے۔مَا مِنْ دَآءٍ اِلَّا لَہٗ دَوَآءٌ یعنی کوئی بیماری نہیں جس کی دوائی موجود نہ ہوا گر اصلی دوا اور علاج ہوتا رہے تو عمر طبعی سے پہلے انسان مَرے کیوں؟

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اَور بیماریاں شروع ہو جاتی ہیں۔انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے۔انسان بڑا کمزور ہے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوئی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔خدا کا فضل ہی چاہیے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دافع بلیات تو صرف خدا تعالیٰ ہے۔ ہندو تو پتھروں کی پوجا کرتے ہیں۔کبھی نہ کبھی خیال آ ہی جاتا ہوگا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے انہیں بنایا ہے اور پھر انہیں کی پوجا کی جاتی ہے۔مگر اسباب کی پرستش کرنے والے ان سے بھی زیادہ مشرک ہوتے ہیں۔نیچری وغیرہ جو اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ جو اپنی علمیت و دولت پر گھمنڈ کرتے ہیں وہ خطرناک مقام پر ہوتے ہیں۔ہاں اسباب کا تلاش کرنا منع نہیں۔قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جب جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اپنے کام کاج کی تلاش میں لگ جاؤ اور اللہ کریم کا فضل مانگتے رہو۔اسباب پر بھروسہ مت کرو۔مومن کو چاہیے کہ بظاہر اسباب تلاش کرے اور نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے۔

علم طب پہلے یونانیوں کے پاس تھا۔پھر ان سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو انہوں نے ہر نسخہ

سے پہلے ھو الشّافی لکھنا شروع کر دیا اور یہ طریق مسلمانوں کے سوا کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔ بڑا سعید طبیب وہ ہے جو ایک طرف تو دوا کرے اور دوسری طرف دعا میں مشغول رہے اور یہ سمجھے کہ شفا صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔

دوسروں پر رحم کرو تا تم پر رحم کیا جاوے

فرمایا۔شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں کہ ’’ایک بادشاہ کو ناروا کی بیماری تھی۔ اس نے کہا کہ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ کریم مجھے شفا بخشے۔تو میں نے جواب دیا کہ آپ کے جیل خانہ میں ہزاروں بے گناہ قید ہوں گے ان کی بد دعاؤں کے مقابلہ میں میری دعا کب سنی جا سکتی ہے۔تب اس نے سب قیدیوں کو رہا کر دیا اور پھر وہ تندرست ہوگیا۔‘‘ غرض خدا کے بندوں پر اگر رحم کیا جاوے تو خدا بھی رحم کرتا ہے۔ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں ان پر اللہ اور اس کے رسول کو بھی رحم آجاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا اور اسباب پر ہی گرے رہنا بہت بُری بات ہے۔

تقویٰ اختیار کریں

فرمایا۔گو اعادہ کلام کا ہوتا ہے مگر چونکہ غفلت لگی ہوئی ہے۔ایک طرف وعظ و نصیحت سنی جاتی ہے اور دل میں تقویٰ حاصل کرنے کے لیے جوش پیدا ہوتا ہے مگر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔اس لیے ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جاوے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔خوب یاد رکھو کہ وہ ایک دم میں فنا کر سکتا ہے۔طرح طرح کے دکھ اور مصیبتیں موجود ہیں۔ بے خوف اور نڈر ہونے کا مقام نہیں۔ اس دنیا میں بھی جہنم ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے مصائب آ سکتے ہیں۔خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آ سکتا۔ اور کوئی شریک ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک خدا خود دستگیری نہ کرے اور اپنے فضل سے آپ اس مصیبت کو دور نہ کرے۔اسی واسطے ہر ایک کو چاہیے کہ خدا کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے۔

جو شخص جرأت کے ساتھ گناہ، فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ کا عذاب اس کی تاک میں ہوتا ہے۔اگر بار بار اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ

اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں چھوڑ دو۔ جب تک خوفِ الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچا لیے جاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت ان کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور ان کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں، شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتا ہے نہ مال و اولاد کی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیے اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بیوقوف ہے جو اپنی چترائی پر نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائے گا اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں نظر آ رہا ہے اتنا بڑا کارخانہ کیا یہ خدا کے پوشیدہ ہاتھ کے سوائے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یاد رکھو! جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں ایسے موقع پر تو کافر مشرک بے دین بھی ڈرا کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی ایسے موقع پر ڈر کر کہا تھا قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس:۹۱) اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچا لیں گے مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے آخر خدا نے اس کے بدن کو ایک کنارے پر لگا دیا۔ ایک چھوٹے سے قد کا وہ آدمی تھا۔ غرض جب گناہ اور معصیت کی طرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف:۳۵) والا معاملہ ہوتا ہے۔ جب اَجلِ بلا آ جاتی ہے تو پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہیے کہ پہلے ہی سے خدا کے ساتھ تعلق رکھے مگر

؎ خیال زلف تو بستن نہ کارِ خامان است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریقِ عیاری است

انبیاء کا ہی گروہ ایسا گروہ ہوتا ہے کہ وہ بے سلسلہ چلتے ہی نہیں۔ جو لوگ انبیاء کی زندگی میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں اور عاقبت کی کچھ فکر نہیں کرتے اور راستبازوں پر حملے کرتے ہیں ایسوں ہی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (الشمس:۱۶) اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک موذی بے ایمان کو اللہ کریم مارتا ہے تو پھر کچھ پروا نہیں رکھتا کہ اس کے عیال اطفال کا گذارہ کس طرح ہوگا اور اس کے پسماندہ کیسی حالت میں بسر کریں گے؟

ستاروں کا ٹوٹنا

ایک شخص نے ستاروں کے ٹوٹنے کی نسبت سوال کیا۔

فرمایا۔ جہاں تک پتا لگ سکتا ہے۔ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے پہلے بہت ستارے ٹوٹے تھے اور یہاں بھی شاید ۱۸۸۵ء میں ہمارے دعویٰ سے پہلے بہت سے ستارے ٹوٹے تھے۔ ایک لشکر کا لشکر اِس طرف سے اُس طرف چلا جاتا تھا اور اُس طرف سے اِس طرف چلا آتا تھا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (النجم:۲) کا بھی یہی مطلب ہے۔ جب کبھی خدا تعالیٰ کا کوئی نشان زمین پر ظاہر ہونے والا ہوتا ہے تو اس سے پہلے آسمان پر کچھ آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مفسر اور اہل کشف بھی یہی بیان کرتے ہیں اور قرآن شریف میں بھی یہی لکھا ہے۔ مجھے ایک خط آیا تھا کہ ’’ایک ستارہ ٹوٹا جس سے بہت روشنی ہوگئی اور پھر ایسی خطرناک آواز آئی کہ لوگ دہشت ناک ہو گئے اور بڑا خوف ہوا‘‘ اور پھر نہیں معلوم کہ آئندہ ابھی کیا کیا ہونے والا ہے؟ آئے دن نئے نئے حوادث ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جس میں کوئی نہ کوئی حادثہ واقع نہ ہو۔ ستاروں کا ٹوٹنا ظاہر کرتا ہے کہ زمین پر بھی اب کچھ نشانات ظاہر ہونے والے ہیں اور پھر خدا نے بھی مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ میں بہت سے عجیب نشان ظاہر کروں گا کچھ اوّل میں اور کچھ آخر میں۔ زلزلہ کی خبر بھی اس نے دی ہے۔ گذشتہ کی نسبت زیادہ سخت طاعون پڑنے کی بھی اطلاع دی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس سال وہ خطرناک طاعون پڑے گی یا آئندہ سال میں مگر وہ خطرناک بہت ہوگی۔

خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا گُر

اس پر سید نادر علی شاہ صاحب نے عرض کی کہ ’’ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟‘‘

فرمایا۔ توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔ بغیر توبہ استغفار کے انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔ سب نبیوں نے یہی کہا ہے کہ اگر توبہ استغفار کرو گے تو خدا بخش دے گا۔ سو نمازیں پڑھو اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لیے خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور بار بار استغفار کرو تا کہ جو قوت گناہ کی انسان کی فطرت میں ہے وہ ظہور میں نہ آوے۔ انسان کی فطرت میں دو طرح کا ملکہ پایا جاتا ہے۔ ایک تو کسب خیرات اور نیک کاموں کے کرنے کی قوت ہے اور دوسرے بُرے کاموں کو کرنے کی قوت۔ اور ایسی قوت کو روکے رکھنا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور یہ قوت انسان کے اندر اس طرح سے ہوتی ہے جس طرح کہ پتھر میں ایک آگ کی قوت ہے۔

استغفار کے معنے

اور استغفار کے یہی معنے ہیں کہ ظاہر میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور گناہوں کے کرنے والی قوت ظہور میں نہ آوے۔ انبیاء کے استغفار کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ ہوتے تو معصوم ہیں مگر وہ استغفار اس واسطے کرتے ہیں کہ تا آئندہ وہ قوت ظہور میں نہ آوے اور عوام کے واسطے استغفار کے دوسرے معنے بھی لیے جاویں گے کہ جو جرائم اور گناہ ہو گئے ہیں ان کے بدنتائج سے خدا بچائے رکھے اور ان گناہوں کو معاف کر دے اور ساتھ ہی آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔

بہر حال یہ انسان کے لیے لازمی اَمر ہے وہ استغفار میں ہمیشہ مشغول رہے۔ یہ جو قحط اور طرح طرح کی بلائیں دنیا میں نازل ہوتی ہیں ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگ استغفار میں مشغول ہو جائیں۔ مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں ہے جو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے رہیں۔ اصل میں غیر ملک کی زبان کے سبب لوگوں سے حقیقت چھپی رہی ہے۔ عرب کے لوگ تو ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ مگر ہمارے ملک میں غیر زبان کی وجہ سے بہت سی حقیقتیں مخفی رہی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی دفعہ استغفار کیا۔ سو تسبیح یا ہزار تسبیح پڑھی مگر جو استغفار کا مطلب اور معنے پوچھو تو بس کچھ

نہیں۔ ہکّا بکّا رہ جاویں گے۔ انسان کو چاہیے کہ حقیقی طور پر دل ہی دل میں معافی مانگتا رہے کہ وہ معاصی اور جرائم جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی سزا نہ بھگتنی پڑے اور آئندہ دل ہی دل میں ہر وقت خدا سے مدد طلب کرتا رہے کہ آئندہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور معصیت سے بچائے رکھے۔

خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا۔ اپنی زبان میں بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔ یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ اپنی زبان میں ہی خدا سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں ہاں دل کی دعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقتِ بَلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا سے دعائیں مانگتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے تو پھر خداوند رحیم و کریم ہے وہ بَلا ٹل جاتی ہے۔ لیکن جب بَلا نازل ہو جاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بَلا کے نازل ہونے سے پہلے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ اور بہت استغفار کرنا چاہیے۔ اس طرح سے خدا بَلا کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے۔ اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا اور اپنے عیال و اطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بدخلقی اور بدسلوکی رہی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا تو پھر بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہیے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسائیوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔

خوب یاد رکھو اگر صاف ہو کر عمل کرو گے تو دوسروں پر تمہارا ضرور رعب پڑے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا رعب تھا۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بددعا کریں گے تو وہ سب کا فرمل کر آئے اور عرض کی کہ حضور بددعا نہ کریں۔ سچے آدمی کا ضرور رعب ہوتا ہے۔ چاہیے کہ بالکل صاف ہو کر عمل کیا جاوے اور خدا کے لیے کیا جاوے تب ضرور تمہارا دوسروں پر بھی اثر اور رعب پڑے گا۔[1]

قومی ترقی کا راز

۱۴؍ستمبر ۱۹۰۷ء کو قادیان میں ایک بیرسٹر صاحب تشریف لائے تھے جن کا نام نامی مسٹر فضل حسین صاحب ہے۔ ان کے ساتھ ہی میاں حسین بخش صاحب پنشنر رئیس بٹالہ بھی تھے حضرت اقدس سے بھی ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں بعض باتیں ایسی تھیں جو نہایت مؤثر اور اس زندہ ایمان کا ثبوت تھیں جو حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس لیے میں اس حصہ کو یہاں درج کرتا ہوں۔

مسٹر فضل حسین۔ آریوں نے اپنا یہ اصل قرار دیا ہے کہ جب تک بہت سی پابندیاں دور نہ ہوں، قومی ترقی نہیں ہوسکتی۔

حضرت اقدسؑ۔ یہ غلط خیال ہے۔ ترقی کا یہ اصول نہیں ہے۔ اسلام نے کیسے ترقی کی۔ کیا بے قیدی اور آزادی سے یا پابندئ شریعت اور اطاعت سے۔ بعض مسلمانوں کو بھی ایسا ہی خیال ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بے قیدی سے ترقی ہوگی مگر میں اس راہ کو سخت مضر اور خطرناک سمجھتا ہوں۔ مسلمان جب ترقی کریں گے خدا پرستی سے کریں گے جس طرح پر اوائل میں اسلام نے ترقی کی وہی خدا اب بھی موجود ہے۔ میری جماعت ہی کو دیکھو! مجھے کافر و دجّال بنایا گیا۔ میرے قتل کے فتوے دیئے۔ راہ و رسم بند کیا۔ مسلمان میرے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک فتوے دے کر کہ کوئی مسلمان ہم سے کشادہ پیشانی سے بھی پیش نہ آئے۔ مگر آپ ہی بتائیں۔ اس مخالفت کا کیا نتیجہ ہوا؟ اب میری جماعت چار لاکھ کے قریب ہے جس میں ڈاکٹر ہیں، حکماء ہیں، وکلاء ہیں، تاجر ہیں، ہر پیشہ اور طبقہ کے لوگ موجود ہیں۔ یہ مخالفت ہمارا کیا بگاڑ سکی ہے۔ خدا داری چہ غم داری۔

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳، ۴

میں تو یہی ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور اگر اسے نہ چھوڑے تو ساری دنیا اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر خالص سونا لینا ہو تو پابندی شریعت سے ملے گا۔ ہاں اگر رأس المال بھی کھونا ہو تو پھر بے قیدی اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کے لیے اگر کوئی بات نہ ہو تو کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ دیکھو لاجپت رائے کی گرفتاری پر اخباروں میں آریوں کی طرف سے کیا نکلا یہی کہ ہمارا تعلق نہیں۔

بیرسٹر۔ آریوں کے نزدیک اس وقت مصلحت وقت یہی تھی۔

حضرت اقدسؑ۔ یہ کیا مصلحت وقت تھی۔ یہ تو بزدلی ہے۔ صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرتؐ کے صحابہؓ ذبح ہو گئے مگر حق کہنے سے نہ رکے۔ انہوں نے ایسی کشور کشائی کی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ ان میں اخلاص تھا صدق اور وفا تھی۔ اس قسم کے مصلحت اندیش دہریئے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ پر وثوق رکھتے ہیں اور خدا کے لیے ایک بات کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت آئے گی۔ اس لیے وہ ایسا نہیں کرتے کہ حق بات کے کہنے سے رکیں۔ مجھ سے اگر سوال ہو کہ تم مسیح موعود کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر میں بتاؤں کہ اس کا کیا جواب دیتا ہوں سوا صدق اور مردانہ ہمت کے کام نہیں چلتا۔ ہم پر اس قدر مقدمے کئے گئے مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان باتوں سے ڈر کر ہم نے قدم پیچھے ہٹایا۔ یہ تو شرک ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس سے یہ جوہر پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگ ملک وملّت کے دشمن ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ گورنمنٹ کے ہم مسلمانوں پر بہت بڑے احسان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کی شکر گذاری کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

بیرسٹر۔ میں نے فلسفہ پر بہت سا وقت ضائع کیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ان کا فلسفہ کمزور ہے۔

حضرت اقدسؑ۔ پھر ہم تو یہ کہتے ہیں۔

؎ اے کہ خواندی حکمت یونانیان حکمت ایمانیان را ہم بخوان

بیرسٹر۔ ہاں ان میں ایثار نفس ہے۔

حضرت اقدسؑ۔ میں اس بات کو نہیں مانتا میں تو یہ جانتا ہوں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کیا چوروں میں باہم وفاداری کے تعلقات نہیں ہوتے۔ ایک خود پھنس جاتا ہے مگر دوسرے کو بچانا چاہتا ہے کنجریوں میں بھی ناپاک تعلقات کے رنگ میں ہمدردی اور ایثار کا اظہار کیا جاتا ہے مگر کیا ان باتوں میں کوئی خوبی ہو سکتی ہے؟[1] اس لیے کہ ان تعلقات کی بنا خدا کے لیے نہیں ہوتی۔ سچا اور پاک تعلق جو ہوتا ہے اس کے نمونے اسلام میں پاؤ گے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر جو محبت ہوتی ہے وہ صرف اسلام ہی میں ہے۔

بیرسٹر۔ عملی حالت کو دیکھنا چاہیے۔

حضرت اقدسؑ۔ یہ تو سچ ہے کہ عملی حالت کو دیکھنا چاہیے مگر پہلے نیت بھی تو دیکھو آپ تو قانون دان ہیں۔ قانون میں بھی نیت کا سوال ہوتا ہے۔ ظاہری ترقیات سے یہ کبھی نتیجہ نہیں ہوا کرتا کہ نیک نیتی بھی ہے۔ بعض ظالم طبع لوگ ایسے بھی گذرے ہیں کہ انہوں نے عالمگیر سلطنتیں پیدا کر لی تھیں مگر لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ اس واسطے یہ بالکل سچی بات ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

خیر یہ ترقیاں بھی نظر آ جائیں گی اور ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ ظاہر کیا ہے اور جس کی میں پیشگوئی کر چکا ہوں کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے جو یہ[2] تباہ ہو جائیں گے۔ ایسی ترقیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ترقی وہی مبارک ہوگی جو خدا تعالیٰ کے احکام کی پابندی سے ہو۔[3]

---

[1] معلوم ہوتا ہے یہاں ''ہرگز نہیں'' کے الفاظ کاتب کی غلطی سے رہ گئے ہیں۔ (مرتّب)

[2] حضور کا اشارہ آریوں کی طرف ہے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ (مرتّب)

[3] الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۷ مورخہ ۶ ؍مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۶

۱۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر حضرت اقدس کی تقریر

ابتلاؤں کی حکمت

فرمایا۔ قضاء وقدر کی بات ہے۔ اصل مرض سے (مبارک احمد نے) بالکل مخلصی پالی تھی۔ بالکل اچھا ہو گیا تھا۔ بخار کا نام نشان بھی نہ رہا تھا۔ یہی کہتا رہا کہ مجھے باغ میں لے چلو۔ باغ کی خواہش بہت کرتا تھا سو آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی موت کی خبر دے رکھی تھی۔ تریاق القلوب میں لکھا ہے ''اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ'' مگر قبل از وقت ذہول رہتا ہے اور ذہن منتقل نہیں ہوا کرتا۔ پھر ایک جگہ پیشگوئی ہے۔ ''ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔'' پھر کئی دفعہ یہ الہام بھی ہوا ہے ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔'' اور پھر اہل بیت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ اور پھر فرمایا ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ اللّٰہَ خَلَقَکُمْ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ بڑا تطہیر کا موقع ہے۔ ان کو بڑے بڑے تعلقات ہوتے ہیں اور ان کے ٹوٹنے سے رنج بہت ہوتا ہے۔ میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی۔ گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے۔ میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخر نتیجہ موت ہی ہونا ہے یا کچھ اَور ہے۔ دیکھو ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن:۶۱) یعنی اگر تم مجھ سے مانگو تو قبول کروں گا اور دوسری جگہ فرمایا وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ ...... وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ (البقرۃ:۱۵۶ تا ۱۵۸) اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی طرف سے بھی امتحان آیا کرتے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ میری بیوی کے منہ سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ کوئی نعرہ نہیں مارا۔ کوئی چیخیں نہیں ماریں۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان اسی واسطے آتا ہے کہ آزمایا

جاوے۔ اگر وہ اپنی منشا کے موافق خوشیاں مناتا رہے اور جس بات پر اس کا دل چاہے وہی ہوتا رہے تو پھر ہم اس کو خدا کا بندہ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے ہماری جماعت کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی تقسیم کی ہوئی ہے اس لیے اس تقسیم کے ماتحت چلنے کی کوشش کی جاوے۔ ایک حصہ تو اس کا یہ ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو مانتا ہے اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنی منواتا ہے جو شخص ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا ہمیشہ اس کی مرضی کے مطابق کرتا رہے اندیشہ ہے کہ شاید وہ کسی وقت مرتد ہو جاوے۔

کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف اور ابتلا کا زمانہ آیا ہے بلکہ ابتدا سے سب نبیوں پر آتا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا جب فوت ہوا تھا تو کیا انہیں غم نہیں ہوا تھا۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے۔ آخر بشریت ہوتی ہے۔ غم کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مگر ہاں صبر کرنے والوں کو پھر بڑے بڑے اجر ملا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کا منشا یہی ہے کہ انسان رضا بالقضاء سیکھے۔ جو شخص اپنے ہاتھ سے آپ تکلیف میں پڑتا ہے اور خدا کے لیے ریاضات اور مجاہدات کرتا ہے وہ اپنے رگ پٹھے کی صحت کا خیال بھی رکھ لیتا ہے اور اکثر اپنی خواہش کے موافق ان اعمال کو بجا لاتا ہے اور حتی الوسع اپنے آرام کو مدِّنظر رکھتا ہے۔ مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان پڑتا ہے اور کوئی ابتلا آتا ہے تو وہ رگ اور پٹھے کا لحاظ رکھ کر نہیں آتا خدا کو اس کے آرام اور رگ پٹھے کا خیال مدِّنظر نہیں ہوتا۔ انسان جب کوئی مجاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنا تصرف رکھتا ہے مگر جب خدا کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرف کا دخل نہیں ہوتا۔ انسان خدا کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ مدارج حاصل کر لیتا ہے جو اپنی محنت اور کوشش سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا اسی واسطے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:۶۱) میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بشارت نہیں دی مگر وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ الآیۃ (البقرۃ:۱۵۶) میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

غرض یہی طریق ہے جس سے انسان خدا کو راضی کر سکتا ہے نہیں تو اگر خدا کے ساتھ شریک بن جاوے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے چلانا چاہے تو یہ ایک خطرناک راستہ ہوگا جس کا انجام ہلاکت ہے۔ ہماری جماعت کو منتظر رہنا چاہیے کہ اگر کوئی ترقی کا ایسا موقع آ جاوے تو اس کو خوشی سے قبول کیا جاوے۔

آج رات کو (مبارک احمد نے) مجھے بُلایا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور مصافحہ کیا جیسے اب کہیں رخصت ہوتا ہے اور آخری ملاقات کرتا ہے۔ جب یہ الہام اِنِّیْٓ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ ہوا تھا تو میرے دل میں کھٹکا ہی تھا۔ اسی واسطے میں نے لکھ دیا تھا کہ یا یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔ قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ کچھ کچھ اردو بھی پڑھ لیتا تھا اور جس دن بیماری سے افاقہ ہوا۔ میرا سارا اشتہار پڑھا اور یا کبھی کبھی پرندوں کے ساتھ کھیلنے میں مشغول ہو جاتا تھا۔

فرمایا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ خدا کے ساتھ تو دوست والا معاملہ چاہیے۔ کبھی اس کی مان لی اور کبھی اپنی منوالی۔

؎ ز بخت خویش برخوردار باشی
بشرط آن کہ با من یار باشی

ہمارے گاؤں میں ایک شخص تھا۔ اس کی گائے بیمار ہوگئی۔ صحت کے لیے دعائیں مانگتا رہا ہوگا مگر جب گائے مَرگئی تو وہ دہریہ ہوگیا۔

خدا نے اپنی قضاء وقدر کے راز مخفی رکھے ہیں اور اس میں ہزاروں مصالح ہوتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے معمولی مجاہدات اور ریاضات سے وہ قرب نہیں پا سکتا جو خدا کی طرف سے ابتلا آنے پر پا سکتا ہے۔ زور کا تازیانہ اپنے بدن پر کون مارتا ہے۔ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ ہم نے تو آزمایا ہے ایک تھوڑا سا دکھ دے کر بڑے بڑے انعام واکرام عنایت فرماتا ہے۔ وہ جہان ابدی ہے۔ جو لوگ ہم سے جدا ہوتے ہیں وہ تو واپس نہیں آ سکتے ہاں ہم جلدی ان کے پاس چلے

جاویں گے۔اس جہان کی دیوار کچی ہے اور وہ بھی گرتی جاتی ہے سوچنے والی بات یہ ہے کہ یہاں سے انسان نے لے ہی کیا جانا ہے اور پھر انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ کب جانا ہے۔ جب جائے گا بھی تو بے وقت جائے گا اور پھر خالی ہاتھ جائے گا۔ ہاں اگر کسی کے پاس اعمال صالحہ ہوں تو وہ ساتھ ہی جائیں گے۔بعض آدمی مَرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں میرا اسباب دکھا دو اور ایسے وقت میں مال و دولت کی فکر پڑ جاتی ہے۔

ہماری جماعت کے لوگ بھی اس طرح کے ابھی بہت ہیں جو شرطی طور پر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔بعض لوگ خطوں میں لکھتے ہیں کہ اگر ہمیں اتنا روپیہ مل جاوے یا ہمارا یہ کام ہو جاوے تو ہم بیعت کر لیں گے۔ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا کو تمہاری بیعت کی ضرورت کیا ہے۔ ہماری جماعت کا ایمان تو صحابہ والا چاہیے جنہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں کٹوا دیئے تھے۔

اگر آج ہماری جماعت کو یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لیے جانے کو کہا جاوے تو اکثر یہی کہہ دیں گے جی ہمارے بال بچوں کو تکلیف ہوگی۔ ہمارے گھروں کا ایسا حال ہے۔ یہ ہے وہ ہے۔ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ (الاحزاب:۱۴) اور ہم نے یہ تو نہیں کہنا کہ جا کر سر کٹوائیں بلکہ یہی ہے کہ دین کے لیے سفر کی تکالیف اور صدمے اٹھاویں مگر اکثر یہی کہہ دیں گے۔ جی گرمی بہت ہے زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے مگر خدا کہتا ہے کہ جہنم کی گرمی اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (التوبۃ:۸۱) صحابہؓ کا نمونہ مسلمان بننے کے لیے پکا نمونہ ہے۔ ابھی تو جماعت پر مجھے یہ بھی اطمینان نہیں کہ اس کا نام میں جماعت رکھوں۔ ابھی تو یہ حشو ہے۔ ایسا انسان تو ہمیں نہیں چاہیے جو صرف خوشی میں ہی خدا کو پکارے۔ ایسے شخص پر تو ذرا خدا کا امتحان آیا اور طرح طرح کی مایوسیاں اور بے امیدیاں ظاہر کرنی شروع کر دیں۔مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:۳) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف اتنا کہہ دینے سے ہی کہ ہم ایمان لائے چھوٹ جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جاوے گا۔ امتحان کا ہونا تو ضروری ہے اور امتحان بڑی چیز ہے۔سب پیغمبروں نے امتحان سے ہی درجے پائے ہیں۔ یہ زندگی

دنیا کی بھروسہ والی زندگی نہیں ہے۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو آخر چھوڑنی پڑتی ہے۔ مصائب کا آنا ضروری ہے۔ دیکھو ایوبؑ کی کہانی میں لکھا ہے کہ طرح طرح کی تکالیف اسے پہنچیں اور بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے اور اس نے صبر کئے رکھا۔ ہمیں یہ بہت خیال رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ہماری جماعت صرف خشک استخواں کی طرح ہو۔ بعض آدمی خط لکھتے ہیں تو ان سے مجھے بو آجاتی ہے شروع خط میں تو وہ بڑی لمبی چوڑی باتیں لکھتے ہیں کہ ہمارے لیے دعا کرو کہ ہم اولیاء اللہ بن جاویں اور ایسے اور ویسے ہو جاویں اور اخیر پر جا کر لکھ دیتے ہیں کہ فلاں ایک مقدمہ ہے اس کے لیے ضرور دعا کریں کہ فتح نصیب ہو۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اصل میں یہ ایک مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے خط لکھا گیا تھا۔ خدا کی رضا مندی مدنظر نہ تھی۔

اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے دو طرح کی تقسیم کی ہوئی ہے۔ کبھی تو وہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی انسان کی مان لیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ہمیشہ انسان کی مرضی کے مطابق ہی کام ہوا کریں۔ اگر ایسا سمجھا جائے کہ خدا کی مرضی ہمیشہ انسان کے ارادوں کے موافق ہو تو پھر امتحان کوئی نہ رہا۔ کون چاہتا ہے کہ آرام، عیش و عشرت اور ہر طرح کے سکھ سے دکھ میں مبتلا ہوؤں۔ جس کے تین چار بیٹے ہوں، وہ کب چاہتا ہے کہ یہ مر جائیں اور کون چاہتا ہے کہ میری تمام خوشیاں دکھوں اور مصیبتوں سے تبدیل ہو جاویں۔ غرض خدا نے امتحان کو انسان کی ترقی کے لیے اور یا اس کی بدگوہری ظاہر کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ بہت لوگ امتحان کے وقت طرح طرح کی باتیں بنانے لگ جاتے ہیں اور طرح طرح کے باطل توہمات اور وساوس انہیں اٹھا کرتے ہیں مگر اصلی بات یہ ہے کہ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (البقرۃ:۱۱)۔

یاد رکھو خدا کا ساتھ بڑی چیز ہے۔ اگر فرض بھی کر لیں کہ نہ کوئی بیٹا رہے نہ کوئی مال و دولت رہے پھر بھی خدا بڑی دولت ہے۔ اس نے یہ کبھی نہیں کیا کہ جو اس کے ہو کر رہتے ہیں ان کو بھی تباہ کر دیا ہو۔ اس کے امتحان میں استقلال اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔ یاد رکھو کہ امتحان ہی وہ چیز ہے

جس سے انسان بڑے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے۔نریاں نمازاں اور دنیا کے لیے ٹکراں کچھ چیز نہیں۔مومن کو چاہیے کہ خدا کی قضا وقدر کے ساتھ شکوہ نہ کرے اور رضا بالقضا پر عمل کرنا سیکھے اور جو ایسا کرتا ہے میرے نزدیک وہی صدیقوں،شہیدوں اور صالحوں میں سے ہے۔جان سے بڑھ کر اور تو کوئی چیز نہیں اس کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور یہی وہ بات ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

فرمایا۔ ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ انسان جہاں چاہتا ہے کہ بیمار بچ جاوے وہاں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

اس پر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے عرض کی کہ چند دن ہوئے حضور نے فرمایا تھا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ اس مکان میں موت ہونے والی ہے اور بکری ذبح کی گئی اور ان دنوں میں مولوی نور الدین صاحب چونکہ بیمار تھے اس لیے ان کی نسبت خطرہ پڑ گیا تھا اور نواب محمد علی خاں صاحب اور ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب اور میں ہم تینوں اس بات کے گواہ ہیں۔

فرمایا۔ تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے ایک کو تقدیر معلق کہتے ہیں اور دوسری کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ارادۂ الٰہی جب ہو چکتا ہے تو پھر اس کا تو کچھ علاج نہیں ہوتا۔اگر اس کا بھی کچھ علاج ہوتا تو سب دنیا بچ جاتی۔مبرم کے علامات ہی ایسے ہوتے ہیں کہ دن بدن بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور حالت بگڑتی چلی جاتی ہے۔دیکھو نو دن کا تپ ٹوٹ گیا تھا بالکل نام ونشان باقی نہ رہا تھا مگر پھر دوبارہ چڑھ گیا۔ یہ تو خدا نے نہیں کہا تھا کہ بخار ٹوٹنے کے بعد زندہ بھی رہے گا۔خدا کی دونوں پیشگوئیاں پوری ہونی تھیں۔ بخار بھی ٹوٹ گیا۔اور خوردسالی میں فوت بھی ہو گیا۔

کچھ مدت گذری کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک جگہ پانی بہہ رہا ہے اور مبارک اس میں گر گیا ہے۔بہتیرا دیکھا اور غوطے بھی لگائے مگر تلاش کرنے پر نہ ملا۔ یہ خواب ہمیشہ میرے مدنظر رہا ہے۔

سید میر حامد شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور میری والدہ نے آج صبح کو خواب میں دیکھا تھا کہ حضور

کے چار روشن ستارے ہیں۔ایک ان میں سے ٹوٹ کر زمین کے اندر چلا گیا ہے۔

پھر خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب نے عرض کیا کہ مبارک احمد کو لوگ اکثر ’’ولی ولی‘‘ کر کے پکارا کرتے تھے۔

فرمایا۔ہاں ولی وہی ہوتا ہے جو بہشتی ہو۔

میاں مبارک احمد کی قبر دوسری قبروں سے کسی قدر فاصلہ پر ہے۔اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔

بعض اوقات اگر باپ خواب دیکھے تو اس سے مراد بیٹا ہوتا ہے اور اگر بیٹا خواب دیکھے تو اس سے باپ مراد ہوتا ہے۔ایک دفعہ میں خواب میں یہاں (بہشتی مقبرہ) آیا اور قبر کھودنے والوں کو کہا کہ میری قبر دوسروں سے جدا چاہیے دیکھو جو میری نسبت تھا وہ میرے بیٹے کی نسبت پورا ہو گیا۔[۱]

۱۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء[۲] (بوقتِ سیر)

ورزش جسمانی

حضرت اقدس نے فرمایا۔

حکیم لکھتے ہیں کہ ریاضاتِ بدنی ادویہ کی مشق سے بہتر ہوتی ہیں۔

ایک الہام

فرمایا۔

مبارک احمد کی فوتیدگی سے دو دن پہلے یہ الہام بھی ہوا تھا۔’’ لَا عِلَاجَ وَ لَا يُحْفَظُ۔‘‘

فرمایا۔براہین احمدیہ میں ایک یہ الہام بھی درج ہے۔’’اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَانِیْ۔اے خدا رحم کر‘‘

یہ کسی خطرناک ابتلا پر دلالت کرتا ہے۔معلوم نہیں اس کے پورا ہونے کا کون سا زمانہ ہے۔ہماری جماعت بہت کمزور ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ یقین کی طرف ترقی کریں بدظنّی کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔مجھے اس بات کا بہت خیال رہتا ہے کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔جس خدا نے اتنی

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵،۶

۲؎ ۱۸؍ستمبر کی ڈائری کا کچھ حصہ اس واسطے درج کیا گیا ہے کہ الحکم ایک دن دیر کر کے شائع ہوتا ہے۔(ایڈیٹر)

پیشگوئیاں پوری کر دی ہیں اور فتح پر فتح اور نصرت پر نصرت دیتا رہا ہے ضروری ہے کہ وہ امتحان بھی لے۔ بعض لوگ نادان ہوتے ہیں۔ سنّت اللہ کو سمجھتے نہیں ہیں ان میں انجام شناسی اور پیش و پس پر غور کر کے صحیح رائے قائم کرنے کی عادت نہیں ہوتی۔ اس لیے اکثر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ چند دن ہوئے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص ہے جو گویا مرتدین میں داخل ہو گیا ہے۔ میں اس آدمی کے پاس گیا ہوں۔ آدمی سنجیدہ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ تم کو کیا ہو گیا ہے جو ارتداد اختیار کر لیا ہے تو اس نے مجھے جواب دیا کہ مصلحت وقت ہے۔ خدا محفوظ رکھے کسی کو یہ ابتلا پیش نہ آجاوے۔ [1]

جوہڑ کے پانی کا استعمال

قادیان کے اردگرد نشیب زمین میں بارش اور سیلاب کا پانی جمع ہو کر ایک جوہڑ سا بن جاتا ہے جس کو یہاں ڈھاب کہتے ہیں۔ جن ایام میں یہ نشیب زمین (ساری یا اس کا کچھ حصہ) خشک ہوتی ہے تو گاؤں کے لوگ اس کو رفع حاجت کے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس میں بہت سی ناپاکی جمع ہو جاتی ہے جو سیلاب کے پانی کے ساتھ مل جاتی ہے۔

آج [2] صبح حضرت اقدس مع خدام جب باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے تو اس ڈھاب کے پاس سے گذرتے ہوئے فرمایا کہ

ایسا پانی گاؤں کی صحت کے واسطے مضر ہوتا ہے۔

پھر فرمایا۔ اس پانی میں بہت سا گند شامل ہو جاتا ہے اور اس کے استعمال سے کراہت آتی ہے۔ اگرچہ فقہ کے مطابق اس سے وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ فقہاء کے مقرر کردہ دہ در دہ (10X10) سے زیادہ ہے تاہم اگر کوئی شخص جس نے اس میں گندگی پڑتی دیکھی ہو اگر اس کے استعمال سے کراہت کرے تو اس کے واسطے مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ اس سے یہ پانی استعمال کرایا جائے جیسا کہ

۱؎ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲

۲؎ یعنی ۱۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء (مرتّب)

گوہ کا کھانا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھا ہے مگر خود کھانا پسند نہیں فرمایا۔ یہ اسی طرح کی بات ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

؎ سعدیا حب وطن گرچہ حدیث است درست
نتوان مرد بہ سختی کہ درین جا زادم

بدامنی کی جگہ پر احمدی کا کردار

سرحد پار کے علاقہ جات سے ایک جگہ سے چند احمدیوں کا ایک خط حضرت کی خدمت میں پہنچا کہ اس جگہ بدامنی ہے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ کوئی پرسان نہیں۔ چند ملاں ہم کو قتل کرنا چاہتے ہیں کیا آپ کی اجازت ہے کہ ہم بھی ان کو قتل کرنے کی کوشش کریں؟

حضرت نے فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ ہر طرح سے اپنی حفاظت کرو لیکن خود کسی پر حملہ نہ کرو۔ تکالیف اٹھاؤ اور صبر کرو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تمہارے لیے کوئی انتظام احسن کر دے۔ جو شخص تقویٰ کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

اضطراری حالات کے بعض مسائل

(۱) آبکاری کی تحصیلداری

ایک دوست جو محکمہ آبکاری میں نائب تحصیلدار ہیں ان کا خط حضرت کی خدمت میں آیا اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا اس قسم کی نوکری ہمارے واسطے جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ اس وقت ہندوستان میں ایسے تمام امور حالت اضطرار میں داخل ہیں۔ تحصیلدار یا نائب تحصیلدار نہ شراب بناتا ہے نہ بیچتا ہے نہ پیتا ہے۔ صرف اس کی انتظامی نگرانی ہے اور بلحاظ سرکاری ملازمت کے اس کا فرض ہے۔ ملک کی سلطنت اور حالات موجودہ کے لحاظ سے اضطراراً یہ اَمر جائز ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ انسان کے واسطے اس سے بھی بہتر سامان پیدا کرے۔ گورنمنٹ کے ماتحت ایسی ملازمتیں بھی ہوسکتی ہیں جن کا ایسی باتوں

سے تعلق نہ ہو اور خدا تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

(۲) ننگوں کے ساتھ میل جول افریقہ سے ایک دوست نے بذریعہ تحریر حضرت سے دریافت کیا کہ اس جگہ کے اصلی باشندے مرد و زن بالکل ننگے رہتے ہیں اور معمولی خورد ونوش کی اشیاء کا لین دین ان کے ساتھ ہی ہوتا ہے تو کیا ایسے لوگوں سے ملنا جلنا گناہ تو نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ تم نے تو ان کو نہیں کہا کہ ننگے رہو وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں۔ اس میں تم کو کیا گناہ؟ وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں بعض فقیر اور دیوانے ننگے پھرا کرتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگوں کو کپڑے پہننے کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایسے ہی لوگوں کی نسبت یہ بھی سوال کیا گیا کہ چونکہ ملک افریقہ میں غریب لوگ بھی ہیں جو نوکری پر بآسانی سستے مل سکتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں سے کھانا پکوایا جائے تو یہ کیا جائز ہے؟ یہ لوگ حرام حلال کی پہچان نہیں رکھتے۔

فرمایا۔ اس ملک کے حالات کے لحاظ سے جائز ہے کہ ان کو نوکر رکھ لیا جائے اور اپنے کھانے وغیرہ کے متعلق ان سے احتیاط کرائی جائے۔

(۳) ایسی عورتوں سے نکاح یہ بھی سوال ہوا کہ کیا ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ فرمایا۔ اس ملک میں اور ان علاقوں میں بحالت اضطرار ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہے لیکن صورت نکاح میں ان کو کپڑے پہنانے اور اسلامی شعار پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نوٹوں پر کمیشن حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک صاحب کا سوال پیش ہوا کہ نوٹوں کے بدلے روپیہ لینے یا دینے کے وقت یا پونڈ یا روپیہ توڑانے کے وقت دستور ہے کہ کچھ پیسے زائد لیے یا دیئے جاتے ہیں کیا اس قسم کا کمیشن لینا یا دینا جائز ہے؟

حضرت نے فرمایا۔ یہ جائز ہے اور سود میں داخل نہیں۔ ایک شخص وقت ضرورت ہم کو نوٹ بہم

پہنچا دیتا ہے یا نوٹ لے کر روپے دے دیتا ہے تو اس میں کچھ ہرج نہیں کہ وہ کچھ مناسب کمیشن اس پر لے لے۔ کیونکہ نوٹ یا روپیہ یا ریز گاری کے محفوظ رکھنے اور تیار رکھنے میں وہ خود بھی وقت اور محنت خرچ کرتا ہے۔

فاسقہ کا حق وراثت

ایک شخص نے بذریعہ خط حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ ایک شخص مثلاً زید نام لاولد فوت ہوگیا ہے۔ زید کی ایک ہمشیرہ تھی جو زید کی حینِ حیات میں بیاہی گئی تھی۔ بہ سبب اس کے کہ خاوند سے بن نہ آئی اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی اور وہیں رہی یہاں تک کہ زید مَر گیا۔ زید کے مَرنے کے بعد اس عورت نے بغیر اس کے کہ پہلے خاوند سے باقاعدہ طلاق حاصل کرتی ایک اور شخص سے نکاح کر لیا جو کہ ناجائز ہے۔ زید کے ترکہ میں جو لوگ حقدار ہیں کیا ان کے درمیان اس کی ہمشیرہ بھی شامل ہے یا اس کو حصہ نہیں ملنا چاہیے؟

حضرت نے فرمایا کہ اس کو حصہ شرعی ملنا چاہیے کیونکہ بھائی کی زندگی میں وہ اس کے پاس رہی اور فاسق ہوجانے سے اس کا حق وراثت باطل نہیں ہوسکتا۔ شرعی حصہ اس کو برابر ملنا چاہیے باقی معاملہ اس کا خدا کے ساتھ ہے۔ اس کا پہلا خاوند بذریعہ گورنمنٹ باضابطہ کارروائی کرسکتا ہے۔ اس کے شرعی حق میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔

انبیاء کے مصائب

فرمایا۔ انبیاء کے سوانح اور حالات میں بعض ایسے امور ہوتے ہیں کہ کفّار کے واسطے موجب ٹھوکر ہوجاتے ہیں۔ مگر اس میں قصور ان کفّار کا ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف ایک واقعہ کو پکڑ لیتے ہیں اور باقی تمام باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے۔ انبیاء پر جو مصائب آتے ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہزار ہا اسرار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے مصائب آتے تھے۔ جنگ احد میں ایک روایت ہے کہ آپ کو ستر تلواروں کے زخم لگے تھے اور مسلمانوں کی ظاہری حالت خراب دیکھ کر کفّار کو بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ ایک کافر نے یہ یقین کر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کبار سب شہید ہوگئے ہوں گے بآواز بلند پکار کر کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم

میں ہے؟ آنحضرتؐ نے کہا کہ خاموش رہو اس کا جواب نہ دو۔ خاموشی سے اسے خوشی ہوئی کہ فوت ہو گئے ہوں گے اس واسطے جواب نہیں آیا۔ پھر اسی طرح اس نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق آواز دیا۔ تب بھی ادھر سے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس نے حضرت عمرؓ کے متعلق آواز دیا۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا کمبخت کیا بکتا ہے۔ سب زندہ ہیں۔

ایسی تلخیوں کا دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے مگر ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے[1] فرمایا کہ اب اس کے بعد کفّار ہم پر چڑھائی نہ کریں گے بلکہ ہم کفّار پر چڑھائی کریں گے۔ مکہ سے نکلنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی تلخی کا وقت تھا۔

ہمارے مخالف اس بات پر خوش ہوتے ہوں گے کہ ان کا بیٹا مَر گیا۔ مگر اس میں تو پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور نیز خدا کے ساتھ جو زندگی ہوتی ہے وہ مصائب اور شدائد کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی لڑکے فوت ہوئے تھے۔ ایسا ہی کفّار نے اس وقت بھی خوشیاں منائی ہوں گی۔ دشمن میں ہمدردی کی طاقت سلب ہو جاتی ہے مگر آخری فیصلہ خدا کے پاس ہے اور تمام باتوں کو ملا کر یکجائی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ انجام کیا ہوتا ہے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کو اسی سنّت پر لائے جو قرآن کریم میں مرقوم ہے کیونکہ پہلے تمام انبیاء پر مصائب شدائد پڑتے رہے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ تم پر ان آزمائشوں کا پڑنا ضروری ہے جو پہلوں پر پڑیں۔ ان امتحانوں میں پاس ہونے کے بعد تم سچے مومن کہلا سکتے ہو۔ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنی خواب کی بنا پر حج کے واسطے گرمی میں سفر کیا تھا اور پھر اس سال حج نہ ہوا تو یہ اَمر بہتوں کے واسطے موجب ابتلا ہوا تھا مگر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے بہت ساری فتوحات دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب سب سے بڑھ کر تھے

تمام انبیاء پر مصائب اور تکالیف پڑیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تکالیف آئیں وہ سب سے بڑھ کر تھیں حضرت عیسیٰ کا وقت بھی بہت تھوڑا تھا صرف تین سال لوگوں کو تبلیغ کی وہ بھی اکثر حصہ

---

[1] غزوہ خندق کے بعد الفاظ معلوم ہوتا ہے سہواً رہ گئے ہیں۔ (مرتّب)

گمنامی میں گذر گیا صرف ایک مصیبت واقعہ صلیب کی ان پر پڑی۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سخت مصائب پڑے۔ تیرہ سال تک بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ آپ نے مکہ میں زندگی بسر کی اور ہر طرح کا دکھ اٹھایا اور آخر نہایت مجبوری کی حالت میں ہجرت کی۔آپؐ کی تکالیف سب سے بڑھ کر تھیں۔

آنحضرتؐ کی کامیابی سب سے بڑھ کر تھی

مگر آپؐ کو جو کامیابی نصیب ہوئی وہ بھی سب سے بڑھ کر تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب دیئے گئے جنہوں نے آپؐ کی خاطر جانیں دے دیں اور اس کو فخر سمجھا، لیکن جب حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب کو دیکھتے ہیں تو ایک نے تیس روپے لے کر اپنے نبی کو بیچ ڈالا گویا وہ اس کا مرشد نہ تھا غلام تھا۔ دوسرے نے منہ پر لعنت کی۔حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ جا تو اور تیرا خدا کافروں سے لڑائی کرو۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کو وعدہ کی زمین بھی اپنی عمر میں دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔

مسیح موعودؑ تمام انبیاء کا مظہر ہے

فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام آدمؑ بھی رکھا ہے،نوحؑ بھی رکھا موسیٰؑ بھی رکھا ہے، داوٗدؑ، سلیمانؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ غرض بہت سے انبیاء کے نام ہم کو دیئے ہیں اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ جس میں یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود تمام انبیاء گذشتہ کا مظہر ہے۔

فرمایا۔ ہمارے مخالف مولوی ہم پر اس وجہ سے فتویٰ کفر لگاتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔مگر خدا نے تو ہمارا نام محمدؐ بھی رکھا ہے وہ اس وجہ سے کیوں کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔کیا ان کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حضرت عیسیٰؑ سے کم ہے یا ان کو عیسیٰ سے بہت محبت ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ان کے دل میں کوئی غیرت باقی نہیں رہی۔

جماعت کمزور ہے

کسی شخص کے مرتد ہونے والا خواب جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

جماعت بہت کمزور ہے۔ اکثر نادان لوگ بدظنی کے قریب چلے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی بات پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین

بدیہی اور نظری باتیں

حافظ احمد اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا ایک الہام جو اخبار بدر ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۶ء میں چھپا تھا اس طرح سے ہے مَآ اَنَا اِلَّا کَالْقُرْاٰنِ وَسَيَظْهَرُ عَلٰى يَدَيَّ مَا ظَهَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں چونکہ آیات محکمات کے ساتھ آیاتِ متشابہات بھی ہیں۔ اسی کے موافق مامور من اللہ کا حال و قال ہے۔ بعضی بعضی باتیں بدیہی ہیں اور بعضی نظری۔

فرمایا۔ یہ درست ہے۔

چند فقہی مسائل

(۱) بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشت کاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گذارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

فرمایا۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسر ہو رکھ لے۔

(۲) اور وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ (البقرۃ:۱۸۵) کی نسبت فرمایا کہ

اس کے معنے یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔

(۳) اور نصف شعبان کی نسبت فرمایا کہ

یہ رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں۔ [1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶، ۷

۱۹؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

حضور کے متعلق ایک شخص کی پیشگوئی

پیسہ اخبار مورخہ ۱۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء میں شائع شدہ دہلی کے ایک شخص نور احمد نامی کا مندرجہ ذیل مراسلہ حضرت اقدس کی خدمت میں پڑھ کر سنایا گیا۔

’’پچھلے سال اکتوبر کے مہینہ میں افسر الاطباء جناب حافظ محمد اجمل خاں صاحب کے دولت خانہ میں بموجودگی جناب نواب شجاع الدین صاحب رئیس لوہارو، خان بہادر غلام حسن خان صاحب آنریری مجسٹریٹ ورئیس دہلی، نواب مرزا اکبر علی خاں صاحب، حاجی عبدالغنی ودیگر معززین جناب مولانا مولوی میر کرامت علی خاں صاحب نے فرمایا تھا کہ اب کے طاعون فروری سے زور پکڑے گا اور اپریل، مئی میں یہاں تک زور ہوگا کہ نوے ہزار فی ہفتہ اموات طاعون سے ہوں گی ۲۴؍اپریل صبح ۵½ بجے اٹلی میں زلزلہ آئے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دلی میں بھی طاعون ہوگا اور افراتفری پھیلے گی لیکن جس محلہ میں آپ کا مسکن ہے وہاں طاعون نہیں ہوگا۔ جس طاعون کے مریض کو میں چھوؤں گا وہ طاعون سے نہیں مَرے گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی۔ فراش خانہ میں حضرت کا مکان ہے وہاں طاعون نہیں ہوا۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ جن بیماروں کو آپ نے تعویذ دیا وہ بچ گئے۔ چنانچہ ولایت علی اور قمرالدین سوداگران صدر بازار دہلی کا بیان ہے کہ ساٹھ مریضوں کو تعویذ پلائے گئے سب کے سب بچ گئے۔ اب کہ طاعون کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی ہے برائے اندراج پیسہ اخبار ارسال خدمت ہے۔

پیشگوئی متعلقہ طاعون بابت سال ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء۔ پنجاب میں اب کے طاعون کا پچھلے سال جیسا زور نہیں ہوگا البتہ ممالک مغربی وشمالی میں بہت زور ہوگا۔ دلی میں بھی گذشتہ سال سے زیادہ ہوگا۔ پنجاب کے ایک بہت بڑے مذہبی لیڈر جن کو دعویٰ ہے کہ ان کو طاعون نہیں ہوسکتا۔ طاعون سے انتقال کریں گے۔ ان کے مرید اس واقعہ سے متاثر ہوکر اپنے کئے سے پشیمان ہوں گے۔ ہندوستان سے

طاعون دور نہیں ہوگا جب تک کہ اصلی مسیح موعود یعنی پرنس ایڈ ورڈ خلف جناب پرنس آف ویلز و نبیرہ حضور ملک معظم شاہ ایڈ ورڈ ہندوستان میں بطور وائسرائے نہیں آئیں گے۔

(نیاز مند نور احمد خریدار روزانہ پیسہ اخبار معرفت ایجنٹ دہلی)[1]

یہ مراسلہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا۔

پیشگوئیاں تو وہ ہوتی ہیں جو قبل از وقت وقوع اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے عام طور پر شائع ہوں اور دنیا میں ان کی عام طور پر شہرت ہو۔ آجکل کے لوگوں کی زبانی شہادتوں کا کیا بھروسہ ہے۔ ہمارے مخالفوں کی اس وقت عجیب حالت ہورہی ہے۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ ایک جگہ آٹھ آدمیوں نے قَسم کھا کے بیان کیا کہ ہم دیکھ آئے ہیں جو مجھے جذام ہوگیا ہے۔ زبانی شہادتوں پر تو بڑی بڑی کرامتیں لوگوں میں مشہور ہوجایا کرتی ہیں حالانکہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

فرمایا۔ یہ اخبار تو رکھنے کے لائق ہے۔ اس کی پہلی پیشگوئی کی نسبت صرف زبانی شہادتوں کو ہم کافی نہیں سمجھتے۔ ہاں یہ ایک پیشگوئی ہے جو اس اخبار میں درج ہے۔ اب خود بخود سچائی ظاہر ہوجاوے گی۔ اس نے بڑا ہی ظلم کیا ہے جو دلی میں ہزاروں آدمی طاعون سے مَر گئے اور اس نے ان کو چھوا تک بھی نہیں۔ زبانی شہادتیں آجکل کے لوگوں کی قابل قدر نہیں البتہ اس کی یہ پیش گوئی محفوظ رکھنے کے لائق ہے۔

یہ کیسی حیلہ سازی ہے کہ جو پیشگوئی کرتا ہے وہ تو چپ ہے اور اس کی بجائے ایک دوسرا شخص شائع کرتا ہے۔ دیکھو جتنی پیشگوئیاں ہم کرتے ہیں خود ہی لکھتے اور شائع کرواتے ہیں۔ اصل میں قرون ثلاثہ[2] کا حال کمال پر پہنچ چکا ہے۔ اس زمانہ میں جھوٹ تو حلوا بے دُود سمجھا جاتا ہے۔ ہم پر بڑے بڑے افترا کئے گئے اور طرح طرح کے بہتان لگائے گئے۔ عدالتوں میں ہم پر طرح طرح کے جھوٹے الزام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور ان لوگوں نے ہمارے برخلاف آتما رام اور

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰

[2] غالباً یہ لفظ ''قرونِ سابقہ'' ہوگا جو کاتب کی غلطی سے ''ثلاثہ'' لکھا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب (مرتّب)

چندولال کے سامنے کتنے جھوٹ بولے۔ فسق و فجور کی کوئی حد نہیں رہی اور خاص جھوٹ میں تو ان لوگوں نے وہ کمال حاصل کیا ہے کہ اگر لاکھ آدمی بھی مل کر شہادت دیں تو اعتبار نہیں ہوسکتا۔

شیخ یعقوب علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

یہ تمہارا ذمہ ہے کہ پیسہ اخبار کی طرف اصلیت کو دریافت کرنے کے لیے ایک خط لکھو بلکہ میں کہتا ہوں کہ خود ہی ایک دو آدمی کرامت علی کے پاس دلی چلے جاؤ اور اس کو یہ اخبار دکھا دو۔

کسی شخص نے عرض کی کہ منشی قاسم علی اور ڈاکٹر محمد اسماعیل دلی میں موجود ہیں اور بڑے مخلص ہیں انہیں کو لکھا جاوے۔

حضرت نے مولوی محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

ہم تو اسی وقت آدمی بھیجنے کو بھی تیار تھے مگر خیر انہیں کو لکھ دو اور تاکیداً لکھ دو کہ ہمارا خط دیکھتے ہی خود اس کے پاس جائیں اور اخبار دکھا دیں۔ اگر وہ اقرار کرے تو بھی اس سے لکھوا لیں اور اگر انکار کرے تو بھی لکھوا لیں۔ منشی قاسم علی اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل ہمارے خط کو دیکھتے ہی اس کے پاس جاویں اور پوری کوشش سے کام لے کر اس سے اقرار لیں۔ ایسی چور کارروائی ٹھیک نہیں ہے۔ ان کو تاکیداً لکھ دو کہ خود جا کر اس سے اقرار لیویں اور اس کے ہاتھ سے لکھوائیں۔ یہ تو بڑی فیصلہ کی بات ہے۔ گویا تمام دنیا کو ایک فیصلہ نے ہی چھڑا دیا ہے۔ اس کے پاس ضرور خود جا کر اس کی تصدیق کرانی چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کے لیے ایسی پیشگوئیاں کر دیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرۃ:۷۳) ایک ہفتہ تک پتا لگ جائے گا کہ اصلیت کیا ہے؟ چاہیے کہ یہی اخبار ان کو بھیج دیا جاوے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وہاں سے اخبار ہی تلاش کرتے پھریں۔ کرامت علی کے پاس جا کر اخبار کی وہ جگہ اسے دکھلائیں جہاں پیشگوئی درج ہے اور اس کو کہہ دیں کہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہے۔ اس کی تصدیق ہم کرنے آئے ہیں۔ اور وہ اس بات کی بھی اچھی طرح سے تصدیق کر لیں کہ وہ کون سے ساٹھ آدمی ہیں جن کو چھونے سے ان کی طاعون جاتی رہی اور وہ تندرست ہو گئے۔

خوشنودی کے چند الہامات

فرمایا۔ کئی دنوں سے ابتلاؤں کا سامنا تھا۔ بیس پچیس دن رات تو میں سویا بھی نہیں۔ آج ذرا سی میری آنکھ لگ گئی تو یہ فقرہ الہام ہوا۔ ”خدا خوش ہو گیا“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم اس بات سے بہت خوش ہوا ہے کہ اس ابتلا میں میں پورا اترا ہوں اور اس الہام کا یہی مطلب ہے کہ اس ابتلا میں تو پورا اترا۔

اس کے بعد پھر آنکھ لگ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوشخط خوبصورت کاغذ میرے ہاتھ میں ہے جس پر کوئی پچاس ساٹھ سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے اس کو پڑھا ہے مگر اس میں سے یہ فقرہ مجھے یاد رہا ہے کہ ”یَا عَبْدَ اللّٰہِ اِنِّیْ مَعَكَ“ یعنی اے خدا کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں اور اس کو پڑھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ گویا خدا کو دیکھ لیا۔ دیکھو ہمارے ساتھ تو خدا کے یہ معاملے ہیں اور یہ ہیں جو ہماری ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ اگر خدا کو اپنے دین کا بیڑا غرق کر دینا منظور ہے تو جو چاہے سو کرے۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ مگر یہاں تو اس نے بڑے بڑے وعدے دیئے ہوئے ہیں۔ ایک طرف خدا تو یہ فرماتا ہے وَلَكَ نُرِيَ اٰيَاتٍ وَّ نَهْدِمُ مَا يَعْمُرُوْنَ۔ اُرِيْحُكَ وَلَا اُجِيْحُكَ وَ اُخْرِجُ مِنْكَ قَوْمًا۔ اَنْتَ الشَّيْخُ الْمَسِيْحُ الَّذِيْ لَا يُضَاعُ وَقْتُهٗ۔ كَمِثْلِكَ دُرٌّ لَّا يُضَاعُ۔ لَكَ دَرَجَةٌ فِي السَّمَآءِ وَ فِي الَّذِيْنَ هُمْ يُبْصِرُوْنَ۔ (یعنی میں تجھے آرام دوں گا اور تیرا نام نہیں مٹاؤں گا اور تجھ سے ایک بڑی قوم پیدا کروں گا اور تیرے لیے ہم بڑے بڑے نشان دکھلا دیں گے اور ہم ان عمارتوں کو ڈھا دیں گے جو بنائی جاتی ہیں۔[1] تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا اور تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہو سکتا۔ آسمان پر تیرا بڑا درجہ ہے اور نیز ان لوگوں کی نگاہ میں جن کو آنکھیں دی گئی ہیں۔)

---

[1] یہ فقرہ کہ ”تیرے لیے ہم بڑے بڑے نشان دکھلا دیں گے اور ہم ان عمارتوں کو ڈھا دیں گے جو بنائی جاتی ہیں۔“ ترجمہ کی ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے ہونا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے غلطی سے بعد میں لکھ دیا ہے۔ دراصل یہ الہامی عبارت کے پہلے فقرہ کا ترجمہ ہے۔ (مرتّب)

مگر یہ کہتے ہیں کہ اس کی تمام جماعت پاش پاش ہوجاوے گی اور یہ خود بھی طاعون سے ہلاک ہوجائے گا۔

توفّی کے معنی

فرمایا۔ ایک دفعہ دلی میں تین شخص ہمارے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا تھا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح میں ہوں اور توفّی کے معنے قبض روح کے کرتے ہو حالانکہ اس کے معنے پورا کرنے کے بھی ہیں اور اس کی تائید میں یہ مصرع پڑھ کر سنایا۔ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَا ضَمِنَتْ۔

میں نے جواب دیا کہ مولوی بن کر مفسر بن کر ایسی بات کرنی؟ بھلا یہ تو پہلے بتلاؤ کہ یہ صیغہ کا ہے کا ہے۔ بس پھر تو یہی کہنے لگ گیا۔ جی غلطی ہوگئی۔

(توفّی کے معنے پورا دینے کے وہاں ہوں گے جہاں باب تفعیل میں ہوگا اور قبض روح کے معنے وہاں ہوں گے جہاں باب تفعّل سے ہوگا۔)

میر کرامت علی خان دہلوی کا عقیدہ

فرمایا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمیں تو ردّ کر دیا اور ایک عیسائی کو مسیح بنا دیا۔ امید ہے کہ یہ ایک ہنسی ٹھٹھا کی پیشگوئی ثابت ہوگی۔ ورنہ ایک مسلمان کا ایسے شخص کو مسیح قرار دینا جو انسان کی پرستش کرتا اور انسان کو خدا بناتا اور مسلمانوں کے نزدیک کفر کا عقیدہ رکھتا ہے نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ محض ہنسی ٹھٹھا معلوم ہوتا ہے۔

حضور کے متعلق ہلاکت کی پیشگوئیاں کرنے والوں کا انجام

فرمایا۔ طاعون تو ابھی سر پر ہے۔ یہ کوئی صحیح فیصلہ تو نہیں کہ اب طاعون دور ہوگئی ہے۔ یاد رکھو کہ مفتری کو خدا تعالیٰ بے سزا کبھی نہیں چھوڑتا۔ ابھی تو طاعون کی نسبت گورنمنٹ خود بھی حیران ہے کہ اس کو روکنے کی کیا تدبیر کی جاوے اور اس طرف خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی خبر دے رکھی ہے کہ اس سال یا اگلے سال سخت طاعون پڑے گی اور شدت سے پڑے گی اور مغربی ممالک میں بھی خطرناک طاعون پڑے گی اور کابل کی نسبت طاعون تو نہیں

مگر یہ فرمایا ہے کہ وہاں پچاسی ہزار آدمی ہلاک ہوں گے اور ساتھ ہی ہمارے ساتھ وعدہ ہے کہ ''اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ'' اگر یہ افترا ہے تو دکھاؤ کہ ان گیارہ برسوں میں کتنے ہلاک ہوئے؟

دیکھو! فقیر مرزا نے میری نسبت کتنے زور سے یہ پیشگوئی کی کہ یہ شخص آئندہ ماہِ رمضان میں طاعون سے مَرے گا اور بڑا بڑا دعویٰ کیا کہ میرا عرش معلّٰی تک گذر ہوا ہے اور میری نسبت بار بار کہا کہ یہ جھوٹا ہے اور مجھے خدا کی آواز آئی ہے کہ اس پر آئندہ رمضان کی فلاں تاریخ کو بڑا غضب نازل ہوگا اور تباہ ہو جائے گا مگر دیکھو کہ پھر خود ہی طاعون سے ہلاک ہو گیا اور پھر عجیب بات یہ کہ آئندہ رمضان کی اسی تاریخ کو آپ ہی ہلاک ہو گیا جس تاریخ کو میری ہلاکت کی پیشگوئی لکھی تھی۔

پھر چراغ الدین کو دیکھو جو بڑا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت عیسٰی نے مجھے عصا دیا ہے اور پھر میری ہلاکت کے لیے بڑی بڑی دعائیں کرتا رہا مگر آخر خود ہی اپنے لڑکوں سمیت طاعون سے مارا گیا۔ یہ تو ان پیشگوئی کرنے والوں کے حال ہیں اور ان کے کشفوں اور الہاموں کا حال یہ ہے کہ خدا ان کو کہتا تو کچھ اَور ہے اور ہو کچھ اَور جاتا ہے اور پھر ایک نہیں دو نہیں کئی ہیں۔ حقیقۃ الوحی میں ہم نے نمونہ کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔

دیکھو! غلام دستگیر نے لکھا تھا کہ جیسے مجمع بحار الانوار کے مؤلف کی دعا سے ان کے زمانہ کے مہدی کاذب کا بیڑا غارت ہوا تھا ویسے ہی میری دعا سے مرزا قادیانی جڑ سے کاٹا جاوے۔ پھر دیکھو وہ خود ہی تباہ ہو گیا اور یہ باتیں ایسی نہیں جو یونہی چھوڑ دی جاویں بلکہ ان پر غور کرنا چاہیے۔

فرمایا۔ اصل میں جیسے کافر اور مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑانا چاہتے تھے ویسے ہی یہ ہم کو بھی ہنسی ٹھٹھے میں اڑانا چاہتے ہیں۔ آپ تو وہ عورتوں کی طرح چھپ کر بیٹھا ہوا ہوگا۔ اصل میں دلی میں ہنسی ٹھٹھا بہت ہے۔ کوئی دیندار ایسے لفظ کب استعمال کر سکتا ہے کہ ایسا شخص جو نصرانیت کے شرک میں مبتلا ہو اور ایک انسان کو پوجنے والا ہو اصلی مسیح ہے۔ خیال تو کرو کہ مسلمان ہو کر اپنے مذہب کو کیسے ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتا ہے۔ آریہ وغیرہ بھی اپنے مذہب سے ایسے ٹھٹھے نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دلی کی کمبختی کچھ باقی ہے۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲، ۳

۲۰؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

اَلدَّار کی حفاظت کا الٰہی وعدہ

فرمایا۔ آج رات کو پھر الہام ہوا کہ ’’اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ‘‘

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یا دوسرے سال شدت سے طاعون پڑے گی۔ گو بڑے بڑے انتظام ہو رہے ہیں کہ کسی طرح طاعون دور ہو مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان تدابیر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تک بھی نہیں کیا جاتا۔ ہم نے مانا کہ قواعد بھی ہیں۔ طبیب اور ڈاکٹر بھی ہیں۔ انتظام بھی ہیں۔ مگر یہ تو بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ اصلی اور حقیقی محافظ کا اشارہ تک نہیں کیا جاتا۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون، ہیضہ یا کوئی اور وبائی امراض پھیلنے والے ہیں اور اللہ کریم وعدہ فرماتا ہے کہ اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اور اخبار روزانہ میں جو میری نسبت پیشگوئی کی گئی ہے کہ طاعون سے ہلاک ہو جاؤں گا اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اِنِّیْٓ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ ہماری طرف سے تو بالکل خاموشی تھی مگر خدا تو سمیع علیم ہے۔

حضور کے خلاف پیشگوئیوں کی حقیقت

پیشگوئی میں جو لکھا ہے کہ میں (ہلاک) ہو جاؤں گا اور میری جماعت پاش پاش ہو جاوے گی خدا اس کا جواب دیتا ہے کہ میں ہر ایک کی جو تیرے گھر میں ہوگا حفاظت کروں گا۔ ہمیں تو شک پڑتا ہے کہ کرامت علی بھی کہیں فرضی نام نہ ہو ورنہ مسلمان ہو کر اسلام پر ہنسی ٹھٹھا کرنا کچھ تعجب ہی آتا ہے۔

ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ جو پیشگوئی کی گئی ہے آیا کسی الہام کی بنا پر کی گئی ہے یا فرضی طور پر ہنسی ٹھٹھے سے کام لیا گیا ہے۔ اگر خدا نے بتلائی ہے تو پھر اس وحی اور الہام کو بھی شائع کیا جاوے ورنہ یوں تو یہاں اچھّر نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ میں طاعون سے نہیں مَروں گا۔ اپنے ارادوں پر تو ہر ایک نے مَرنا ہی[1] ہے۔ ایسے فضول دعووں پر ہم توجہ نہیں کیا کرتے۔ چاہیے کہ ہمارے مقابلہ

---

[1] یہ سہوِ کتابت معلوم ہوتا ہے۔ غالباً عبارت یوں ہوگی۔ ’’اپنے ارادوں پر تو ہر ایک نے مَرنا نہیں ہے۔‘‘ (مرتّب)

میں یہ شائع کیا جاوے کہ خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا کہ خدا کو بھی غیرت آئے۔ خدا کو تو غیرت تبھی آئے گی جب اس پر افترا کیا جاوے گا اور اس کا نام لے کر جھوٹ بولا جاوے گا۔ اور پھر اس پیشگوئی میں ایک انسان کی پرستش کرنے والے اور اسلامیوں کے رو سے کفر کا عقیدہ رکھنے والے کو اس نے حقیقی مسیح قرار دیا۔ کیا کوئی مسلمان اس سے خوش ہوسکتا ہے؟ ہمارا تو خیال ہے کہ ایک پادری بھی اس کو پسند نہیں کرے گا اور ایسی بات سے کبھی خوش نہیں ہوگا۔ عیسائی ایسی باتوں کو کب مانتے ہیں؟ یہ تو سب فرضی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ کی اطاعت اَور اَمر ہے اور مذہبی امور اَور بات ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے ایسی چور کارروائی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی نام ہوگا۔ کئی خطوط آتے ہیں۔ جب ان کا جواب بھیجا جاتا ہے تو کئی دنوں کے بعد وہی واپس آجاتا ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس نام کی بہتیری تلاش کی گئی مگر کوئی شخص اس نام اور پتا کا نہیں ملا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

میں نے پڑھا ہے۔ اصل میں یہ لوگ ہمارے مقابلہ پر ہر ایک شَر سے کام لینا چاہتے ہیں اور ہمیں ہر طرح کے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امام حسینؓ کو قریباً پچاس ہزار کوفے کے آدمیوں نے خط لکھا کہ آپ آئیں ہم نے بیعت کرنی ہے اور جب وہ آئے تو سب مل کر قَسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے تو کوئی خط روانہ نہیں کیا اور صاف انکار کر دیا اور ابھی تقویٰ اس زمانہ میں بہت تھا کیونکہ زمانہ نبوت کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ مگر اس زمانہ کے لوگوں میں تو تقویٰ اور دیانت، امانت کا نام ونشان بھی نہیں رہا اور جھوٹ تو ایسے مزہ سے بولتے ہیں کہ گویا وہ گناہ ہی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

فرمایا۔ ہمارے نبی کریمؐ کے زمانہ میں ایک لڑکے کا باپ جنگ میں شہید ہوگیا۔ جب لڑائی سے واپس آئے تو اس لڑکے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو گود میں اٹھالیا اور کہا کہ میں تیرا باپ ہوں۔

صحابیات کا مثالی ایمان

ایک عورت کا حال بیان کرتے ہیں کہ اس کا خاوند اور بیٹا اور بھائی جنگ میں شہید ہو گئے۔ جب لوگ جنگ سے واپس آئے تو انہوں نے اس عورت کو کہا کہ تیرا خاوند، بیٹا اور بھائی تو لڑائی میں مارے گئے تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو صحیح سلامت زندہ بچ کر آ گئے یا نہیں؟ تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی عورتوں کا بھی کتنا بڑا ایمان تھا۔

حضرت اُم المؤمنین کا اعلیٰ ایمان

فرمایا۔ کل والا الہام کہ ''خدا خوش ہو گیا'' ہم نے اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے سن کر کہا کہ مجھے اس الہام سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مَر جاتا تو میں پروا نہ کرتی۔

فرمایا۔ یہ اس الہام کی بنا پر ہے کہ ''میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں۔'' اور پھر چار دفعہ یہ الہام بھی ہوا تھا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ اور پھر ''ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔'' اور پھر ''لائف آف پین'' یعنی تلخ زندگی۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات خدائی وعدوں کے مطابق ہے

فرمایا۔ اگر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو ایک اندھا بھی انکار نہیں کر سکتا اور پھر پیدا ہوتے ہی الہام ہوا تھا اِنِّیْۤ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ میرے دل میں خدا نے اسی وقت ڈال دیا تھا۔ تبھی تو میں نے لکھ دیا تھا یا یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یا یہ جلد فوت ہو جائے گا۔ کوئی بدمعاش اور راستی کا دشمن ہو تو اَور بات ہے مگر یکجائی طور پر نظر کرنے سے ایک دشمن بھی مان جائے گا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے خدائی وعدوں کے مطابق ہوا ہے اور پھر یہ الہام بھی ہوا تھا۔ ''اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ حَالٍ'' اب بتلاؤ ایسی صاف بات سے انکار کس طرح ہو سکتا ہے۔

ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے

اصل میں ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ اگر انسان عمدہ عمدہ کھانے گوشت پلاؤ اور طرح طرح کے آرام اور راحت میں زندگی

بسر کر کے خدا کو ملنے کی خواہش کرے تو یہ محال ہے۔ بڑے بڑے زخموں اور سخت سے سخت ابتلاؤں کے بغیر انسان خدا کو مل ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت: ۳) غرض بغیر امتحان کے تو بات بنتی ہی نہیں اور پھر امتحان بھی ایسا جو کہ کمر توڑنے والا ہو۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑھ کر مشکل امتحان ہوا تھا جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الم نشرح: ۳، ۴) جب سخت ابتلا آئیں اور انسان خدا کے لیے صبر کرے تو پھر وہ ابتلا فرشتوں سے جا ملاتے ہیں۔ انبیاء اسی واسطے زیادہ محبوب ہوتے ہیں کہ ان پر بڑے بڑے سخت ابتلا آتے ہیں اور وہ خود ہی ان کو خدا سے جا ملاتے ہیں۔ امام حسینؓ پر بھی ابتلا آئے اور سب صحابہ کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کہ وہ سخت سے سخت امتحان میں ڈالے گئے۔ گوشت اور پلاؤ کھانے سے اور آرام سے بیٹھ کر تسبیح پھیرتے رہنے سے خدا کا ملنا محال ہے۔ صحابہؓ کی تسبیح تو تلوار تھی اگر آج کل کے لوگوں کو کسی جگہ اشاعت اسلام کے واسطے باہر بھیجا جاوے تو دس دن کے بعد تو ضرور کہہ دیں گے کہ ہمارا گھر خالی پڑا ہے۔ صحابہؓ کے زمانہ پر اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ابتدا سے فیصلہ کر لیا ہوا تھا کہ اگر خدا کی راہ میں جان دینی پڑ جائے تو پھر دے دیں گے۔ انہوں نے تو خدا کی راہ میں مَرنے کو قبول کیا ہوا تھا۔ جتنے صحابہؓ جنگوں میں جاتے تھے کچھ تو شہید ہو جاتے تھے اور کچھ واپس آ جاتے تھے اور جو شہید ہو جاتے تھے ان کے اقربا پھر ان سے خوش ہوتے تھے کہ انہوں نے خدا کی راہ میں جان دی اور جو بچ آتے تھے وہ اس انتظار میں رہتے تھے اور شاکی رہتے کہ شاید ہم میں کوئی کمی رہ گئی جو ہم جنگ میں شہید نہیں ہوئے اور وہ اپنے ارادوں کو مضبوط رکھتے تھے اور خدا کے لیے جان دینے کو تیار رہتے تھے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (الاحزاب: ۲۴)

سب سے زیادہ تقویٰ پر قدم مارنے والی، استقامت اور رضا کے نمونے دکھانے والی تو ہماری جماعت ہی ہے مگر ان میں سے بھی ابھی بہت ایسے ہیں جو دنیا کے کیڑے ہیں اور ایسے موقع پر میں

ایک شعر سنا دیتا ہوں کہ

؎ ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون این خیال است و محال است و جنون

موت کو یاد رکھو اور خدا تعالیٰ کو مت بھولو

اور پھر موت کا اعتبار نہیں کہ کب آ جاوے۔ اس لیے انسان کو نڈر نہیں ہونا چاہیے اور سِفلی دنیا کی خاطر دین سے غفلت نہیں کرنا چاہیے۔

؎ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار مباش ایمن از بازیٔ روزگار

وہ موت تاریکی کی موت ہے۔ جو انسان اپنے دنیاوی دھندوں میں مصروف ہوتا ہے اور موت اوپر سے آ دباتی ہے۔ حافظ نے ایسے موقع پر ایک شعر کہا ہے

؎ چو روزِ مَرگ نہ پیدا است بارے آں اولیٰ کہ روزِ واقعہ پیشِ نگار خود باشد

یعنی موت کا دن تو مخفی ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مَرنے کے دن میرا محبوب اور میرا معشوق میرے پاس ہو۔ موت جب آتی ہے تو ناگہانی طور پر آ جاتی ہے۔ انسان کہیں اَور تدبیروں اور دھندوں میں پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ یہ کام اس طرح ہو جاوے یہ ایسے ہو جاوے اور اوپر سے موت آ جاتی ہے اور پھر لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ (الاعراف:۳۵) والا معاملہ ہوتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ملازمت، تجارت، زمینداری اور دوسرے وجوہِ معاش کو انسان چھوڑ دیوے بلکہ چاہیے کہ عملی طور پر اس تعلق کو بھی ثابت کر کے دکھاوے جو خدا کے ساتھ رکھنے کا اقرار کرتا ہے۔ جتنی جانفشانیاں اور جد و جہد دنیا کے لیے کرتا ہے دوسری طرف دین کے لیے بھی تو کر کے دکھاوے۔ زبانی دعوے تو خواہ آسمان تک پہنچ جاویں جب تک عملی طور پر کر کے نہ دکھاؤ گے کچھ نہیں بنے گا۔ مومن آدمی کا سب ہمّ و غم خدا کے واسطے ہوتا ہے۔ دنیا کے لیے نہیں ہوتا اور وہ دنیاوی کاموں کو کچھ خوشی سے نہیں کرتا بلکہ اداس سا رہتا ہے اور یہی نجات حیات کا طریق ہے اور وہ جو دنیا کے پھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے ہمّ و غم سب دنیا کے لیے ہی ہوتے ہیں ان کی نسبت تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا نُقِیۡمُ لَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا (الکہف:۱۰۶) ہم قیامت کو ان کا ذرّہ بھر بھی قدر نہیں کریں گے۔

حضرت امّاں جان کا عظیم نمونہ

فرمایا۔مبارک احمد کی وفات پر میری بیوی نے یہ بھی کہا ہے کہ ’’خدا کی مرضی کو میں نے اپنے ارادوں پر قبول کرلیا ہے‘‘ اور یہ اس الہام کے مطابق ہے کہ ’’میں نے خدا کی مرضی کے لیے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے۔‘‘

فرمایا۔پچیس برس شادی کو ہوئے اس عرصہ میں انہوں نے کوئی واقعہ ایسا نہیں دیکھا جیسا اب دیکھا۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ ایسے محسن اور آقا نے جو ہمیں آرام پر آرام دیتا رہا۔ اگر ایک اپنی مرضی بھی کی تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

فرمایا۔ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔

مومن ضائع نہیں کیا جاتا

فرمایا۔ میں تو کبھی نہیں مان سکتا کہ جو شخص دل سے خدا تعالیٰ کی طرف قدم رکھے وہ ضائع ہو۔مومن آدمی کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔اس کو دین بھی ملتا ہے اور دنیا بھی،عزّت بھی ملتی ہے اور مال بھی۔

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں مثالی نمونہ

فرمایا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے گھر میں آکر پوچھا کہ ہمارے گھر میں کیا ہے؟ عائشہؓ نے دو اشرفیاں نکال کر دیں اور کہا کہ یہی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر رکھ لیں اور کہا کہ کیا حال ہے اس نبی کا جو پیچھے دو اشرفیاں چھوڑ جائے اور پھر اسی وقت تقسیم کر دیں۔

فرمایا۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اگر ہمارے پاس کبھی کچھ ہو تو دوسرے دن سب خرچ ہو جاتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے جماعت کا ہوتا ہے اور وہ بھی لنگر خانہ میں خرچ ہو جاتا ہے۔بعض اوقات کچھ بھی نہیں رہتا اور ہمیں غم پیدا ہوتا ہے۔تب خدا تعالیٰ کہیں سے بھیج دیتا ہے۔اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی پوری پوری قدر نہیں سمجھتے۔ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: ۹۲) خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے وَ فِي السَّمَآءِ

رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ (الذّٰاریٰت:۲۳) فرمایا۔ اس زمانہ کے فلسفی تو ایسی باتیں کرنے والوں کو نادان، بے وقوف اور پاگل کہتے ہیں۔مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے مجرب اور آزمودہ فلسفہ کو ہم ردّ کس طرح کر سکتے ہیں۔ چونکہ خدا پر پورا ایمان نہیں ہوتا اس لیے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی دریغ کرتے ہیں۔مگر ہمارے خیال میں مال تو پھر مال ہے اس راہ میں تو جانیں بھی قربان کر دینی چاہئیں۔[1]

۲۱؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

سچی خوابوں کے بارہ میں سنّت اللہ

فرمایا۔سنّت اللہ اسی طرح سے جاری ہے اور ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ بعض لوگوں کو نہ ہی تو خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے اخلاق عادات اچھے ہوتے ہیں۔مگر جب کسی اپنے پرائے نے مَرنا ہو یا کوئی اور ایسا ہی واقع ہونا ہو تو بعض اوقات خوابوں کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ اطلاع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایک چوہڑی کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ اس کی اکثر خوابیں سچی نکلا کرتی تھیں۔ بلکہ ایک پہلے درجہ کی زانیہ اور بدکار عورت کو بھی کچھ نہ کچھ خوابیں آسکتی ہیں اور بازاری عورتیں طوائف وغیرہ بھی اکثر اوقات بیان کیا کرتی ہیں کہ میری فلاں خواب سچی نکلی۔ ہاں اگر یہ سوال کیا جاوے کہ خدا نے ایسا کیوں کیا تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ تا یہ لوگ ایسا نمونہ پاکر کارخانہ نبوت کو سمجھ لیں اگر ایسا نمونہ نہ ہوتا تو پھر نبیوں کے تعلق کو سمجھنے میں دقّت ہوتی۔

یہ سچی بات ہے کہ کافر، فاسق، فاجر سب کو سچی خوابیں کبھی کبھی آیا کرتی ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تم لوگ باوجود طرح طرح کے عیبوں، فسق و فجور اور دنیا کے گند میں مبتلا ہونے کے ایسی خوابیں دیکھ لیا کرتے ہو تو پھر وہ جو ہر وقت خدا کے پاس رہتے ہیں اور اسی کے آستانہ پر ہر دم گرے رہتے ہیں ان کو سچا کیوں نہ سمجھا جائے۔

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸،۹

ایک دفعہ چند آریہ ہندو ہمارے پاس آئے تھے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی سچی خوابیں آتی ہیں۔ میں نے ان کو یہی کہا تھا کہ ہم تو مانتے ہیں کہ چوہڑوں اور چماروں کو بھی سچی خوابیں آ جاتی ہیں۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ جس کو سچی خواب آوے اس کی عملی حالت بھی بڑی اعلیٰ ہے اور اس کا دل بڑا پاک ہے بلکہ یہ تو کارخانۂ نبوت کو سمجھنے کے لیے ہر ایک کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ رکھا ہے۔

مرزا مبارک احمد کی وفات کا نشان

فرمایا۔ مبارک احمد کی نسبت جو کچھ قبل از وقت لکھا گیا تھا اور پھر اس کی والدہ کی نسبت خاص طور پر الہام ہونا کہ ''ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر'' اور پھر چار دفعہ ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا'' اور پھر ''لائف آف پین'' یعنی تلخ زندگی۔ اگر یکجائی طور پر ایک دشمن بھی دیکھے تو بجز اس کے کچھ بھی جواب نہیں دے سکے گا کہ خدا کا ایک نشان ظہور میں آیا ہے۔ ہاں اگر بے حیائی اور شرارت سے کام لے تو اور بات ہے۔ چاہیے کہ منہاج نبوت سے پرکھا جاوے۔ یا کم از کم عقل کے رو سے ہی سہی کہ اتنے بچے تھے اور صرف مبارک کی نسبت ایسا لکھا گیا۔ کیا کوئی انسان عقل سے ایسا کر سکتا ہے؟ موت فوت کی خبر دینا یہ خدا کے سوا کسی اور کا کام نہیں خدا کا فضل ہے جو سب کچھ پہلے ہی ظاہر کر دیا گیا تھا۔ اگر اب کہتے تو کون مانتا۔

سوچنا چاہیے کہ آیا جو کچھ وفات سے پہلے ظاہر کیا گیا ہے وہ وفات بتلا رہا ہے یا زندگی؟ ''اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَاُصِیْبُہٗ '' تو مبارک کی ولادت سے بھی پہلے کہا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ تو صاف فرماتا ہے فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجنّ: ۲۷، ۲۸)۔

ایک الہام

فرمایا۔ کل ذرا سی مجھے غنودگی ہوئی تو الہام ہوا جس کا اتنا حصہ یاد رہا کہ ''اِنِّیْ مُبَارَکٌ '' اس کے معنے بہت ہیں۔ جیسے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر: ۴) ہے۔ ویسے ہی یہ ہے۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

۲۵؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

جماعت کے مبلغین کے لیے ضروری صفات

حضرت اقدس نے فرمایا۔ ایک تجویز کی تھی۔ اگر راست آجاوے تو بڑی مراد ہے۔ یونہی عمر گذرتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے اپنے لیے کچھ حصہ دین کا اور کچھ حصہ دنیا کا رکھا ہو اور ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دنیا کی بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار تھے۔ اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور ان کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لیے بھیجا جاوے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سب اُمّی ہی تھے۔ حضرت عیسٰیؑ کے حواری بھی امی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سمجھا دیتا ہے۔

بچوں کو تعلیم کے لیے مرکز بھجوانے کا فائدہ

لوگ جو اپنے لڑکوں کو تعلیم دینے کے لیے یہاں کے سکول میں بھیجتے ہیں اگرچہ وہ اچھا کرتے ہیں اور یہ اچھا کام ہے مگر وہ محض للہ نہیں بھیجتے۔ کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ جو سرکاری تعلیم اور جماعت بندی اور دوسرے قواعد دیگر سکولوں میں ہیں وہی یہاں بھی ہیں اور یہاں بھیجتے وقت دنیاوی تعلیم کا بھی خصوصیت سے خیال رکھ لیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو تعلیم دوسرے سکولوں میں ہے وہی یہاں ہے مگر تاہم بھی نیک نیتی کی بنا پر یہ سب عمدہ باتیں ہیں اور اس سے کچھ عمدہ نتیجہ ہی نکلنے کی توقع ہے اور یہاں کے سکول میں تعلیم پانے سے اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ دن رات نیکوکاروں اور صادقوں کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے۔ عمدہ عمدہ کتابوں اور ہماری تصانیف کے پڑھنے کا موقع بھی ملتا رہتا ہے اور مولوی (نورالدین) صاحب کی عمدہ عمدہ باتوں اور نصیحتوں اور درس کے سننے سے

بہت فائدہ ہوتا ہے اور جب بچپن سے ہی ان طالب علموں کے کانوں میں صالح اور راستباز استادوں کی آواز پڑتی ہے تو اس سے وہ متاثر ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ دینداری کی طرف ترقی کرتے رہتے ہیں۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ اس مدرسہ کی بنا فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر تین یا چار سو لڑکا تعلیم پاتا ہو تو اتنی امید ہے کہ تیس یا چالیس ہماری منشا کے مطابق بھی نکل آویں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا نمونہ اختیار کرو

مگر جو بات ہم چاہتے ہیں وہ اس سے پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ خواہ کچھ ہی ہو یہ باتیں ملونی سے خالی نہیں۔ ہمارا مطلب اس بات کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ خدا جس نمونہ پر اس جماعت کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نمونہ ہے۔ ہم تو منہاجِ نبوت کے طریقہ پر ترقیات دیکھنی چاہتے ہیں۔ موجودہ کارروائی کو خالص کارروائی نہیں کہہ سکتے۔ ہزار ہا مرتبہ رائے زنی کی جائے اصل میں جیسا کہ میں نے کل کہا تھا ابھی تو پانی کے ساتھ پیشاب کی ملونی ہے۔

غرض اس طرح کی تعلیم ہماری ترقیات کے لیے کافی نہیں۔ ہمارے سلسلہ کو تو صرف اخلاص، صدق اور تقویٰ جلد تر ترقی دے سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ایک لاکھ سے متجاوز تھے۔ میرا ایمان ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی ملونی والا ایمان نہ تھا۔ ایک بھی ان میں سے ایسا نہ تھا جو کچھ دین کے لیے ہو اور کچھ دنیا کے لیے بلکہ وہ سب کے سب خدا کی راہ میں جان دینے کے لیے تیار تھے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:۲۴)۔

منافق کون ہوتا ہے

جو لوگ ملونی والے ہوتے ہیں ان کو خدا نے منافق کہا ہے۔ بیعت کرنے والوں کو خوش نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ منافق وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ ملونی کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو منافق تھے اگر وہ اس زمانہ میں ہوتے تو بڑے بزرگ اور مومن سمجھے جاتے۔ کیونکہ شر جب بہت بڑھ جاتا ہے تو اس وقت تھوڑی سی نیکی کی بھی بڑی قدر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو منافق کہا گیا ہے اصل میں وہ بڑے بڑے صحابہؓ کے مقابل پر منافق

تھے۔ یادرکھو جس شخص نے خدا کے ساتھ کچھ حصہ شیطان کا ڈالا وہی منافق ہے۔

فرمایا۔قرآن شریف میں ہماری جماعت کی نسبت لکھا ہے۔ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:۴) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک اور گروہ بھی ہے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں۔ان کے اخلاق، عادات،صدق اوراخلاص صحابہؓ کی طرح ہوگا۔

جماعت کے مبلّغین کی صفات

میرا دل گوارانہیں کرتا کہ اب دیر کی جاوے۔ چاہیے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لیے تیار ہوں اوران کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جاوے۔ بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔تقویٰ اورطہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔مستقل، راست القدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوتِ جذب ہوتی ہے۔وہ آپ جاذب ہوتا ہے۔وہ اکیلا رہتا ہی نہیں۔

جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔اس نے پہلے ازل سے ہی ایسے آدمی رکھے ہیں جو بکلی صحابہؓ کے رنگ میں رنگین اورانہیں کے نمونہ پر چلنے والے ہوں گے اور خدا کی راہ میں ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے اور جو اس راہ میں مَر جائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔

دین کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نرے اقوال کو پسند نہیں کرتا۔اسلام کا لفظ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جیسے ایک بکرا ذبح کیا جاتا ہے ویسے ہی انسان خدا کی راہ میں جان دینے کے لیے تیار رہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم آئی اور کہنے لگی کہ ہمیں فرصت کم ہے۔ ہماری نمازیں معاف کی جائیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دین ہی نہیں جس میں نمازیں نہیں۔ جب تک عملی طور پر ثابت نہ ہو کہ خدا کے لئے تکلیف گوارا کر سکتے ہو تب تک نرے اقوال سے کچھ نہیں بنتا۔نصاریٰ نے بھی جب عملی حالت سے لاپروائی کی تو پھر ان کی دیکھو کیسی حالت ہوئی کہ کفّارہ جیسا مسئلہ بنالیا گیا۔

صدق دل سے ایک ہی قدم میں ولی بن سکتے ہو

اگر آدمی صدق دل سے محض خدا کے لیے قدم اٹھائے تو میرا ایمان ہے کہ پھر بہت برکت ہوگی۔ میں تو جانتا ہوں کہ وہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جائے گا۔ یاد رکھو ایک قدم سے ہی انسان ولی بن جاتا ہے جب غیر اللہ کی شراکت نکال لی بس عباد الرحمٰن میں داخل ہو گیا۔ جب اس کے دل میں محض خدا ہی خدا ہے اور کچھ نہیں تو پھر ایسے کو ہی ہم ولی کہتے ہیں دیکھو! صادق کے واسطے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں ایک کشش ہوتی ہے وہ خالی جاتا ہی نہیں۔

دنیا کی زندگی کا آرام ہو۔ ہر طرح سے آسودگی اور عیش وعشرت کے سامان ہوں یہ ایمانی اصول کے مخالف پڑا ہوا ہے۔ ایمانی اصول تو چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کا نہ دن نہ رات کوئی وقت آرام سے گذرتا ہی نہیں۔ ایک مرحلہ مصائب کا اگر طے کرتے ہیں تو دوسرا مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ کاش اگر صحابہؓ کی طرح بعد میں آتے تو ایک بھی کافر نہ رہتا مگر وہ دل نہ ہوئے جو اُن کے تھے وہ اخلاص اور صدق نہ ہوا جو اُن کا تھا وہ تقویٰ اور استقلال نہ رہا جو اُن کا تھا۔

تبلیغ کا صحیح طریق

ہماری جماعت کے لوگ گو مالی امداد میں تو کچھ فرق نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر اَمر میں آزمانا چاہتا ہے۔ اب تلوار کی بجائے گالیاں کھا کر صبر کرنا چاہیے۔ چاہیے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جاویں۔ بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے اور ہمارے دعویٰ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جاوے تو امید ہے کہ سمجھ لیں گے۔ جلسوں کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کئے جاویں۔ جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے۔ چاہیے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں اور رفتہ رفتہ موقع پا کر اپنا قصہ سنا دیا۔ بحث کا طریق اچھا نہیں بلکہ ایک ایک فرد سے اپنا حال بیان کیا اور بڑی آہستگی اور نرمی سے

سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر تم دیکھو گے کہ بہت سے آدمی ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم پر تو ان مولویوں نے اصلیت ظاہر ہی نہیں ہونے دی۔ چاہیے کہ جس شخص میں علم اور رشد کا مادہ دیکھا اسی کو اپنا قصہ بتا دیا اور فرداً فرداً واقفیت بڑھاتے رہے۔ یہ نہیں کہ سب کے سب ظالم طبع اور شریر ہوتے ہیں بلکہ شریف اور مخلص بھی انہیں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

لاہور کی نسبت ایک شخص نے رات کے پہلے حصہ میں کشف میں دیکھا کہ زنا، فسق و فجور، بدکاری اور بے حیائی کا بازار بڑا گرم ہے۔ تب وہ جاگا اور خیال کیا کہ اگر ایسا ہی حال ہے تو یہ شہر تباہ کیوں نہیں ہوتا؟ مگر جب وہ تہجد کی نماز پڑھ کر پچھلی رات کو پھر سویا تو کیا دیکھتا ہے کہ صدہا آدمی ہیں جو دعاؤں میں مشغول ہیں اور خدا کی یاد میں مصروف ہیں۔ کوئی صدقہ و خیرات کر رہے ہیں۔ کوئی بیکسوں اور یتیموں کی مدد کر رہے ہیں۔ غرض توبہ اور استغفار کا بازار گرم ہے۔ تب اس نے سمجھا کہ انہیں کی خاطر یہ شہر بچا ہوا ہے۔ یہ سنّت اللہ ہے کہ ابرار اخیار کے واسطے بڑے بڑے بدکار اور بدمعاش آدمی بھی بچا لئے جاتے ہیں۔

یاد رکھو! کچھ نہ کچھ نیک لوگ بھی ضرور مخفی ہوتے ہیں۔ اگر سب ہی بُرے ہوں تو پھر دنیا ہی تباہ ہو جاوے۔[1]

بلا تاریخ[2]

تزکیۂ اخلاق کی ضرورت

بڑے دردِ دل کے ساتھ سلسلہ کلام شروع کیا کہ ہماری جماعت کا اعلیٰ فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق کا تزکیہ کریں

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۵ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷، ۸

[2] حضور کے ان ملفوظات پر کوئی تاریخ درج نہیں۔ ایڈیٹر صاحب بدر نے ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ ’’رات اس قدر لمبی تقریر فرمائی کہ اگر کوئی لکھتا تو رسالہ مرتّب ہو جاتا۔‘‘ اس سے پتا چلتا ہے کہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء کے قریب کی کسی تاریخ کے یہ ملفوظات ہیں۔ (مرتّب)

اور حقوقِ عباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کی دقیق سے دقیق رعایت کیا کریں۔کوئی منصوبہ اور جعل ان کے کسی عضو پر نہ ہو۔کوئی کتّا اور بلّی بھی ان کے احسان سے محروم نہ رہے چہ جائیکہ بنی آدم۔میں ان لوگوں کو بہت بُرا جانتا ہوں جو دین کی آڑ میں کسی غیر قوم کی جانی و مالی ایذا روا رکھتے ہیں۔

غرض خلاصہ ساری تقریر کا یہی ہے کہ اب وقت ہے کہ جماعت اپنی حالت میں بیّن تبدیلی دکھائے۔

نشانات کی قدردانی کریں

فرمایا کہ مجھے پختہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بہت سے عظیم الشان نشان تیرے ہاتھ سے ظاہر ہوں گے مگر یہ علم مجھ کو نہیں دیا گیا کہ کون کون لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔

فرمایا کہ نشانوں کی نا قدردانی دو طرح سے وقوع میں آتی ہے۔ایک کفر وانکار سے، اور ایک اس طرح سے کہ دو روز تک اس کے وقوع کے بعد واہ واہ کی جائے اور پھر اسے قطعاً فراموش کر ڈالا جائے اور خدا کی عظمت و جبروت اس کے وقوع کے بعد نئے سرے دل پر وارد نہ کی جائے۔سو میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کا بھی یہی حال ہے کہ نشانِ الٰہی کی چنداں پروا نہیں کرتے اور غفلت وتساہل سے وقت گذارتے ہیں اور اکثر ان میں ایسے ہیں کہ سوز وگداز ان کے افعال میں نظر نہیں آتا۔

فرمایا۔اگر دین الٰہی کے اِعلا اور تعظیم اور حرمات الٰہیہ کی ہتک کے انتقام کے لیے روح میں جوش اور قوت اور عقد ہمت نہ ہو تو یہ نمازیں نری جنتر منتر ہیں۔اب وقت ہے کہ گداز گداز ہو ہو جائیں اور رات دن دعاؤں میں مصروف رہیں۔میں فکروں میں ہلاک ہو رہا ہوں۔مگر دیکھتا ہوں کہ جماعت میں ہنوز یہ روح پیدا نہیں ہوئی۔میں ان روکھی سوکھی نمازوں کا ہرگز قائل نہیں جو رسم و عادت کے پیرایہ سے پڑھی جاتی ہیں۔خدا تعالیٰ اس وقت دیکھتا ہے کہ کن لوگوں نے گذشتہ نشانوں کی قدردانی کی اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کی۔وہ ان ہی کو آئندہ بھی مستفید ہونے کی توفیق بخشے گا۔[1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

۲۸؍ستمبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ عصر)

طاعون سے بچنے کے لیے حفظ ما تقدم

کسی نے ٹیکہ لگوانے کی بابت دریافت کیا۔

فرمایا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو۔ ٹیکہ بھی ایک دوا ہے۔ مسلمانوں کو اگر وہ مسلمان بن جاویں تو خدا ہی ان کا ٹیکہ ہے۔ چاہیے کہ جس جگہ بیماری زور پکڑ جاوے وہاں نہ جاویں اور جس جگہ ابھی ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے باہر کھلی ہوا میں چلے جائیں۔ مکان، بدن اور کپڑے کی صفائی کا بہت خیال رکھیں کوشش تو اس کے روکنے کی بہت ہو رہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس حالت کو نہیں بدلائے گا جب تک دلوں کی حالت میں یہ لوگ خود تبدیلی نہ کریں مجوزوں نے سب زور اسباب کے مہیا کرنے میں لگا دیا ہے۔ اگر یہ بیماری دور بھی ہو جاوے تو ممکن ہے کوئی اور بلا آ جاوے۔ توکل کی جو بات خدا نے ہمیں سکھائی ہے وہ تو ان کے وہم میں بھی نہیں آتی ہوگی۔ اگر اسباب اور دوسری باتوں پر اتنا بھروسہ کیا گیا تو شاید کوئی اور وبا آ جاوے۔

ہماری جماعت کے لیے بہت بہتر ہے کہ جس جگہ کوئی چوہا مَرے تو وہاں سے نکل جاوے اور دور اندیشی تو یہ ہے کہ پہلے ہی سے جگہ تجویز کر لی جاوے اور عام میل جول نہ رکھے۔ صرف اپنے زیادہ قریبیوں اور دوستوں سے ملاقات رکھنی چاہیے۔ ایسے دنوں میں کثرت سے پرہیز کرنی چاہیے اور گندی اور زہریلی ہوا سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر:۶) اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ایسی جگہ پر ٹھہرنے سے منع کیا تھا جہاں پہلے ایک دفعہ عذاب آ چکا تھا۔

قہر الٰہی ابھی بھڑکنے والا ہے

فرمایا۔ طاعون کیسا قہر الٰہی ہے کہ ہر سال سر پر آ جاتی ہے اور پھر ایسی آتی ہے کہ لوگ دیوانہ کی طرح ہو جاتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض آدمی قبریں پہلے ہی سے کھود رکھتے ہیں بڑے ہی خوفناک دن

ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے یہ جو دوبارہ فرمایا ہے کہ گذشتہ طاعون کی نسبت آئندہ شدت سے طاعون کا حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نہایت ہی خطرناک دن آنے والے ہیں اور آگے کی نسبت سخت زور سے طاعون پھیلنے والی ہے۔

فرمایا۔ بالفرض اگر کسی انسان کا گھر محفوظ بھی رہے۔ مگر بچّے کھبّے، دائیں بائیں، چِیک چہاڑا اور شور وغوغا ہوتو وہ بھی ایک مصیبت ہے۔

فرمایا۔ خدا کے الہام کے مطابق سخت اندیشہ ہے کہ اب کے سال ہی یا دوسرے ایسی سخت طاعون پڑے کہ پہلے نہ پڑی ہو۔ اس لیے یہ دن نہایت خوف کے دن ہیں۔

طاعون کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہے کہ میں روزہ بھی رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا۔

کلامِ الٰہی میں استعارات

اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا بھی اب روزے رکھنے لگ گیا ہے۔

فرمایا۔ ساری کتابوں میں اس قسم کے فقرات پائے جاتے ہیں۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ:۲۰۱) اور يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:۱۱) ایسے فقرات قرآن مجید میں لکھے ہیں۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ خدا تردّد کرتا ہے۔ توریت میں لکھا ہے خدا طوفان لا کے پھر پچھتایا۔ یہ تو استعارات ہوتے ہیں۔ ان پر اعتراض کرنے کے معنے ہی کیا؟ بلکہ ان سے تو سمجھا جاتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اس بات کو سوچنا چاہیے کہ بناوٹ والے انسان کو کیا مشکل بنی ہے جو وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں کرے جن پر خواہ نخواہ اعتراض ہوں۔

دیکھو! قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دو۔ اس وقت بھی بعض نادان لوگ کہنے لگ گئے تھے کہ لو! اب خدا مفلس اور محتاج ہو گیا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اگر اللہ چاہتا تو ایسے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ اصلیت دیکھنی چاہیے۔ قرض کا مفہوم تو صرف اسی قدر ہے کہ وہ شَے جس کے واپس دینے کا وعدہ ہو۔ ضروری نہیں کہ لینے والا مفلس بھی ہو۔ ایسی باتیں ہر کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو لوگوں کو کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ

کھلایا۔ میں بیمار تھا تم نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو سب استعارات ہوتے ہیں۔ [1]

۲۹؍ستمبر ۱۹۰۷ء

طاعون کی جگہ کو چھوڑ نا چاہیے

حکیم محمد حسین صاحب قریشی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لاہور میں اکتوبر کے ماہ میں طاعون کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ ہے۔ آپ ہمارے پہلے اصول کو یاد رکھیں کہ جب ارد گرد طاعون کا غلبہ ہو یا مکان میں چوہے مَریں تو فوراً اس مکان کو چھوڑ دو اور شہر کے باہر کہیں کھلی ہوا میں اپنے لیے جگہ بناؤ۔ باہر نکل کر بھی اس اَمر کی احتیاط کرنی چاہیے کہ پھر ایک ہی جگہ بہت سے آدمی جمع ہو کر وہی صورت خراب ہوا کی پیدا نہ کرلیں جو شہر میں تھی۔ سنّت انبیاء یہی ہے کہ ایسی جگہ سے بھاگ جانا چاہیے۔ خدا کا مقابلہ کرنا اچھا نہیں۔

چوہوں کو ختم کرنے کا بہتر ذریعہ

ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ اس گاؤں میں سرکار کی طرف سے پنجرے لے کر آیا ہے کہ چوہوں کو مارا جائے۔

فرمایا۔ ہمارے گھر میں تو ایسے موقع پر بلیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ پنجروں کی نسبت بلیوں کی خدمات ایسے موقع پر بہتر معلوم ہوتی ہیں کیونکہ بلّی کے خوف سے چوہے بالکل بھاگ جاتے ہیں۔

طاعون ایک خوفناک بیماری

فرمایا۔ طاعون ایک بے نظیر وَبا ہے۔ اس کے اثر سے نہ صرف انسان مَرتے ہیں بلکہ جانوروں پر بھی پڑتی ہے۔ سرگودھا کے علاقہ میں سنا گیا ہے کہ جنگل میں گلہریاں، بھیڑیئے اور گیدڑ بھی اس بیماری سے مَرتے ہوئے دکھائی دیئے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا غضب سخت ہے کہ کوئی ایسی بیماری نہیں جو جانوروں اور آدمیوں اور چرندوں اور پرندوں سب پر اس طرح مساوی پڑے اور سب کو تباہ کر دیوے۔ [2]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

(بوقتِ ظہر)

اس زمانہ میں ایک رسول کے آنے کی پیشگوئی

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ اس عذاب کی اللہ کریم نے پہلے ہی سے قرآن مجید میں خبر دے رکھی ہے۔ جیسے فرمایا وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (بنی اسرآءیل:۵۹) اور پھر ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ بھی لکھا ہے وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرآءیل:۱۶) اگر ان دونوں آیتوں کو ملا کر پڑھا جاوے تو صاف ایک رسول کی نسبت پیشگوئی معلوم ہوتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا آنا اس زمانہ میں ضروری ہے۔ یہ کہنا کہ فلاں فلاں رسول کے زمانہ میں یہ یہ عذاب آئے ان لوگوں کے خیال کے بموجب تو جب کل دنیا میں عذاب شروع ہو گیا اس وقت کوئی رسول نہ آیا تو اس بات کا کیا اعتبار رہا کہ پہلے زمانہ میں جو عذاب آئے تھے ان رسولوں کے انکار سے ہی آئے تھے۔ کیسی صاف بات تھی کہ آخری زمانہ میں سخت عذاب آئیں گے اور ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ جب تک رسول مبعوث نہ کر لیں عذاب نہیں بھیجتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر صاف پیشگوئی اور کیا ہو سکتی ہے؟[۱] زمانہ کی موجودہ حالت بھی اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی رسول آوے۔ سب دنیا اسباب پر ہی گر گئی ہے۔ اصلی مسبّب الاسباب کو بالکل بھلا دیا ہے۔

سچی خوابیں

اور پھر دوسری تباہی یہ آ رہی ہے کہ جس شخص کو کوئی سچی خواب، رؤیا یا الہام ہوتا ہے وہی اپنے آپ کو مامور من اللہ اور رسول سمجھنے لگ جاتا ہے۔[۲] اور کوئی پچاس

۱؎ بدر سے۔ ’’قرآن شریف سے تو ثابت ہے کہ کسی ایک گاؤں پر بھی عذاب نہیں آتا جب تک کہ اس سے پہلے خدا کا کوئی رسول نہ آوے۔ تعجب ہے کہ ایسا عالمگیر عذاب زمین پر پڑ رہا ہے اور ہنوز ان لوگوں کے نزدیک خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نذیر نہیں آیا اور نہ ان کے نزدیک کسی نذیر کی ضرورت ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

۲؎ بدر سے۔ ’’وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں ولی ہو گیا ہوں، رسول ہو گیا ہوں، خدا کا برگزیدہ بن گیا ہوں، اس کا پیارا ہو گیا ہوں۔ اور نہیں سوچتا کہ اس کے نفس کا کیا حال ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت اور وفا اور صدق اور اخلاص کا تعلق

آدمی کے قریب ہوں گے جو اسی طرح ہلاک ہو رہے ہیں اور خلق خدا کو راہ راست سے پھیر رہے ہیں اور اس زمانہ میں ایسی باتوں کا وہ چرچا پھیل گیا ہے کہ پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ایک ہندو میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ فلاں آدمی کی تبدیلی کی نسبت میں نے خواب دیکھی تھی پھر ویسے ہی ظہور میں آ گئی تھی اور طاعون کی نسبت بھی پہلے ہی سے خواب دیکھی ہوئی تھی۔میں نے اس کو جواب دیا کہ انہیں باتوں نے ہی تجھے ہلاک کرنا ہے۔

ایسے ہی ایک چوہڑی اپنی خوابیں بیان کیا کرتی تھی جو اکثر سچی ہوا کرتی تھیں۔ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوجہل کو بھی خوابیں آیا کرتی تھیں اور اکثر سچی نکل آتی تھیں۔[1] ہر ایک اس فرق کو معلوم نہیں کر سکتا۔

ایسی خوابوں وغیرہ پر اپنے آپ کو پاک صاف نہیں سمجھ لینا چاہیے بلکہ اپنی عملی حالت کو پاک کرنا چاہیے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ:۱۵) اپنی حالت کا بہت مطالعہ کرنا چاہیے اور ایسی باتوں کی خواہش بھی نہیں کرنی چاہیے۔اگر تخم ریزی سے ہی انسان سمجھ لے گا کہ میں رسول ہوں تو ٹھوکر کھائے گا۔[2] یہاں تو معاملہ ہی اَور ہے اور اس کے شرائط اور آثار بھی الگ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) اس کو کہاں تک حاصل ہے اور کہ اس کا دل کہاں تک بدیوں سے پاک ہو کر نیکیاں حاصل کر چکا ہے۔صرف خوابوں کا آنا اور ان کا سچا ہو جانا کوئی شَے نہیں۔کیونکہ یہ بات تو تخم ریزی کے طور پر ہر انسان میں رکھی گئی ہے اور خدا کے کسی مامور رسول کے وقت اس کی کثرت ہو جاتی ہے جیسا کہ چشمہ صافی سے پانی نکلتا ہے تو کچھ اور جگہوں پر پڑتا ہے۔اس میں خواب دیکھنے والے کی کوئی خوبی اور نیکی کی نشانی نہیں۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

[1] بدر سے۔’’غرض یہ کوئی قابل فخر اَمر نہیں اور افسوس ہے کہ لوگ اس سے ٹھوکر کھاتے ہیں اور سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ان لوگوں کے واسطے بہتر تھا کہ ان کو کوئی خواب نہ آتا اور یہ دھوکے میں پڑ کر تکبر نہ کرتے۔وہ نہیں سمجھتے کہ ان خوابوں کی بنا پر اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگنا ان کے واسطے موجب ہلاکت ہے۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

[2] بدر سے۔’’جو شخص اپنی خوابوں کی طرف جاتا ہے وہ ٹھوکر کھا کر ہلاک ہو جائے گا۔اس جگہ بہت عقلمندی درکار ہے۔

اس جگہ پر بڑی عقلمندی درکار ہے۔ بدر کی لڑائی سے پہلے ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں تو ابو جہل سن کر کہنے لگا کہ ایک اور نبیہ ہمارے گھر میں پیدا ہوگئی ہے۔

چاہیے کہ انسان اپنی حالت کو دیکھے اور اپنے اس تعلق کو دیکھے جو وہ خدا سے رکھتا ہے اور اپنے نفس کا مطالعہ کرے کہ کہاں تک عملی حالت درست ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے سچی خواب آ گئی ہے۔ یہ تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرعون کو بھی خواب آیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بادشاہ وقت کے خواب کی تعبیر کی تھی۔ بہتیرے لوگ ہماری جماعت میں ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے الہامات لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور اپنی بڑی بڑی خوابیں اور رؤیا بیان کرتے ہیں اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے اندیشہ ہی رہتا ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ کھاویں۔ ان کی نسبت تو سادہ طبع لوگ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ غرض ایسی تمنّا ہی نہیں کرنی چاہیے۔[1]

(قبل نماز عصر)

جماعت کے واعظین اور مبلّغین کی صفات

فرمایا۔ میں واعظین کے متعلق دیگر لوازمات کے سوچنے میں مصروف ہوں۔ بالفعل بارہ آدمی منتخب کر کے روانہ کئے جائیں اور یہاں قریب کے اضلاع میں بھیجے جائیں۔ بعد میں رفتہ رفتہ دوسری جگہوں میں جا سکتے ہیں۔ ان کا اختیار ہوگا کہ مثلاً ایک دو ماہ باہر گذاریں اور پھر دس پندرہ روز کے واسطے قادیان آ جائیں۔

اس کام کے واسطے وہ آدمی موزوں ہوں گے جو کہ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ (یوسف:۹۱) کے مصداق ہوں۔ ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔ پاک دامن ہوں۔ فسق و فجور سے بچنے والے ہوں۔ معاصی سے دور رہنے والے ہوں، لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔ لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں۔ ہر طرح کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کر کے صبر کریں۔

(بقیہ حاشیہ) مجھے الٰہی بخش کی نسبت بھی ہمیشہ یہ کھٹکا تھا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸، ۹

کوئی مارے تو بھی مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ وفساد ہوجائے۔ دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ ایسے جوش دلانے والے کلمات بولے جن سے فریق مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوجائے۔

اخراجات کے معاملہ میں ان لوگوں کو صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ فقر و فاقہ اٹھاتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی لباس کو اپنے لیے کافی جانتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہوں کو جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ یہ ایک بہت مشکل راہ ہے۔ قبل امتحان کسی کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں لگا سکتے اور میں جانتا ہوں کہ اس امتحان میں بعض مدعی کچے نکلیں گے۔ اب تک جس قدر درخواستیں آئی ہیں میں ان سب پر نیک ظن رکھتا ہوں کہ وہ عمدہ آدمی ہیں اور صابر اور شاکر ہیں، لیکن بعض ان میں سے بالکل نوجوان ہیں۔ نیز عرفاً اور شرعاً لازم ہے کہ ان کے واسطے ہم قُوْت لا یموت کا فکر کریں گو ہر جگہ جہاں وہ جائیں گے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں وہ بات پائی جاتی ہے جو اخوت اسلامی کے واسطے ضروری ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ ان کی خدمت کریں گے۔ مگر پہلے سے ان کے واسطے اسی جگہ انتظام مناسب ہوجانا بہتر ہے۔

واعظ ایسے ہونے چاہئیں جن کی معلومات وسیع ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ صبر اور تحمل سے کام کرنے والے ہوں۔ کسی کی گالی سے افروختہ نہ ہوجائیں۔ اپنے نفسانی جھگڑوں کو درمیان میں نہ ڈال بیٹھیں۔ خاکسارانہ اور مسکینانہ زندگی بسر کریں۔ سعید لوگوں کو تلاش کرتے پھریں جس طرح کہ کوئی کھوئی ہوئی شَے کو تلاش کرتا ہے۔

مفسدہ پرداز لوگوں سے الگ رہیں۔ جب کسی گاؤں میں جائیں وہاں دو چار دن ٹھہر جائیں۔ جس شخص میں فساد کی بد بو پائیں اس سے پرہیز کریں۔ کچھ کتابیں اپنے پاس رکھیں جو لوگوں کو دکھائیں۔ جہاں مناسب جانیں وہاں تقسیم کر دیں۔ یہ عمدہ صفات سید سرور شاہ صاحب میں پائے جاتے ہیں اور کشمیر کے واسطے مولوی عبد اللہ صاحب اس کام کے لیے موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ واعظین کے واسطے ضروری ہوگا کہ اپنی ہفتہ وار رپورٹ یہاں بھیج دیا کریں۔[1]

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶

بلا تاریخ

بیوگان کا نکاح

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کن صورتوں میں فرض ہے۔ اس کے نکاح کے وقت عمر، اولاد، موجودہ اسباب، نان ونفقہ کا لحاظ رکھنا چاہیے یا کہ نہیں؟ یعنی کیا بیوہ باوجود عمر زیادہ ہونے کے یا اولاد بہت ہونے کے یا کافی دولت پاس ہونے کے ہر حالت میں مجبور ہے کہ اس کا نکاح کیا جائے؟

فرمایا۔ بیوہ کے نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلافِ عزّت خیال کرتے ہیں اور یہ بد رسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحقِ حال ہے کہ وہ قابل نکاح ہی نہیں یا ایک بیوہ کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کرسکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جائے۔ ہاں اس بد رسم کو مٹا دینا چاہیے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔[۱]

بلا تاریخ

متبنّٰی بنانا حرام ہے

کسی کا ذکر تھا کہ اس کی اولاد نہ تھی اور اس نے ایک اور شخص کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا کر اپنی جائیداد کا وارث کر دیا تھا۔

فرمایا۔ یہ فعل شرعاً حرام ہے۔

شریعت اسلام کے مطابق دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا قطعاً حرام ہے۔

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱

بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھیں

بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر روزہ کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گذرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرۃ:۱۸۵) جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ ماہِ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے انہیں ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔ بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ اَمر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے اس سے خدا تعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

مسافر اور مریض فدیہ دے سکتے ہیں

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بنا آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مَقدرت ہوں۔ ان کو چاہیے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ [1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

بلا تاریخ

المفتی
ایک غلطی کی اصلاح

کون سا مریض صرف فدیہ دے سکتا ہے گذشتہ پرچہ اخبار نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۷ کالم اوّل میں یہ لکھا گیا تھا کہ مریض اور مسافر ایامِ مرض اور ایامِ سفر میں روزہ نہ رکھیں بلکہ ان ایام کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں بصورت صحت اور قیام ان روزوں کو پورا کریں۔ اسی عبارت کے اخیر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ’’جو مریض اور مسافر صاحب مقدرت ہوں ان کو چاہیے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دیں۔‘‘ اس جگہ مریض اور مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کبھی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے۔ مثلاً ایک نہایت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بہ سبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی۔ اور سال بھر اسی طرح گذر جائے گا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے کے رکھنے سے معذور سمجھا جا سکے۔ چونکہ اخبار بدر کی مذکورہ بالا عبارت صاف نہ تھی اس واسطے یہ مسئلہ دوبارہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ

صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی۔

پانچ مجاہدات فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز[1]، روزہ[2]، زکوٰۃ صدقات[3]، حج[4]، اسلامی دشمن کا ذَبّ[5] اور دَفع خواہ سیفی ہو خواہ قلمی۔

یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہیے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔

صدقہ کی جنس خریدنا جائز ہے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں مرغیاں رکھتا ہوں اور ان کا دسواں حصہ خدا کے نام پر دیتا ہوں اور گھر سے روزانہ تھوڑا تھوڑا آٹا صدقہ کے واسطے الگ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ وہ چوزے اور وہ آٹا خود ہی خرید کرلوں اور اس کی قیمت مدّ متعلق میں بھیج دوں؟

فرمایا۔ ایسا کرنا جائز ہے۔

نوٹ۔ لیکن اس میں یہ خیال کرلینا چاہیے کہ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی اشیاء کو اس واسطے خود ہی خرید کرلے گا کہ چونکہ خرید اور فروخت ہر دو اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ جیسی تھوڑی قیمت سے چاہے خرید لے تو یہ اس کے واسطے گناہ ہوگا۔[1]

بلا تاریخ

القول الطیّب

مومن کی فراست بعض دوستوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں ایک شخص کی سفارش کی کہ وہ اب اپنی اصلاح کر رہا ہے۔

فرمایا۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ میری فراست اس کی حالت کو

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

تم سے بہتر جانتی ہے۔

فرمایا۔ ایک بزرگ کے پاس دو شیعہ آئے اور اپنے آپ کو سنّی ظاہر کیا اور اس بزرگ سے سوال کیا کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ کے کیا معنے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے شیعہ پن سے توبہ کرو اور سچے دل سے سنّی مسلمان ہو جاؤ۔

مثالی صبر و شکر

فرمایا۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ مبارک احمد کا مَرنا ہمارے واسطے کسی سخت رنج اور صدمہ کا سبب ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس واقعہ پر خدا تعالیٰ نے کس قدر تشفّی اور تسلّی اور اپنی خوشنودی کا اظہار اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے صبر اور شکر اور والدہ مبارک احمد کے صبر پر جو خوشی کا اظہار کیا ہے اور فتح و نصرت کے وعدے دیئے ہیں اور فرمایا ہے کہ خدا تیرے ہر قدم کے ساتھ ہوگا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ والدہ مبارک احمد نے کہا کہ خدا کا خوش ہو جانا مجھے ایسا پیارا ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد مَر جائے تو مجھے اس کا غم نہیں۔

حلم کی تعلیم

ایک دوست کو حضرت نے ایک مخالف کو کسی موقع پر سمجھانے کے واسطے تاکید کی۔

فرمایا۔ وہ مانے یا نہ مانے، آپ تبلیغ کا حق ادا کریں۔ کیونکہ جو شخص تبلیغ کرتا ہے اس کو بہرحال ثواب مل جاتا ہے اور تم یہ امید نہ رکھو کہ مخالف تمہارے ساتھ خوش خلقی یا تہذیب سے پیش آئے گا۔ کیونکہ وہ تو مخالف ہے۔ ہم کو بُرا جانتا ہے اس کے دل میں ہمارا ادب نہیں۔ جب تک کہ وہ دشمن ہے اس کے دل میں نہ ہمارا ادب ہوسکتا ہے نہ اعزاز اور نہ خیر اندیشی اور نہ وہ منصف مزاجی سے گفتگو کرسکتا ہے۔

ایک دفعہ ایک ایلچی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ بار بار آپ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا اور حضرت عمرؓ تلوار کے ساتھ اس کا ہاتھ ہٹاتے تھے آخر حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یہ ایسی گستاخی کرتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو قتل کردوں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمام گستاخی حلم کے ساتھ برداشت کی۔

سرشتِ زمین

فرمایا۔ سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ اور جہلم کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر اسلامی سرشت کی خاصیت رکھتی ہے۔ ان اضلاع میں بہت لوگوں نے حق کی

طرف رجوع کیا ہے۔اور کثرت سے مرید ہوئے ہیں۔ان کی تبلیغ کے خاص ذرائع پیدا کرنے چاہئیں۔[1]

بلا تاریخ

فاتحہ خلف امام
ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ فاتحہ خلف امام پڑھنا ضروری ہے؟
فرمایا۔ضروری ہے۔

رفع یدین
اسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ کیا رفع یدین ضروری ہے؟
فرمایا کہ ضروری نہیں جو کرے تو جائز ہے۔

رمضان کا چاند
سیالکوٹ سے ایک دوست نے دریافت کیا ہے کہ یہاں چاند منگل کی شام کو نہیں دیکھا گیا بلکہ بدھ کو دیکھا گیا ہے۔اس واسطے پہلا روزہ جمعرات کو رکھا گیا تھا۔ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت نے فرمایا کہ اس کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد ایک اور روزہ رکھنا چاہیے۔

جوازِ نکاح
سوال پیش ہوا کہ ایک احمدی لڑکی ہے جس کے والدین غیر احمدی ہیں۔والدین اس کی ایک غیر احمدی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے تھے اور لڑکی ایک احمدی کے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔والدین نے اصرار کیا۔عمر اس کی اسی اختلاف میں بائیس سال تک پہنچ گئی۔لڑکی نے تنگ آ کر والدین کی اجازت کے بغیر ایک احمدی سے نکاح کر لیا۔نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ نکاح جائز ہو گیا۔

امام مقتدیوں کا خیال رکھے
سوال پیش ہوا کہ ایک پیش امام ماہِ رمضان میں مغرب کے وقت لمبی سورتیں شروع کر دیتا ہے۔مقتدی تنگ آتے ہیں کیونکہ روزہ کھول کر کھانا کھانے کا وقت ہوتا ہے۔دن بھر کی بھوک سے ضعف لاحق حال ہوتا ہے۔بعض ضعیف ہوتے ہیں۔اس طرح پیش امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ پیش امام کی اس معاملہ میں غلطی ہے۔اس کو چاہیے کہ مقتدیوں کی حالت

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

کا لحاظ رکھے اور نماز کو ایسی صورت میں بہت لمبا نہ کرے۔

داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹانا مستحسن ہے

داڑھی اور مونچھ کے متعلق ذکر آیا کہ نئے نئے فیشن نکلتے ہیں۔کوئی داڑھی منڈاتا ہے کوئی ہردو داڑھی اور مونچھ منڈاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ مستحسن یہی بات ہے جو شریعت اسلام نے مقرر کی ہے کہ مونچھیں کٹائی جاویں اور داڑھی بڑھائی جاوے۔[۱]

۲؍اکتوبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتا ہے

ہماری جماعت کے ایک شخص نے کسی غیر احمدی کا سوال پیش کیا کہ آپ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ مسیلمہ کذّاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوت ہوا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مَر جاتا ہے۔ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔لاؤ پیش کرو وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاتا ہے۔ مسیلمہ کذّاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا تو ہلاک کیا جائے گا سو ویسا ہی ظہور میں آیا۔مسیلمہ کذّاب تھوڑے ہی عرصہ بعد قتل کیا گیا اور پیشگوئی پوری ہوئی۔

یہ بات کہ سچا جھوٹے[۲] کی زندگی میں مَر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

۲؎ کاتب کی غلطی ہے۔دراصل یہ فقرہ یوں ہونا چاہیے۔’’یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مَر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے‘‘ چنانچہ سیاق وسباق میں اس کی وضاحت موجود ہے۔(مرتّب)

کے سب اَعدا ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے؟ بلکہ ہزاروں اَعدا آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنے والا سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مَرنے کے بعد زندہ رہیں گے اور مخالفوں کے وجود کا قیامت تک ہونا ضروری ہے جیسے وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (اٰلِ عمران:۵۶) سے ظاہر ہے۔

ہم تو ایسی باتیں سن سن کر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو! ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ہوا کہ اس کے سب اَعدا مَر گئے ہوں؟ بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا حال ہو رہا ہے۔

جماعت کو خود سوچ کر عام سوالوں کا جواب دینا چاہیے

مجھے تو اپنی جماعت پر افسوس ہوتا ہے کہ کیا ان میں اتنی عقل بھی نہیں کہ ایسے اعتراض کرنے والے سے پوچھیں کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں؟ وہ جگہ تو نکالو جہاں یہ لکھا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ عقل میں، فہم میں ہر طرح سے ترقی کریں اور ایسی باتوں کا خود سوچ کر جواب دیا کریں اور اپنی ایمانی روشنی سے ان باتوں کو حل کیا کریں۔ مگر دنیاداری کے دھندوں میں مت ماری جاتی ہے۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ معترض سے ہماری کتاب کی وہ جگہ ہی پوچھیں جہاں یہ لکھا ہے کہ سچے کی زندگی میں سب جھوٹے مَر جاتے ہیں۔ بلکہ جھوٹے تو قیامت تک رہیں گے۔

مبلّغین کے لیے حضرت اقدس کی کتب کے مطالعہ کی اہمیت

فرمایا۔ اس تحریک سے مجھے یہ بھی یاد آ گیا ہے کہ وہ لوگ جو اشاعت اور تبلیغ کے واسطے باہر جاویں۔ وہ ایسے نہ ہوں کہ الٹ پلٹ کر

ہماری باتوں کو کچھ اَور کا اَور ہی بناتے رہیں اور بات تو کچھ اَور ہو اور سمجھانے کچھ اَور لگ جاویں۔ دوسروں کو تو ہمارے دعویٰ سے آگاہ کریں اور خود ہماری کتابوں کو کبھی پڑھا بھی نہ ہو۔ اس طرح سے ہی تحریف ہوا کرتی ہے۔ ایسے وقتوں میں صرف زبانی فیصلہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ تحریر پیش کرنی چاہیے۔

ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام حسینؓ کی توہین کی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت بےعزّتی کی جاتی ہے اور ان کو گالی دی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو ایک اولوالعزم نبی اور خدا کا راستباز بندہ سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰؑ کا مَرجانا ثابت کرنا ان کے نزدیک گالی دینا ہے تو اس طرح سے تو ہم نے نکالی ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔[1]

۳/اکتوبر ۱۹۰۷ء (قبل نماز ظہر)

ترقیٔ مدارج کے لیے آزمائش ضروری ہے

ایک شخص نے عرض کی کہ میں روحانی فائدہ کے واسطے یہاں آیا ہوں مجھے کچھ بتایا جائے۔

فرمایا۔ روحانی فائدہ بھی انہیں کو پہنچتا ہے جو آپ کوشش کرتے ہیں۔ دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور افضل تھے مگر انہوں نے بھی دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اٹھائے۔ دین بھی تو مَرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ خدا چاہتا تو ایسا نہ کرتا مگر اس نے دنیا کے لیے بھی یہی قانون رکھا ہے کہ محنت سے سب کچھ ہوتا ہے اگر خدا کا فضل بھی ہو اور محنت بھی ہو تو انسان منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا کے کاموں کے لیے انسان کیسے کیسے دکھ اٹھاتا اور کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور تب جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے تو کیا دین کے لیے کچھ بھی محنت اور سعی نہیں کرنی چاہیے؟ اگر تھوڑا سا مقدمہ آجاوے تو پھر انسان اس کے واسطے کہاں کہاں سے سفارشیں

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹

لاتا ہے اور کس قدر خرچ کرتا ہے اور کتنی کوشش کرتا ہے اور اگر باوجود اتنی کوشش کے وہ مقدمہ خارج ہوجاتا ہے تو پھر اپیل کراتا ہے بلکہ اگر وہ بھی خارج ہوجاتی ہے تو پھر کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کر کے اپیل در اپیل کرتا اور کیا کا کیا کر گذرتا ہے تو کیا دین کو ہی ایسا سمجھنا چاہیے کہ وہ محض پھونک مارنے اور کسی وِرد وظیفہ کے کرنے سے حاصل ہوجائے گا۔ اور یونہی آرام طلبی سے گذارنے پر اس میں کامیابی ہوجائے گی؟ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ (العنکبوت: ۳) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف زبانی قیل وقال پر ہی ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور صرف اتنا کہنے سے ہی کہ ہم ایمان لے آئے دیندار سمجھے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ ہوگا؟ بلکہ امتحان اور آزمائش کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ سب انبیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ترقی مدارج کے لیے آزمائش ضروری ہے اور جب تک کوئی شخص آزمائش اور امتحان کی منازل طے نہیں کرتا دیندار نہیں بن سکتا۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ دکھ کے بعد ہی ہمیشہ راحت ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو جو شخص خدا کی راہ میں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں وہ کاٹا جاوے گا۔ ترقی ہمیشہ مصائب اور تکالیف کے بعد ہوتی ہے اور ایمانی حالت کا پتا اسی وقت لگتا ہے جب تکالیف اور مصائب آویں۔

روحانی فوائد حاصل کرنے کے لیے پہلے اپنے آپ کو دکھ اور تکالیف اٹھانے کے لیے تیار کر لینا چاہیے۔

؎ عشق اوّل سرکش و خونی بود تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

بعض لوگ آتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں پھونک مارو کہ اولیاء اللہ بن جاویں اور ہمارا سینہ صاف ہوجاوے اور روحانی معراج پر پہنچ جاویں اور ہمارے قلب میں پاکیزگی پیدا ہوجاوے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ سب کچھ دکھوں اور تکالیف کے بعد مل جاتا ہے اور ضرور مل جاتا ہے مومن کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ جب انسان دنیا کے لیے طرح طرح کی تکالیف برداشت کر لیتا ہے۔ ایک کسان کو ہی دیکھو کہ پہر رات کے قریب اٹھتا ہے۔ ہل جوتتا ہے اور کتنی تکالیف اٹھاتا اور محنت

کرتا ہے۔ نہ رات کو آرام کرتا ہے اور نہ دن کو۔ بلکہ جب بہت سی مشکل کے بعد فصل پک بھی جاتا ہے اس وقت بھی اس کے حاصل کرنے کے لیے کیا کیا مصائب اٹھاتا ہے اور اپنے عیال و اطفال سے علیحدگی اختیار کر کے اسے کاٹتا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے کیسے کیسے دکھ اٹھاتا ہے۔ اور اس دنیا کے لیے جو آج ہے اور کل فنا ہو جائے گی، مارا مارا پھرتا اور مصیبت پر مصیبت اور دکھ پر دکھ اٹھاتا ہے تو کیا پھر دین ہی ایسی چیز ہے جو محض پھونک مارنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں کسی امتحان آزمائش اور محنت کی ضرورت نہیں؟

دین کے لیے محنت کی ضرورت

دین کے لیے ایسی توقع کرنا اور اس کو ایک حلوہ بے دُود کی طرح سمجھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ پر غور کرو کہ انہوں نے دین کی خاطر کیسے کیسے مصائب اٹھائے اور کن کن دکھوں میں وہ مبتلا ہوئے نہ دن کو آرام کیا نہ رات کو۔ خدا کی راہ میں ہر ایک مصیبت کو قبول کیا اور جان تک قربان کر دی اور دین کی خاطر سر کٹوا دیئے۔ مجھے اس وقت یاد آ گیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دشمن کے مقابلہ پر ایسے موقع پر نکلے کہ دوپہر کا وقت اور گرمی کا موسم تھا۔ سخت گرمی اور تپش تھی۔ لُو چلتی اور تیز دھوپ پڑتی تھی چلتے چلتے ایک نہایت ہی خوشگوار اور سرسبز و شاداب چشمے پر پہنچے۔ ایک صحابیؓ نے ایسی خوشگوار سرسبز اور ہری بھری جگہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اجازت دی جاوے کہ اس جگہ پر عبادت کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا توبہ کرو کیا تو نہیں جانتا کہ یہ سب مصیبت ہم خدا کی خاطر برداشت کر رہے ہیں ایسی خوشکن جگہ پر آرام کر کے عبادت کرنے کا تو کوئی فائدہ نہیں۔

ذبح ہونے کے بعد زندگی ملتی ہے

وہ تو بندگی ہی نہیں جو دکھ درد کے ساتھ نہیں۔ ہندوؤں کے گروؤں کی طرح کسی تالاب یا عمدہ حوض کے کنارے پر بیٹھ کر بآرام زندگی بسر کرنا اور سرسبز ہری بھری جگہ پر لیٹ کر خدا کی یاد کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔ چاہیے کہ ابتلاؤں اور امتحانوں میں ثابت قدم رہو اور خدا کے لیے جان دینے میں بھی فرق نہ رکھو اور اس کی راہ میں قربان ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہو۔ جب انسان اپنے دل

میں فیصلہ کر لیتا ہے اور دکھ کے لیے تیار رہتا ہے تب پھر خدا بھی ملتا ہے اور روحانی فائدہ بھی ہوتا ہے۔ یہی سنّت اللہ ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی اور انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا بغیر دکھ اور تکالیف کے برداشت کرنے کے خدا راضی نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی دین حاصل ہوتا ہے۔

بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کسی جنتر منتر یا پھونک سے ہی ہمیں اولیاء اللہ بنا دیویں اور ایک زندگی کی روح پھونک دیویں۔ مگر خدا تو پہلے ذبح کر لیتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے بلکہ ایسے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں کے وقت انسان خود بھی معلوم کر لیتا ہے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے امتحانوں میں پورا اترنے کے بعد خدا ضرور ملتا ہے۔ جب تک انسان خدا کی راہ میں تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو جاتا۔ تب تک ترقی کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔

نماز بھی اضطرابی حالت کو ظاہر کرتی ہے

دیکھو! یہ جو نماز پڑھی جاتی ہے اس میں بھی ایک طرح کا اضطراب ہے۔ کبھی کھڑا ہونا پڑتا ہے، کبھی رکوع کرنا پڑتا ہے، کبھی سجدہ کرنا پڑتا اور پھر طرح طرح کی احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں۔ مطلب یہی ہوتا ہے کہ انسان خدا کے لیے دکھ اور مصیبت کو برداشت کرنا سیکھے ورنہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی تو خدا کی یاد ہو سکتی تھی۔ پر خدا نے ایسا منظور نہیں کیا۔ صلوٰۃ کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے۔ جب تک انسان کے دل میں ایک قسم کا قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو اور خدا کے لیے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً اس قسم کے ہوتے ہیں جو ان باتوں میں پورے نہیں اتر سکتے اور پیدائشی طور پر ہی ان میں ایسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جو وہ ان امور میں استقلال نہیں دکھا سکتے مگر تاہم بھی توبہ اور استغفار بہت کرنی چاہیے کہ کہیں ہم ان میں ہی شامل نہ ہو جاویں جو دین سے بالکل بے پروا ہوتے ہیں اور اپنا مقصود بالذّات دنیا کو ہی سمجھتے ہیں۔

ہر زمانہ کی آزمائشیں الگ الگ ہوتی ہیں

ہر ایک زمانہ میں علیحدہ علیحدہ امتحان اور آزمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے تو خدا کی راہ میں جانیں دی تھیں اور اپنے سر کٹوائے تھے اور دوسرے نبیوں کے زمانہ میں کسی اور قسم کے ہی دکھ اور مصائب تھے۔ غرض جب تک انسان ابتلاؤں اور آزمائشوں میں پورا نہیں اترتا تب تک ترقی نہیں کرتا اور مقبول حضرت احدیت نہیں ہوتا۔ بغیر تکلیفوں اور طرح طرح کے مصائب کے تو کچھ بنتا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بدظنّی مت کرو

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے۔ اس پر بدظنی نہیں کرنی چاہیے جو اس کی سنّت کو نگاہ میں رکھے گا اور اس کے لیے دکھ اور تکالیف کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاوے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ اگر اس کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلے گا اور بخل سے کام لے گا تو رہ جاوے گا۔ دیکھو! فوجوں میں جو لوگ بھرتی ہوتے ہیں اور دنیا کی خاطر لڑنے مَرنے اور جان دینے کے لیے نوکر ہوتے ہیں وہ کوئی ہزاروں روپیہ تو تنخواہ نہیں پاتے۔ یہی دس بارہ روپیہ کی خاطر جان دینا قبول کر لیتے ہیں مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا کی خاطر اور اس دائمی بہشت اور دائمی خوشنودی کے لیے کوئی فکر نہیں کرتے۔

دائمی سکھ کے لیے کوشش کرنی چاہیے

جب دنیا کے لیے ایسے ایسے کام کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حقیقی آرام اور ہمیشہ کے سکھ کے لیے اتنی کوشش نہیں کی جاتی؟ اصل میں ایسے لوگ خدا کی اور خدا کے انعام واکرام کی قدر نہیں کرتے۔ اگر اس کی قدر کرتے تو جان کیا چیز تھی جو قربان کرنے کے لیے تیار نہ ہو جاتے۔ اصلی زندگی اور حقیقی سکھ تو ہے ہی وہ جو خدا کی راہ میں مَرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ حقیقی زندگی تو اپنے آپ پر ایک موت وارد کر لینے سے ہی ملا کرتی ہے ایسے لوگ جو جنتروں منتروں اور ٹونوں ٹوٹکوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں دین کے لیے کوشش کرنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ بڑے آرام سے اور گھر بیٹھے بٹھائے قلب کی صفائی حاصل ہو جاوے۔ اصل میں جھوٹے قصوں اور کہانیوں نے ان لوگوں کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور ایسی باتوں سے انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ دین ایک ایسی چیز ہے جو جنتروں منتروں اور تعویذوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے ان لوگوں نے بعض بعض ریاضتیں بھی مقرر

کی ہوئی ہیں جن پر عمل کرنے سے کہتے ہیں قلب جاری ہو جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود قلب جاری ہونے کے عملی حالت ان کی اور بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور ایسے وظائف میں سے ایک ذکر اَرّہ بھی ہے کہ جس کا نتیجہ آخر میں سِل ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھا ہے جیسے فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (الشمس:۱۰) اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہو جاوے۔ کوئی دوئی نہ رہے۔ خدا کے ساتھ کسی اور کی ملونی نہ رہے اور کسی قسم کی دوری یا جدائی نہ رہے۔

صدق، وفا اور استقلال کی ضرورت

یہ تھوڑی سی بات نہیں۔ یہی وہ مشکل گھاٹی ہے جو بڑے بڑے مصائب اور امتحانوں کے بعد طے ہوا کرتی ہے یہ نماز جو تم لوگ پڑھتے ہو۔ صحابہؓ بھی یہی نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی نماز سے انہوں نے بڑے بڑے روحانی فائدے اور بڑے بڑے مدارج حاصل کئے تھے۔ فرق صرف حضور اور خلوص کا ہی ہے۔ اگر تم میں بھی وہی اخلاص، صدق، وفا اور استقلال ہو تو اسی نماز سے اب بھی وہی مدارج حاصل کر سکتے ہو جو تم سے پہلوں نے حاصل کئے تھے۔ چاہیے کہ خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار رہو۔

یاد رکھو! جب اخلاص اور صدق سے کوشش نہیں کرو گے کچھ نہیں بنے گا۔ بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ یہاں سے تو بیعت کر جاتے ہیں مگر گھر میں جا کر جب تھوڑی سی بھی تکلیف آئی اور کسی نے دھمکایا تو جھٹ مرتد ہو گئے۔ ایسے لوگ ایمان فروش ہوتے ہیں۔ صحابہؓ کو دیکھو کہ انہوں نے تو دین کی خاطر اپنے سر کٹوا دیئے تھے اور جان و مال سب خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ کسی دشمن کی دشمنی کی انہیں پروا تک بھی نہ تھی۔ وہ تو خدا تعالیٰ کی راہ میں سب طرح کی تکالیف اٹھانے اور ہر طرح کے دکھ برداشت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے اور انہوں نے اپنے دلوں میں فیصلہ کیا ہوا تھا۔ مگر یہ ہیں جو ذرا بھی نمبردار یا کسی اور شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی محض پوست ہی پوست ہوتی ہیں۔ ایسوں کی نمازیں بھی خدا تک نہیں

پہنچتیں بلکہ اسی وقت ان کے منہ پر ماری جاتی ہیں اور ان کے لیے لعنت کا موجب ہوتی ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۵،۶)

وہ لوگ جو نمازوں کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔ان کی نمازیں نری ٹکریں ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ ایک سجدہ اگر خدا کو کرتے ہیں تو دوسرا دنیا کو کرتے ہیں جب تک انسان خدا کے لیے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا۔تب تک مقبول حضرتِ احدیت نہیں ہوتا۔دیکھو! دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔یہی خدا کا حال ہے اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔

وفاداری کا مادہ تو کتّے میں بھی پایا جاتا ہے۔خواہ وہ بھوکا رہے۔بیمار ہو جائے کمزور ہو جائے خواہ کچھ ہی ہو مگر اپنے مالک کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف پر دین سے ہی روگرداں ہو جاتے ہیں ان کو کتّے سے سبق سیکھنا چاہیے۔

لکھا ہے کہ ایک یہودی مشرف باسلام ہوا۔کچھ دن بعد جو مصیبت کا سامنا ہوا اور بھوکا مَرنے لگا اور فاقہ پر فاقہ آنے لگا تو کسی یہودی کے مکان پر بھیک مانگنے کے لیے گیا۔یہودی نے اس نو مسلم کو چار روٹیاں دیں۔جب وہ روٹیاں لے کر جا رہا تھا تو ایک کتّا بھی اس کے پیچھے ہولیا۔اس شخص نے یہ خیال کر کے کہ شاید ان روٹیوں میں سے کتّے کا بھی کچھ حصہ ہے ایک روٹی کتّے کے آگے پھینک دی اور آگے چل دیا۔کتّا اس روٹی کو جلدی جلدی کھا کر پھر پیچھے پیچھے ہولیا تب اس نے خیال کیا کہ شاید ان روٹیوں میں سے نصف حصہ کتّے کا ہو۔تب اس نے ایک اور روٹی کتّا کے آگے پھینک دی مگر کتّا اس کو بھی کھا کر پیچھے پیچھے چل دیا۔پھر اس نے جب معلوم کیا کہ کتّا پیچھا نہیں چھوڑتا تو اسے خیال گذرا کہ شاید تین حصے اس کے ہوں اور ایک حصہ میرا ہو اس لئے اس نے ایک روٹی اور ڈال دی مگر کتّا وہ روٹی کھا کر بھی واپس نہ گیا۔تب اسے کتّے پر غصہ آیا اور کہا تُو تو بڑا بدذات ہے۔

مانگ کر میں چار روٹیاں لایا تھا مگر ان میں سے تین کھا کر بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خدا تعالیٰ نے اس وقت کتّے کو بولنے کے لئے زبان دے دی۔ تب کتّے نے جواب دیا کہ میں بدذات نہیں ہوں۔ میں خواہ کتنے فاقے اٹھاؤں مگر مالک کے سوائے دوسرے گھر پر نہیں جاتا۔ بدذات تو تُو ہے جو دو تین فاقے اٹھا کر ہی کافر کے گھر مانگنے کے لیے آ گیا۔ تب وہ مسلمان یہ جواب سن کر اپنی حالت پر بہت پشیمان ہوا۔

ایسے ہی گورداسپور میں ایک بلّی تھی خواہ کچھ ہی اس کے پاس پڑا رہے مگر وہ بغیر اجازت کچھ نہ کھاتی تھی ایک دفعہ بعض دوستوں نے اس بلّی کے مالک کو کہا کہ ہم بھی یہ تجربہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے حلوہ، دودھ، چھیچھڑے وغیرہ بلّی کے پاس رکھ کر باہر سے قفل لگا دیا۔ تین دن کے بعد جو دیکھا تو بلّی مَری پڑی تھی اور وہ کھانا اسی طرح صحیح سالم موجود تھا۔ اگر ارذل مخلوقات کے صفاتِ حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے؟[1]

۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

عبادت کے اصول کا خلاصہ

ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں کھڑے ہو کر اللہ جل شانہ کا کس طرح کا نقشہ پیش نظر ہونا چاہیے؟

حضرت اقدس نے فرمایا۔

موٹی بات ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے اُدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (الاعراف:۳۰) اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہیے۔ چاہیے کہ اخلاص ہو۔ احسان ہو اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک ربّ اور حقیقی کارساز ہے۔

عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور یا یہ کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰، ۱۱، ۱۴ نیز بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸ تا ۱۰

جاوے اور اسی کی عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا سے بہت مانگے اور بہت توبہ استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تا کہ تزکیۂ نفس ہو جاوے اور خدا سے سچا تعلق ہو جاوے اور اسی کی محبت میں محو ہو جاوے اور یہی ساری نماز کا خلاصہ ہے اور یہ سارا سورہ فاتحہ میں ہی آ جاتا ہے۔ دیکھو اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحۃ:۵) میں اپنی کمزوریوں کا اظہار کیا گیا ہے اور امداد کے لیے خدا تعالیٰ سے ہی درخواست کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ سے ہی مدد اور نصرت طلب کی گئی ہے اور پھر اس کے بعد نبیوں اور رسولوں کی راہ پر چلنے کی دعا مانگی گئی ہے اور ان انعامات کو حاصل کرنے کے لیے درخواست کی گئی ہے جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے اس دنیا پر ظاہر ہوئے ہیں اور جو انہیں کی اتباع اور انہیں کے طریقہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا مانگی گئی ہے کہ ان لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے تیرے رسولوں اور نبیوں کا انکار کیا اور شوخی اور شرارت سے کام لیا وراسی جہان میں ہی ان پر غضب نازل ہوا یا جنہوں نے دنیا کو ہی اپنا اصلی مقصود سمجھ لیا اور راہ راست کو چھوڑ دیا۔ اصلی مقصد نماز کا تو دعا ہی ہے اور اس غرض سے دعا کرنی چاہیے کہ اخلاص پیدا ہو اور خدا تعالیٰ سے کامل محبت ہو اور معصیت سے جو بہت بُری بلا ہے اور نامہ اعمال کو سیاہ کرتی ہے طبعی نفرت ہو اور تزکیہ نفس اور روح القدس کی تائید ہو۔ دنیا کی سب چیزوں جاہ وجلال، مال ودولت، عزّت وعظمت سے خدا مقدم ہو اور وہی سب سے عزیز اور پیارا ہو اور اس کے سوائے جو شخص دوسرے قصے کہانیوں کے پیچھے لگا ہوا ہے جن کا کتاب اللہ میں ذکر تک نہیں وہ گرا ہوا ہے اور محض جھوٹا ہے۔ نماز اصل میں ایک دعا ہے جو سکھائے ہوئے طریقہ سے مانگی جاتی ہے۔ یعنی کبھی کھڑے ہونا پڑتا ہے کبھی جھکنا اور کبھی سجدہ کرنا پڑتا ہے اور جو اصلیت کو نہیں سمجھتا وہ پوست پر ہاتھ مارتا ہے۔

مصائب وشدائد ضروری ہیں

فرمایا۔ مصائب اور شدائد کا آنا نہایت ضروری ہے۔ کوئی نبی نہیں گذرا جس کا امتحان نہیں لیا گیا۔ جب کسی کا کوئی عزیز مَر جاتا ہے تو اس کے لیے یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھو ایک پہلو پر جانے

والے لوگ مشرک ہوتے ہیں۔ آخر خدا کی طرف قدم اٹھانے اور حقیقی طور پر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحۃ:۶) والی دعا مانگنے کے یہی معنے تو ہیں کہ خدایا! وہ راہ دکھا جس سے تو راضی ہو اور جس پر چل کر نبی کامیاب اور بامراد ہوئے۔ آخر جب نبیوں والی راہ پر چلنے کے لیے دعا کی جاوے گی تو پھر ابتلاؤں اور آزمائشوں کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے اور ثابت قدمی کے واسطے خدا سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ صحت و عافیت بھی رہے۔ مال و دولت میں بھی ترقی ہو اور ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان اور مالی اور جانی آرام بھی ہوں۔ کوئی ابتلا بھی نہ آوے اور پھر یہ کہ خدا بھی راضی ہو جاوے وہ ابلہ ہے وہ کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں پر خدا راضی ہوا ہے ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہے کہ وہ طرح طرح کے امتحانوں میں ڈالے گئے اور مختلف مصائب اور شدائد سے ان کا سامنا ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ پر دیکھو کیسا نازک ابتلا آیا تھا اور پھر اس کے بعد سب نبیوں کے ساتھ یہی معاملہ رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آ گیا۔ دیکھو ان کو پیدا ہوتے ہی یتیمی کا سامنا ہوا۔ یتیمی بھی تو بُری بلا ہے خدا جانے کیا کیا دکھ اٹھائے اور پھر دعویٰ کرتے ہی مصیبتوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

یاد رکھو! انبیاء کا دوسرا نام اہلِ بَلا و اہلِ ابتلا بھی ہے۔ ابتلاؤں سے کوئی نبی بھی خالی نہیں رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے اور پھر انبیاء کو تو رہنے دو۔ امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جو ان کو ابتلا آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لیے تھا۔ جاہل تو کہیں گے کہ وہ گنہگار اور بداعمال تھے اس لیے ان پر یہ تکلیف آئی مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ آرام سے کوئی درجہ

نہیں ملا کرتا جو لوگ ایک ہی پہلو پر زور دیئے جاتے ہیں اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں صبر کرنا نہیں چاہتے۔ اندیشہ ہے کہ وہ دین ہی چھوڑ دیں جیسے کہ شیعہ لوگ ہیں کہ اس حقیقت کو دیکھتے نہیں جو امتحانوں اور آزمائشوں کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے اور نہ ہی اس کی پروا کرتے ہیں مگر سیاپا لگا تار کئے جاتے ہیں اور چھوڑنے میں نہیں آتے۔ کیا امام حسینؓ نے انہیں وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرا سیاپا کرتے رہنا؟ یاد رکھو جتنے اولیاء اللہ اور مقرب لوگ گذرے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے تلخ امتحان ہوئے ہیں اور جو پہلوں کا حال ہے وہ آنے والوں کے لیے ایک سبق ہے۔

یہ تو بڑی غلطی ہے کہ ایک طرف تو انسان چاہے کہ ہر طرح کی آسودگی اور آرام ہو اور خوشنودی کے سب سامان مہیا ہوں اور دوسری طرف مقرب اللہ بھی بن جاوے۔ یہ تو ایسا مشکل ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذر جانا بلکہ اس سے بھی ناممکن۔ جب تک ابتلاؤں اور امتحانوں میں انسان پورا نہ اترے کچھ نہیں بنتا۔[1]

بلا تاریخ

چند سوالات کے جوابات

ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں چند سوال پیش کئے جو بمع جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۔ زردشت نبی تھا یا نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا۔

ہم تو یہی کہیں گے کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ[2] خدا کے کل رسولوں[3] پر ہمارا ایمان ہے مگر

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱ نیز بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

[2] بدر میں لکھا ہے۔ ’’اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ‘‘ (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

[3] بدر میں لکھا ہے۔ ’’خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

اللہ کریم نے ان سب کے نام اور حالات سے ہمیں آگاہی نہیں دی[۱] جیسے فرمایا وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المؤمن:۷۹) اتنے کروڑ مخلوقات پیدا ہوتی رہی اور کروڑ ہا لوگ مختلف ممالک میں آباد رہے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی چھوڑ دیا ہو اور کسی نبی کے ذریعہ سے ان پر اتمام حجّت نہ کی ہو۔ آخر ان میں رسول آتے ہی رہے ہیں۔[۲] ممکن ہے کہ یہ بھی انہیں میں سے ایک رسول ہوں مگر ان کی تعلیم کا صحیح صحیح پتا اب نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ زمانہ دراز گذر جانے سے تحریف لفظی اور معنوی کے سبب بعض باتیں کچھ کا کچھ بن گئی ہیں حقیقی طور پر محفوظ رہنے کا وعدہ تو صرف قرآن مجید کے لیے ہی ہے۔ مومن کو سوءِ ظن کی نسبت نیک ظن کی طرف زیادہ جانا چاہیے۔[۳] قرآن مجید میں وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۵) لکھا ہے۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ وہ بھی ایک رسول ہوں۔

سوال نمبر ۲۔ براہین احمدیہ میں آپ نے کلامِ الٰہی کی ایک نشانی یہ بھی لکھی ہے کہ وہ ہر ایک پہلو میں دوسری کلاموں سے افضل ہوتا ہے۔ توریت انجیل بھی تو خدا کا کلام ہیں کیا ان میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ان کتابوں کی نسبت قرآن مجید میں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (المائدۃ:۱۴) لکھا ہے وہ لوگ شرح کے طور پر اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دیا کرتے تھے۔ اس لیے جو کتابیں محرّف مبدّل

---

[۱] بدر سے۔ ”یہ تفصیل وہ کون تھے اور کہاں کہاں تھے اور کس ملک میں رہتے تھے۔ اس کو ہم نہیں جانتے“
(بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

[۲] بدر سے۔ ”ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمام ممالک اور وہ تمام مخلوق ہمیشہ انبیاء سے خالی رہی ہے ہم یہی مانتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر گذرے ہیں اور ایران میں بھی ہوئے اور دوسرے ممالک میں بھی ہوئے ہیں۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

[۳] بدر سے۔ ”حضرت عمرؓ نے پارسیوں کو اہل کتاب میں داخل سمجھا تھا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو کہ اہل کتاب کے ساتھ کرنا چاہیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریق تھا۔ ایسے جلیل القدر اصحاب کی رائے کی اس معاملہ میں قدر کرنی چاہیے اس طرح ایک فیصلہ شدہ اَمر ہو جاتا ہے۔“ (بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

ہو چکی ہیں ان میں یہ نشانی کب مل سکتی ہے؟

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کی کہ حضور توریت میں لکھا ہے ’’پھر موسیٰ خدا کا بندہ مر گیا اور موسیٰ جیسا نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہوگا اور اس کی قبر بھی آج تک کوئی نہیں جانتا‘‘ تو یہ کلام حضرت موسیٰؑ کی ہو ہی کس طرح سکتی ہے اور انجیل کی نسبت تو عیسائی خود قائل ہیں کہ وہ اصلی جو عیسیٰ کی انجیل تھی نہیں ملتی۔ یہ سب تراجم در تراجم ہیں اور ترجمے مترجم کے اپنے خیالات کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ اور ان میں بہت سا حصہ اس قسم کا پایا جاتا ہے جو دوسروں کا بیان ہے جیسے صلیب کا واقعہ وغیرہ۔

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

یہ ٹھیک بات ہے۔ اگر تمام دنیا میں تلاش کریں تو قرآن مجید کی طرح خالص اور محفوظ کلامِ الٰہی کبھی نہیں مل سکتا بالکل محفوظ اور دوسروں کی دست بُرد سے پاک کلام تو صرف قرآن مجید ہی ہے۔

دو باتیں بڑی یاد رکھنے والی ہیں ایک تو قرآن شریف کی حفاظت کی نسبت کہ روئے زمین پر ایک بھی ایسی کتاب نہیں جس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ کریم نے کیا ہو اور جس میں اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۱۰) کا پُر زور اور متحدیانہ دعویٰ موجود ہو۔ اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی حالتوں کی نسبت۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک طرح کے اخلاق ظاہر کرنے کا موقع ملا۔ حضرت موسیٰؑ کو دیکھو کہ وہ راستہ میں ہی فوت ہو گئے تھے اور حضرت عیسیٰؑ تو ہمیشہ مغلوب ہی رہے۔ معلوم نہیں اگر غالب ہوتے تو کیا کرتے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے اقتدار اور اختیار حاصل کر کے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اپنے سامنے بُلا کر کہہ دیا لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ (یوسف:۹۳) اور پھر یہ بھی دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب فسق و فجور، شرک اور بُت پرستی اپنے انتہا کو پہنچ چکی تھی اور ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ (الروم:۴۲) والا معاملہ ہو رہا تھا۔ اور گئے اس وقت تھے جب وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا (النصر:۳) والا نظارہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا تھا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نظیر تمام دنیا میں نہیں پائی جاتی اور یہی تو کاملیت ہے کہ جس مقصود کے لیے

آئے تھے اس کو پورا کر کے دکھا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صلیب کا ہی منہ دیکھتے پھرے اور یہودیوں سے رہائی نہ پا سکے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب ہو کر وہ اخلاق دکھائے جن کی نظیر نہیں۔

سوال نمبر۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو قرآن شریف میں کلمۃ اور رُوۡحٌ مِّنۡہُ لکھا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

ہم بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو مسِّ شیطان سے پاک سمجھتے اور دوسرے نبیوں کی ارواح کی طرح اس کی روح کو بھی رُوۡحٌ مِّنۡہُ مانتے ہیں اور یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ کَلِمٰتِہٖ (الاعراف:۱۵۹) پر یقین رکھتے ہیں۔ مگر اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوسرے انبیاء سے کوئی فضیلت تو ثابت نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی بتائیں کہ ہر ایک شخص رُوۡحٌ مِّنۡہُ ہوتا ہے یا کسی اور طرف سے؟ سب ارواح خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اسی کی طرف سے ہوتی ہیں نہ کہ کسی اور طرف سے۔ ہاں اس میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ فاسقوں، فاجروں کی ارواح کو بسبب ان کے فسق و فجور اور شرک کی گندگی کے رُوۡحٌ مِّنۡہُ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ روح الشیطان ہوتے ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَارِکۡہُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ (بنی اسرآءیل:۶۵) اور اس طرح سے ہم مانتے ہیں کہ بعض روح الشیطان ہوتے ہیں اور بعض رُوۡحٌ مِّنۡہُ ہوتے ہیں بعض آدمی ایسے خراب ہوتے ہیں کہ وہ نہایت ہی خبیث الفطرت اور شیطان خصلت ہوتے ہیں۔ ان سے توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ کبھی رجوع الی اللہ کر سکیں۔ ایسے لوگوں پر رُوۡحٌ مِّنۡہُ کا لفظ نہیں بولا جاتا بلکہ وہ روح الشیطان ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو رُوۡحٌ مِّنۡہُ یا کلمۃ کا لفظ بولا گیا ہے تو وہ بطور ذبّ اور دفع کے ہے اور اس الزام کو دور کیا گیا ہے جو ان پر لگایا گیا تھا ورنہ کل راستباز اور نیکوکار لوگ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ہی ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو خدا نے بے باپ پیدا کیا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔

اگر بے باپ پیدا ہونا دلیلِ الوہیت اور ابنیت ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بدرجہ اولیٰ اس

کے مستحق ہیں کیونکہ نہ ان کی ماں ہے نہ باپ اور خدا فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (اٰلِ عمران:۶۰) اور سوچنے والی بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسٰیؑ کے بے باپ ہونے سے خلقت کو دھوکا لگنے کا اندیشہ تھا اس لیے خدا نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر کے ایک نظیر پہلے ہی سے قائم کر دی تھی، لیکن اگر اس کے آسمان پر جانے والی بات بھی صحیح مانی جاوے تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھی ایک نظیر قائم کر دیتا۔ اب بتلاؤ جبکہ خدا نے آسمان پر جانے کی کوئی نظیر پیش نہیں کی تو پھر اسی سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے آسمان پر جانے والی کہانی محض جھوٹی ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کفّار نے سوال کیا تھا کہ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ (بنی اسرآءیل:۹۴) یعنی آسمان پر چڑھ جاؤ تو خدا نے یہی جواب دیا تھا کہ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا جیسے فرمایا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرآءیل:۹۴) اگر بشر آسمان پر جا سکتا تھا تو چاہیے تھا کہ کفّار نظیر پیش کر دیتے۔

افسوس کہ ان لوگوں نے بے وجہ پادریوں کی مدد پر کمر باندھ لی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی رو سے بشر تو آسمان پر جا نہیں سکتا مگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے اس لیے وہ خدا ہیں تو پھر منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایک کمزور اور عاجز انسان تھے اور خدا کے رسول تھے ایک ذرّہ بھی اس سے زیادہ نہ تھے۔ اگر وہ خدا تھا تو یہ بارِ ثبوت عیسائیوں پر ہے کہ وہ کوئی سورج، چاند یا زمین کا پتا دیویں جو اس نے بنائی تھی۔ وہ بے چارے تو ایک مچھر بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن مجید میں تو صاف لکھا ہے کہ وہ ایک عبد تھے کھانے پینے اور دوسرے حوائج کے محتاج تھے اور دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے تھے۔

سوال نمبر ۵۔ ایسے موقع پر مسلمان معراج پیش کر دیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

معراج جس وجود سے ہوا تھا وہ یہ ہگنے موتنے والا وجود تو نہ تھا بلکہ وہ ایک اَلْطَف اور نہایت ہی نورانی وجود تھا۔ کس کس غلطی کی اصلاح کی جاوے۔ بخاری میں صاف طور پر ثُمَّ اسْتَيْقَظَ لکھا

ہے یعنی پھر وہ جاگ اٹھے۔ اب بتلاؤ ہم یہ بات کس طرح مان لیں کہ وہ یہی وجود تھا۔ ہمارا تو تجربہ ہے کہ پاک لوگوں کو ایک نورانی وجود ملتا ہے۔

یاد رکھو! ایک الہام ہوتا ہے اور ایک رؤیا اور کشف بھی ہوتا ہے۔ کشف رؤیا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ صاحبِ کشف جانتا ہے کہ میں ایک اور جگہ پر ہوں اور وہ دوسروں کی آواز بھی سنتا ہے۔ صوفیاء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایک نوری جسم ملتا ہے بلکہ بعض اوقات اسے دوسرے لوگ بھی دیکھ لیتے ہیں اور سب صوفی اس بات کے بھی قائل ہوتے ہیں کہ وحی کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ ظلّی طور پر انسان نبی بن سکتا مگر کمزوری کے ساتھ وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

خوب یاد رکھو کہ وہ یہ وجود نہیں تھا جو معراج میں تھا بلکہ وہ ایک اَور ہی وجود ہوتا ہے۔ اسی سے انسان مُردوں سے بھی ملاقات کرتا ہے اور اس کا نمونہ کسی قدر خواب میں بھی پایا جاتا ہے کہ انسان کا یہ وجود تو چارپائی پر ہوتا ہے مگر ایک آنکھیں ہوتی ہیں جن سے دیکھتا ہے اور ایک پاؤں ہوتے ہیں جن سے چلتا ہے اور خواب کو موت کی بہن بھی اسی واسطے کہا گیا ہے کہ اس سے اس عالم کی کسی قدر سمجھ آجاتی ہے۔

جب بخاری جیسی کتاب میں ثُمَّ اسْتَيْقَظَ لکھا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بھی یہی مذہب ہے تو ہمیں کیا بنی ہے جو یونہی کچھ کا کچھ پیش کر دیا کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا مذہب بھی یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اس وجود سے نہیں ہوا تھا بلکہ وہ ایک اور نورانی وجود تھا ورنہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مخالفت میں شور برپا کرتے۔[1]

۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

مجدّد کی ضرورت

فرمایا۔ طرح طرح کے نشانات اور موجودہ حالات زمانہ کے اور صدی کا سر سب کے سب ضرورتِ مجدّد ثابت کر رہے ہیں اور مجدّد کا کام اپنے زمانہ

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۵، ۶

کی اصلاح اور اس فتنہ موجودہ کا دور کرنا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ ہو۔ اور وہ اسی زمانہ کے مطابق ضروری اصلاح کرنے کے لیے آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر فتنہ نہیں کہ ایک طرف تو ایک عاجز بندہ کو خدا بنایا جائے اور اسی کو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا سمجھا جائے اور دوسری طرف ایک صادق نبی کو جو دنیا میں سب سے بڑھ کر توحید کا حامی آیا ہے نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیا جائے۔ یہ وہ فتنہ ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو خدا پرستی سے برگشتہ کر کے انسان پرست بنا دیا اور اسی کے اثر سے اکثر لوگ دہریہ بن گئے اور توحید کی محبت دلوں میں سے جاتی رہی اور اسلام صرف برائے نام رہ گیا اور سب کے سب چھوٹے بڑے اس فتنہ عظیمہ سے اثر پذیر ہو رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لیے اور فتنہ کے مناسب حال جو امام اور مجدّد بھیجنا تھا اس کا نام اسی فتنہ کو دور کرنے کے لیے مسیح رکھا کیونکہ حضرت عیسیٰ ؑ کی امت نے ہی بگڑ کر یہ فتنہ برپا کیا ہے اس لیے اس کی اصلاح کے لیے اور زمانہ کو اس کے فتنہ سے بچانے کے لیے ضرور تھا کہ اسی نام پر کوئی پیدا کیا جاتا۔ اسی مصلحت سے اس صدی کے مجدّد اور امام کا نام مسیح موعود رکھا گیا۔ فتنے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک بیرونی اور دوسرے اندرونی۔ بیرونی طور پر تو پادریوں اور دوسرے مخالف مذاہب والوں نے اسلام پر وہ وہ ناجائز اور بے بنیاد اعتراض کئے کہ جن کو سن کر ہزارہا لوگ مرتد ہو گئے ہزاروں رسالے اور کتابیں اسلام کی مخالفت میں لکھی گئیں اور ہر ایک قسم کے محض غلط اعتراضوں سے اس پاک مذہب کے نابود کرنے کی کوشش کی گئی اور ایک عورت کے بچہ کو طرح طرح کے پیرایوں میں پیش کر کے خدا کا بیٹا بنایا گیا۔

یہ تو سچ ہے کہ وہ خدا کا رسول تھا مگر خدا تو نہیں تھا اور نہ اس میں اور رسولوں سے ایک ذرّہ زیادتی ہے اور نہ اس کے معجزات کچھ انوکھے معجزات ہیں اور اندرونی طور پر اسلام کو یہ فتنہ در پیش تھا کہ خود مسلمانوں نے عیسیٰ ؑ میں وہ وہ صفات قائم کیں جو صرف خدا کے لیے مخصوص تھیں اور اس طرح سے عیسائیوں کو بہت مدد دی۔[1]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء مسِّ شیطان سے پاک ہیں

صبح کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمع خدام سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔

فرمایا۔ میں نے ایک مولوی صاحب کی ایک تازہ تصنیف پڑھی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور اس کی ماں مریم کے سوائے مسّ شیطان سے دنیا میں کسی کی پیدائش پاک نہیں۔ صرف یہی دو نفس مریم اور ابن مریم مس شیطان سے پاک ہیں اور بس۔ اس عبارت کو پڑھ کر مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ ہمیں تو یہ لوگ کافر کہتے ہیں اور اپنا یہ حال ہے کہ تمام انبیاء اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پاکوں کے سردار ہیں نعوذ باللہ مس شیطان سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ گویا ان کے نزدیک نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں شیطان کا حصہ تھا مگر حضرت عیسٰیؑ اور ان کی ماں کی پیدائش میں شیطان کا حصہ نہ تھا۔ بار بار افسوس آتا ہے کہ ان لوگوں کی حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

فرمایا۔ یہ لوگ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں ہے اور نہیں سوچتے کہ سب سے مقدم تو قرآن شریف ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ (بنی اسرآءیل:٦٦) میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک عباد میں شامل نہ تھے؟ اوّل تو جو حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو وہ حدیث ہی نہیں خواہ بخاری میں ہو اور خواہ مسلم میں ہو۔ دوسرا جس حدیث سے حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ، حبیب خدا محبوب الٰہی کی تمام نبیوں کے سردار کی اس قدر ہتک اور توہین لازم آتی ہو کیوں کر ایک مسلمان کی غیرت مان سکتی ہے کہ اسے صحیح حدیث تسلیم کرلے۔ ان لوگوں میں کچھ شرم اور حیا باقی نہیں رہی جو آنحضرتؐ پر ایسے ناجائز حملے کرتے ہیں اگر ان لوگوں میں آنحضرتؐ کی کچھ محبت ہوتی تو یہ لوگ اس حدیث کے یہ معنے نہ کرتے۔ ہر ایک کلام کے واسطے ایک شانِ نزول ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت عیسٰیؑ اور ان کی والدہ مریم کے واسطے

ضرورتاً اس قسم کے لفظ بولے گئے ہیں کہ مریم صدیقہ تھی اور حضرت عیسیٰؑ کا روح خدا کی طرف سے تھا ایسا ہی حدیث میں ضرورتاً یہ کلمات بولے گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش مسّ شیطان سے پاک تھی اور یہ ضرورت اس طرح سے واقعہ ہوئی تھی کہ یہودی لوگ کہا کرتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت مریم نعوذ باللہ زانیہ تھیں اور یسوع کی پیدائش ناجائز تھی اور مسّ شیطان سے تھی۔ اس الزام کے جواب میں خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں یہ بات فرمائی کہ یہ الزام جھوٹے ہیں بلکہ مریم صدیقہ تھی اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش مسّ شیطان سے پاک تھی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق کبھی کسی کافر کو ایسا وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ سب کے نزدیک آپؐ اپنی ولادت کی رو سے طیب اور طاہر تھے اور آپ کی والدہ عفیفہ اور پاک دامن تھیں اس لیے آپ کی نسبت یا آپ کی والدہ ماجدہ کی نسبت ایسے الفاظ بیان کرنے ضروری نہ تھے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہیں مگر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ کی نسبت یہودیوں کے بہتان کی وجہ سے ایسے بَری کرنے والے الفاظ کی ضرورت پڑی۔ یہی حال دیگر انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ ان کے متعلق بھی نہ کبھی ایسا اعتراض ہوا اور نہ اس کے دفعیہ کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی۔ افسوس ہے کہ ان علماء کو یہ خبر بھی نہیں کہ یہ باتیں کیوں قرآن وحدیث میں ذکر کی گئی ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی باتیں کسی بہتان کے دفع کرنے کے لیے آتی ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مریم صدیقہ پر ایک بڑا بہتان باندھا گیا تھا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اس کا نام صدیقہ رکھ دیا۔ افسوس ہے نہ تو ان لوگوں کے اکابر سمجھتے ہیں اور نہ ان کا اقتدا کرنے والوں کو کچھ خیال آتا ہے کہ ایسے عقیدہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر داغ لگایا جاتا ہے۔ اگر قرآن شریف میں خدا کے بندوں کا مسّ شیطان سے پاک ہونے کا ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت اور آپ پر ایمان کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ ایسا ناپاک عقیدہ آپ کے متعلق نہ رکھا جاتا۔ حضرت مریم کے متعلق یہ دعا تھی کہ اِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (اٰلِ عمران:۳۷) مگر یہ دعا بھی اسی اعتراض کے رفع کرنے کے واسطے ذکر کی گئی ہے ورنہ

خدا کے انبیاء اور اولیاء کے متعلق تو پہلے سے اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو مقدس رسول بنایا جاوے گا۔ وہی ارادہ الٰہی ابتدا سے ان کی پیدائش اور تمام امور کو مقدس رکھتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام تو مادرزاد پاک ہوتے ہیں اور شیطان سے دور رکھے جاتے ہیں۔

دنیا میں پیدائش دو قسم کی ہوتی ہے ایک رحمانی اور دوسری شیطانی۔ خدا تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کی پیدائش رحمانی ہوتی ہے۔ شیطان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور انہیں کے متعلق کہا جاتا کہ رُوْحٌ مِّنْهُ ان کا روح خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس میں حضرت عیسٰیؑ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کی روح خدا کی طرف سے آتی ہے۔

علامہ زمخشریؒ کی تعریف

فرمایا۔ زمخشریؒ نے بخاری کے حاشیہ میں اس حدیث کے یہ معنے کئے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ یہ علماء زمخشری کو اچھا نہیں سمجھتے۔ مگر ہمارے خیال میں وہ ان علماء سے بہتر اور افضل تھا گو معتزلی تھا مگر اس کے ایمان نے گوارا نہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر داغ لگاوے بلکہ اس کے دل میں اسلامی غیرت اور محبت نے جوش مارا۔

اصل میں ان لوگوں میں تزکیہ نفس نہیں ہے۔ جب انسان تزکیہ نفس اختیار کرتا ہے تو قرآن شریف کے معانی اور معارف اس پر کھولے جاتے ہیں۔ [1]

ضرورتِ مجدّد

فرمایا۔ ان علماء نے ایسے عقائد کے ساتھ عیسائیوں کی بہت امداد کی ہے حضرت عیسٰیؑ کو خصوصیت کے ساتھ ایسے صفات دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے انسانوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ عیسائیوں کو اس سے مدد مل جاتی ہے کہ جب تم خود

---

[1] الحکم سے۔ ’’تزکیہ نفس ایک ایسی چیز ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے حصہ کی سمجھ اس کے بغیر آ ہی نہیں سکتی۔ جن لوگوں کا تزکیہ نفس ہوتا ہے اور جو پاک دل اور مطہر لوگ ہوتے ہیں ان کو بہت سی باتیں خود بخود ہی ایسی سوجھ جایا کرتی ہیں جو کہ قرآن مجید کے منشا کے مطابق ہوتی ہیں اور قرآن مجید خود بخود ہی حل ہوتا جاتا ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

کہتے ہو کہ یہ صفات کسی انسان میں نہیں پائے جاتے تو ضرور ہے کہ وہ خدا ہو جس میں خاص بلا شرکت غیر ایسے صفات پائے جاتے ہیں۔

اس وقت اسلام پر دو بڑے فتنے ہیں۔ ایک تو بیرونی فتنہ ہے کہ کئی لاکھ آدمی مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا ہے اور باقی بہت سے نیم مرتد پھرتے ہیں۔ ارتداد کے دروازے ہر طرف سے کھلے ہیں۔ دوسرا بیرونی[1] فتنہ ہے کہ مسلمان لوگ اپنے عقائد کے ساتھ اس ارتداد میں امداد کرتے ہیں کیا ایسے فتنہ عظیمہ کے وقت کسی مجدّد کے آنے کی ضرورت نہیں؟ قاعدہ ہے کہ جس قسم کی اصلاح کے واسطے کوئی شخص دنیا میں آتا ہے اس کے مطابق اس کا نام بھی رکھا جاتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں بڑا فتنہ عیسویت کا تھا۔ اس واسطے اس کی اصلاح کے واسطے جو مجدّد بھیجا گیا اس کا نام مسیح ہی رکھا گیا ہے۔[2]

بلا تاریخ

مُردہ کو ثواب کا پہنچنا

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مُردے کو کھانے کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور ساتھ ہی مختلف اشیاء کے نام لے لے کر تفصیل وار پوچھنا شروع کر دیا کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

طعام کا ثواب پہنچتا ہے بشرطیکہ حلال کا طعام ہو۔

قرآن شریف جس طرز سے حلقہ باندھ کر پڑھتے ہیں یہ تو سنّت سے ثابت نہیں۔ ملّاں لوگوں نے اپنی آمدن کے لیے یہ رسمیں جاری کر دی ہیں۔ ہاں اگر خدا چاہے تو مُردہ کے حق میں دعا بھی قبول ہو جاتی ہے لیکن یاد رکھو کہ اپنے ہاتھ سے ایک پیسہ دینا بھی بہتر ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی دوسرا آدمی اس کے عوض میں بہت سا مال خرچ کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ نیتوں کو

---

[1] یہ لفظ ''اندرونی'' ہے جو کاتب کی غلطی سے ''بیرونی'' لکھا گیا ہے (مرتّب)

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

جانتا ہے اور وہی ثواب پہنچانے والا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہے کہ مُردوں کو بھی ثواب مل جاتا ہے تو پھر تفصیلوں کی کیا ضرورت ہے؟ ایک صحابیؓ کا بیٹا دعا مانگا کرتا تھا کہ یا اللہ! مجھے بہشت بھی دے اور انار اور انگور بھی دے۔ صحابیؓ نے کہا کہ جب بہشت مل گیا تو انار انگور سب چیزیں اسی میں آگئیں۔ اس کی تفصیلوں کی ضرورت کیا ہے؟ اس عالم کی تفصیلیں ہو نہیں سکتیں۔ وہ تو ایک پوشیدہ اور مخفی عالم ہے۔

انسان کا اصل مقصد دین ہے

فرمایا۔ آج کل دنیا کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ تم لوگ اچھی طرح سے نظر ڈال کر دیکھ لو۔ شہروں اور بازاروں میں جا کر دیکھ لو۔ لاکھوں اور کروڑوں آدمی اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر محض دنیا کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسے آدمی تھوڑے نکلیں گے جو دین کی غرض سے پھرتے ہوں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے تو یہی دعا سکھلائی تھی کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحۃ:۷) کہ یا الٰہی وہ راہ دکھا اور اسی راہ پر چلنے کی توفیق دے جس پر چلنے سے منعم علیہ گروہ میں شامل ہو جاویں۔

اصلی مقصد انسان کا تو دین ہونا چاہیے اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ جو لوگ یہاں دین کی خاطر آتے ہیں ان کو کچھ دن ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ شاید کوئی مفید کلمہ ان کے کانوں میں پڑ جاوے بعض لوگوں کی کوششیں اور تدبیریں محض دنیا کمانے کی خاطر ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بڑی بڑی پنشنیں پا لیتے ہیں لیکن پھر بھی بس نہیں کرتے۔ اندر ہی اندر اس جستجو میں لگے رہتے ہیں کہ اب کوئی خطاب ہی مل جاوے لیکن جونہی یہ مال متاع چھوٹتا نظر آتا ہے اور موت سر پر آ جاتی ہے تب ہاتھ ملتے ہیں۔ کہ او ہو یہی دنیا تھی جس کے لیے ہم مارے مارے پھرتے تھے اور ہر وقت اسی کے فکر اور غم میں مبتلا رہتے تھے اور اس وقت سخت دکھ اور پریشانی ہوتی ہے اور اسی میں جان نکل جاتی ہے۔

فرمایا۔ جب ایک چیز کی کثرت ہو جاوے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی، پانی ہمارے لیے نہایت ہی ضروری ہیں مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا۔ لیکن اگر جنگل میں ہو اور کروڑ ہا روپیہ بھی پاس ہو۔ مگر پانی نہ ہو تو اس

وقت کروڑ ہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مَرتا ہے۔ دنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے؟ جس کے لیے انسان مارا مارا پھرتا ہے۔ ذرا سی بیماری آ جاوے۔ پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر سکھ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں آتا۔ جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرّہ ذرّہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔

صحبت صادقین

فرمایا۔ لوگ تلاش کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت ملے۔ لیکن یہ بات جلد بازی سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔ جب انسان کی روح پگھل کر آستانۂ الوہیت پر گرتی ہے اور اسی کو اپنا اصل مقصود خیال کرتی ہے تب اس کے لیے حقیقت کا دروازہ بھی کھولا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور صحبت صادقین سے یہ باتیں حاصل ہوا کرتی ہیں۔

دنیاداری کا انجام

فرمایا۔ لوگ دنیا کا حساب و کتاب کس قدر محنت سے یاد رکھتے ہیں لیکن عمر کا حساب نہیں رکھتے اور خیال بھی نہیں کرتے کہ اب عمر کا کس قدر حصہ باقی رہ گیا ہے اور اس کا اعتبار کیا ہے۔

فرمایا۔ دنیادار دنیا کے ہمّ وغم میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ انجام کا اسے بھولے سے بھی خیال نہیں گذرتا اور جس طرح ایک خارش والا بس نہیں کرتا جب تک کہ خون نہ نکل آوے۔ اسی طرح وہ بھی سیر نہیں ہوتا اور کتے کی طرح اپنا خون آپ پیتا ہے اور جانتا نہیں کہ دنیا کی زندگی چیز ہی کیا ہے۔ اسی واسطے اللہ کریم نے مسلمانوں کو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (الفاتحة:۷) والی دعا سکھائی ہے کہ جو لوگ اسی دنیا کے کیڑے ہوتے ہیں اور اسی دنیا کی خاطر رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دیتے ہیں اور پھر اسی دنیا میں ہی ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ان میں شامل ہونے سے بچا۔ یہ بڑے خطرہ کا مقام ہے۔ دیکھو! اب تو مَرنے کے لیے نئے نئے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ بہت سی ایسی بیماریاں نکل آئی ہیں جو بالکل نئی ہیں اور پھر طاعون کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ گھر کے گھر خالی ہو گئے ہیں

اور دنیا میں ایک تباہی آ گئی ہے۔[1]

۲۲؍اکتوبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ ظہر)

الہام کا دعویٰ کرنے والے لوگ

فرمایا۔ ہماری جماعت میں کوئی بیس پچیس بلکہ تیس کے قریب ایسے آدمی ہوں گے جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مجھے ان کے جنون کا ہی اندیشہ رہتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی حالت کا مطالعہ کرے اور اپنے اس معاملہ کو دیکھے جو وہ خدا کے ساتھ رکھتا ہے اور حدیث النفس کا خیال نہ رکھے۔ ایسے لوگوں کے خط جب مجھے آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ میں خوش ہووں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ان کو جنون نہ ہو جاوے۔ جب وہ خط میں پڑھتا ہوں تو بدن کانپ جاتا ہے اللہ کریم نے کاہنوں اور مجنونوں کی جو تردید کی ہے تو اسی واسطے کہ آخر ان کو بھی بعض باتیں معلوم ہو جایا کرتی ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے تعلق کو خدا سے پاک کرے۔ زانی، فاسق، فاجر تو ابھی توبہ کر سکتے ہیں مگر ایسے لوگ کبھی توبہ نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں اور ایسی باتوں سے اکڑ باز ہو جاتے ہیں۔

الزامی جواب دینے کی وجہ

فرمایا۔ موقع کے مناسب حال بعض اوقات الزامی جوابات دینے پڑتے ہیں۔ جب دل بہت دُکھایا جاتا ہے تو عیسائیوں کو متنبہ کرنے کے لئے کہ اگر جواب انہیں باتوں کو کہا جاتا ہے تو ایسا جواب ہم بھی دے سکتے ہیں۔ انہیں کی کتابوں سے وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں اور ایسے جواب قرآن مجید میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہ جواب صرف پادریوں کو متنبہ کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ورنہ حضرت عیسیٰؑ کو ہم خدا کا رسول اور خدا کا مقبول اور برگزیدہ سمجھتے ہیں۔[2]

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷

[2] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷، ۸

۲۳؍اکتوبر ۱۹۰۷ء (بوقتِ سیر)

انبیاء پر جادو اثر نہیں کرتا

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَیۡثُ اَتٰی (طٰہٰ:۷۰) دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا۔ آخر موسیٰؑ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا۔ یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں! اس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا گو انہوں نے سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔ آثار نبی جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے جو ماننے والی ہو وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے ایسی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اس سے تو ایمان اٹھ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا (بنی اسرآءیل:۴۸) ایسی ایسی باتیں کہنے

والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) سحر اور جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو پھر امت کا کیا ٹھکانا؟ وہ تو پھر غرق ہو گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسّ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں۔

مقام مریمی فرمایا۔ یہ بات ہمارے تو وہم وقیاس میں بھی نہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مریم رکھا ہے اور پھر اس میں نفخ روح کر کے عیسیٰ پیدا کیا ہے۔

فرمایا۔ باوجود براہین احمدیہ کے ریویو لکھنے کے کسی نے اس پر جرح نہیں کی کہ کیوں مریم نام رکھا۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اسی کتاب میں يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ کا الہام بھی درج ہے مگر اس طرف کسی نے ذرا بھی توجہ نہ کی۔[1]

بلا تاریخ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب کون ہے فرمایا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انبیاء کو گالی نکالتے ہیں۔ حالانکہ کسی کو وفات یافتہ کہنا گالی نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پا گئے تو اور کون ہے جو زندہ رہے؟ انہوں نے خود مر کر دکھایا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں اور پھر معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ کو وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا۔ اصل میں گالی تو یہ لوگ نکالتے ہیں جو افضل الرسل سید المعصومین کو (معاذ اللہ) شیطانی مسّ سے آلودہ سمجھتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو پاک سمجھتے ہیں۔ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ یہ لوگ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء سمجھتے ہیں۔ انہیں کا کلمہ پڑھتے اور انہیں کی امت سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر پھر

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

انہیں سے نافرمان ہوکر انہیں پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ آخری زمانہ ہے اگر عیسائی ہدایت پا جائیں تو پا جائیں مگر یہ لوگ اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اسی کی تائید پر زور دیں گے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ مانگا گیا تھا۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ (بنی اسرآءیل: ۹۴) یعنی آسمان پر چڑھ جاؤ کہا گیا تھا تو خدا تعالیٰ نے یہی جواب دیا تھا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرآءیل: ۹۴) یعنی خدا اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے وعدے کا تخلّف کرے میں تو ایک بشر رسول ہوں۔ بشر رسول آسمان پر نہیں جایا کرتے۔ اب یہ لوگ جو حضرت عیسٰیؑ کو آسمان پر چڑھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے بشر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ بشر کے لیے تو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اصل میں یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس نہیں وہ بے ایمان ہے۔ خدا تعالیٰ تو ایک مومن کا بھی پاس کرتا ہے جیسے فرمایا وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (اٰلِ عمران: ۶۹) وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (الجاثیة: ۲۰) افسوس ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے کیسے الزام لگائے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک چاروں طرف دوڑو۔ کسی سچے مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسٰیؑ تو مسّ شیطان سے پاک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) پاک نہیں۔ اس بات کا ہمیں کوئی جواب دے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یونس [1] سے بھی گئے گذرے ہو گئے؟ افسوس کہ ان لوگوں نے دین کا ستیاناس کر دیا۔ جب کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں کہ آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا دیں اس کے بعد ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہوگا بلکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے تو ہمیں بتلاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھنے سے کیوں انکار کر دیا تھا اور کیوں کہہ دیا تھا کہ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا اور پھر ان لوگوں کے پاس اگر کسی بشر کے آسمان پر جانے کی نظیر موجود تھی تو وہ پیش کر دیتے۔ کیوں وہ اس

[1] یہ فقرہ ''حضرت عیسٰیؑ سے بھی گئے گذرے ہو گئے'' ہونا چاہیے کیونکہ انہیں کا ذکر چل رہا ہے۔ غالباً سہو کتابت سے ''یونس'' لکھا گیا ہے۔ (مرتّب)

جواب کے سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ ہمیں بتلاؤ کہ جب انہوں نے آسمان پر چڑھتے دیکھ کر ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا تو کیوں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر چڑھ کر دکھایا۔ یہ کیوں کہہ دیا کہ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (بنی اسرآءیل: ۹۴) ؟؟

سبحان کا لفظ اس واسطے بولا گیا ہے کہ سبحان کے معنے ہیں ہر عیب سے مبرّا۔ لیکن وعدہ کو توڑنا تو سخت عیب ہے۔ خدا نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا اَحۡیَآءً وَّ اَمۡوَاتًا (المرسلات: ۲۶، ۲۷) جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کے سمیٹنے کے لیے کافی بنایا ہے اور اس میں ایک کشش ہے جس کی وجہ سے زمین والے کسی اور جگہ زندگی بسر کر ہی نہیں سکتے۔ اب اگر بشر آسمان پر گیا ہوا مان لیا جاوے تو نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ خدا نے اپنا وعدہ توڑ دیا۔ غرض اسی کی تائید کے واسطے سبحان کا لفظ بولا گیا ہے کہ اللہ بے عیب ہے وہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا اور میں تو ایک بشر ہوں۔ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔

وفات کے بارہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اقرار

اور پھر دیکھو کہ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ میں حضرت عیسٰیؑ کا صاف طور پر اقرار موجود ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں۔ اب ان لوگوں کی یہ عجیب قسم کی مولویت ہے کہ حضرت عیسٰیؑ تو قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ میں دوبارہ زمین پر نہیں گیا اور عیسائیوں کے بگڑنے کا جب ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ کانوں پر ہاتھ دھریں گے اور اپنی بے خبری جتلائیں گے۔ لیکن یہ ہیں کہ ان کو دوبارہ اتار رہے ہیں۔ اب انصاف سے بتلاؤ کہ کیا یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں؟ سوچو تو سہی کہ وہ تو بے چارے بار بار خدا تعالیٰ کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ عیسائیوں نے مجھے پوجا ہے یا کسی اور کو۔ اور اپنے خدا یا خدا کا بیٹا بنائے جانے سے لاعلمی ظاہر کریں گے مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دنیا میں نازل ہوں گے۔ کسر صلیب کریں گے لڑائیاں کریں گے اور سب مشرکوں کو قتل کر کے مسلمان کر دیں گے۔ جس سے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور باوجود عیسائیوں کے اعتقاد سے خبر رکھنے کے لاعلمی ظاہر کریں گے۔

مامور من اللہ کی صداقت کے نشان

اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اس کے لیے چند نشان ہوا کرتے ہیں جن سے اس کی سچائی پرکھی جاتی ہے۔

اوّل یہ کہ وہ پاک اور صاف تعلیم لے کر آتا ہے جب اس کی تعلیم گندی ہوگی تو اس کو قبول کون کرے گا؟ دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیسی پاک ہے۔ اس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں اور کسی قسم کے شرک کی گنجائش نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ بڑے بڑے نشان ہوتے ہیں اور وہ نشان ایسے ہوتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی دنیا میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تیسرے یہ کہ گذشتہ انبیاء کی جو پیشگوئیاں اس کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس پر صادق آتی ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس وقت زمانہ کی حالت خود ظاہر کرتی ہے کہ کوئی مامور من اللہ آوے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ سچے مدعی کا صدق اور اخلاص، استقلال اور تقویٰ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور اس میں ایک کشش ہوتی ہے جس سے وہ اوروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

تمام قرآن مجید میں یہی موٹی باتیں ہیں جن سے کسی مامور کی سچائی کا پتا لگتا ہے۔ اب جس کو ایمان کی ضرورت ہے وہ یہی پانچ علامتیں پیش کر کے ہمارا امتحان کر لے۔

اس صدی کا مجدّد کون ہے

اور پھر دیکھو کہ یہ لوگ خود بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد آیا کرتا ہے لیکن افسوس کہ بقول ان کے چودھویں صدی کے سر پر کوئی مجدّد نہ آیا۔ حالانکہ چوتھائی حصہ صدی کا گذر بھی گیا ہے اور ہزار ہا لوگ دین اسلام سے مرتد بھی ہو چکے ہیں۔ ہر ایک خاندان اور ہر ایک قوم کے لوگ عیسائی بن چکے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ اگر ایک مسلمان بھی مرتد ہو جاتا تھا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی، لیکن اب تو ہر ایک قوم سادات، مغل، قریش، پٹھان اور ہر ایک طبقہ کے لوگ عیسائی مذہب میں موجود ہیں اور مخلوق پرستی کا وہ طوفان برپا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسا سننے میں نہیں آیا۔ تو اب بتلاؤ کہ جن صدیوں میں

ایسا طوفان نہ تھا ان میں تو مجدّد آتے رہے لیکن جس صدی میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے ہزار ہا سامان پیدا ہو گئے اور لاکھوں انسان مرتد ہو گئے اور بے دینی اور فسق و فجور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور صدی میں سے پچیس برس گذر بھی گئے اس میں کوئی مجدّد نہ آیا۔ اور جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس صدی کا مجدّد میں ہوں تو اسے دجّال سمجھا جاتا ہے اور کذاب اور مفتری خیال کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ ہمارے انجام کو دیکھتے۔ ہم نے ایک سو ستاسی نشانات کتاب حقیقۃ الوحی میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ درج کئے ہیں۔ اب ان کو چاہیے کہ کسی جھوٹے میں وہ نشانات ثابت کریں۔

ہمارا موقف

تعلیم کی نسبت سن لو کہ ہم ان تمام ناپاکیوں کو دور کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسّ شیطان سے پاک نہیں ہم کہتے ہیں کہ وہ افضل الرسل، سید المعصومین، رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین ہیں اور مسّ شیطان سے سب سے بڑھ کر پاک ہیں اور تمام کمالات نبوت انہیں کی ذات پاک پر ختم ہو گئے ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ کوئی بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔ قرآن مجید میں صاف طور پر سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ھَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (بنی اسرآءیل: ۹۴) لکھا ہے اور پھر اسی قرآن مجید میں فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ بھی درج ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئے ہوتے کسر صلیب کی ہوتی، کافروں کو قتل کیا ہوتا۔ تو کیا ان کو قیامت کے دن خدا کے حضور میں یہی جواب دینا چاہیے تھا کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی خبر نہیں؟ باوجودیکہ دوبارہ آکر انہوں نے کافروں اور مشرکوں کو مسلمان کیا۔ اپنے ذاتی مشاہدہ سے تمام حالات معلوم کر لیے مگر خدا کے روبرو کہیں گے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی خبر نہیں۔ کیا وہ خدا کے عرش کے سامنے جھوٹ بولیں گے اور خدا خاموش ہو رہے گا؟ کیا خدا اتنا بھی نہ کہے گا کہ تم کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ تم تو دوبارہ دنیا میں گئے تھے۔ عیسائیوں کو تم نے مسلمان کیا تھا پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ اس کی خبر نہیں؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ عدالتوں میں بھی انسان حلف دروغی کے باعث

پکڑا جاتا ہے تو کیا خدا کی درگاہ میں جھوٹ کی پُرسش نہیں ہوگی؟ افسوس کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات اور صفات کو بٹہ لگایا۔ قرآن مجید کی توہین کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ تمام راستبازوں کی توہین کی۔ اب ایسے مذہب کو کون قبول کرے؟ ایسی باتیں تو وہی بولے گا جس کو خدا کا خوف نہ ہو۔ دوسرا شخص ایسی باتوں کو کب مان سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ

بار بار ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے نبی اور رسول ہونے کی دلیل کیا ہے؟

اوّل تو ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ صرف نبی یا رسول ہونے کا نہیں ہے اور نہ ہم کسی شریعت لانے کے مدعی ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ میں ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی اور وہ نبوت براہ راست نہیں بلکہ امتی ہونے کی کامل برکات نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضِ تامہ نے مجھے یہ درجہ نبوت بخشا ہے اور درحقیقت وہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو میرے آئینہ صافیہ میں جلوہ نما ہوئی ہے اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ میرے پاس بھی اپنی اس قسم کی نبوت کے وہی دلائل ہیں جو سب انبیاء کے پاس ہوتے چلے آئے ہیں۔ بعض انبیاء کے پاس تو صرف ایک دلیل تھی۔ کہاں لکھا ہے کہ ان کے پاس پچاس یا ساٹھ نشان تھے بلکہ اکثر انبیاء کے لئے نو یا اس سے بھی کم نشان ہوا کرتے تھے لیکن ہم نے تو نہایت اختصار کے ساتھ ۱۸۷ نشان حقیقۃ الوحی میں لکھ دیئے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ابھی بڑے بڑے نشانوں کا وعدہ کرتا ہے۔ کم از کم یہ لوگ کچھ مدت کے لیے کف لسان اختیار کرتے اور ہمارے انجام کو دیکھتے۔ مگر افسوس کہ بغیر کسی یقینی علم اور پختہ دلیل کے ہماری تکفیر اور تکذیب پر آمادہ ہو گئے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرآءیل: ۳۷) اور اگر حضرت عیسیٰ کے مَرنے پر ان لوگوں کو طیش آتا ہے تو یہ سچی بات ہے کہ وہ مَر گئے ہیں اور سب انبیاء مَرتے ہی آئے ہیں۔ آخر یہ لوگ بھی تو مانتے ہیں کہ وہ دوبارہ آ کر مَریں گے پھر تکفیر کے کیا معنے؟

الزامی جوابات دینے کی وجہ

باقی رہا یہ کہ عیسائیوں کو جواب دیتے وقت بعض اوقات سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو یہ بات بالکل صاف

ہے جب ہمارا دل بہت دُکھایا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے ناجائز حملے کئے جاتے ہیں تو صرف متنبہ کرنے کی خاطر انہیں کی مسلّمہ کتابوں سے الزامی جواب دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ ہماری کوئی بات ایسی نکالیں جو حضرت عیسٰیؑ کے متعلق ہم نے بطور الزامی جواب کے لکھی ہو اور وہ انجیل میں موجود نہ ہو۔ آخر یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سن کر چپ رہیں اور اس قسم کے جواب تو خود قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں جیسے لکھا ہے اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى (النجم:۲۲) اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ (الصّٰفّٰت:۱۵۰) وہ لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تمہارے بیٹے اور ہماری بیٹیاں؟

غرض الزامی رنگ کے جواب دینا تو طریق مناظرہ ہے۔ ورنہ ہم حضرت عیسٰی کو خدا تعالیٰ کا رسول اور ایک مقبول اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں اور جن لوگوں کا دل صاف نہیں ان کا فیصلہ ہم خدا پر چھوڑتے ہیں۔[1]

بلا تاریخ

بد دعا دینا اچھا نہیں فرمایا کہ ذرا ذرا سی بات پر بد دعا دینا اچھا نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں حکم آیا ہے کہ صبر کرو۔ (جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر بد دعا دیتے ہیں اکثر انہیں پشیمان ہونا پڑتا ہے کیونکہ اس وقت تو وہ جوش میں آکر کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں اور پیچھے جب سوچتے ہیں تو خود ان کا نفس ان کو ملامت کرتا ہے کہ اس قدر خفیف معاملہ پر اس قدر خفگی اور ناراضگی دکھائی جو اخلاق کے سراسر برخلاف ہے۔)

حرام و حلال فرمایا کہ جو چیز بُری ہے وہ حرام ہے اور جو چیز پاک ہے وہ حلال۔ خدا تعالیٰ کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرماتا ہے۔ ہاں جب پاک چیزوں ہی میں بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہو جاتی ہیں۔ اب

---

[1] الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ رنومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳، ۴

شادی کو دَف کے ساتھ شہرت کرنا جائز رکھا گیا ہے لیکن اس میں جب ناچ وغیرہ شامل ہو گیا تو وہ منع ہو گیا۔ اگر اسی طرح پر کیا جائے جس طرح نبی کریمؐ نے فرمایا تو کوئی حرام نہیں۔

خدا تعالیٰ کے فیصلوں پر انشراح

برادرم[1] مبارک احمد کی وفات پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ اتنی مدت سے ہم پر رحم کرتا آیا ہے۔ ہر طرح سے ہماری خواہش کے مطابق کام کرتا آیا ہے اور اس نے اٹھارہ برس کے عرصہ میں ہم کو طرح طرح کی خوشیاں پہنچائیں اور انعام واکرام کئے۔ گویا اپنی رضا پر ہماری رضا کو مقدم کر لیا۔ پھر اگر ایک دفعہ اس نے اپنی مرضی ہم کو منوانی چاہی تو کون سی بڑی بات ہے۔ اگر ہم باوجود اس کے اس قدر احسانات کے پھر بھی جزع فزع اور واویلا کریں تو ہمارے جیسا احسان فراموش کوئی نہ ہوگا۔ اور پھر اس نے تو پہلے ہی اطلاع دے دی تھی کہ یہ جلد فوت ہو جائے گا جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ دوستی تو اسی کو کہتے ہیں کہ کچھ دوست کی باتیں مانی جاویں اور کچھ اس کو منوائی جاویں۔ یہ تو دوستی نہیں کہ اپنی ہی اپنی منواتے جانا۔ اور جب دوست کی بات ماننے کا وقت آئے تو بُرا منانا۔ پس جبکہ ہم نے خدا تعالیٰ سے تعلق کیا ہے تو چاہیے کہ کچھ اس کی مانیں اور کچھ اس سے منوائیں۔[2]

بلا تاریخ

(القول الطیّب)

مغربی اقوام کے بارہ میں پیشگوئیوں کا ظہور

جنگوں میں کام آنے والے نئے بیلون کا ذکر تھا اور اس اَمر کا ذکر تھا کہ بعض انگریز اس

---

[1] یہ فقرہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس وقت تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے۔ (مرتّب)

[2] بدر جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸

تجویز میں ہیں کہ مریخ سیارے کے لوگوں سے باتیں کی جاویں۔

فرمایا۔ یہ وہی بات پوری ہو رہی ہے جو ان کی نسبت پہلے سے کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے۔

فرمایا۔ ان لوگوں کے واسطے خدا تعالیٰ نے ہر اَمر کے واسطے طاقت کھول دی ہے۔ دیکھئے! انجام کیا ہوتا ہے؟

سیّد احمد صاحب مثیل یوحنا تھے

فرمایا۔ جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یوحنا نبی خدا تعالیٰ کی توحید کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم سے پہلے اسی ملک پنجاب میں سیّد احمد صاحب توحید کا وعظ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ بھی ایک مماثلت تھی جو خدا تعالیٰ نے پوری کر دی۔

خدا کی اولاد سے مراد

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہم کو مخاطب کیا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ اس جگہ یہ تو نہیں کہ تو میری اولاد ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ بمنزلہ اولاد کے ہے یعنی اولاد کی طرح ہے اور دراصل یہ عیسائیوں کی اس بات کا جواب ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کو حقیقی طور پر ابن اللہ مانتے ہیں۔ حالانکہ خدا کی کوئی اولاد نہیں اور خدا نے یہودیوں کے اس قول کا عام طور پر کوئی ردّ نہیں کیا جو کہتے تھے کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ (المائدۃ:۱۹)

بلکہ یہ ظاہر کیا ہے کہ تم ان ناموں کے مستحق نہیں ہو۔ دراصل یہ ایک محاورہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کے حق میں اکرام کے طور پر ایسے الفاظ بولتا ہے۔ جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں اور جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ اے بندے! میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ دیا اور میں بھوکا تھا تو نے مجھے روٹی نہ دی۔ ایسا ہی توریت میں بھی لکھا ہے کہ یعقوب خدا کا فرزند بلکہ نخست زادہ ہے۔ سو یہ سب استعارے ہیں جو عام طور پر خدا تعالیٰ کی عام کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور احادیث میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ میرے حق میں اسی واسطے استعمال کئے ہیں کہ تا عیسائیوں کا ردّ ہو۔ کیونکہ باوجود ان لفظوں کے میں کبھی ایسا دعویٰ

نہیں کرتا کہ نعوذ باللہ میں خدا کا بیٹا ہوں بلکہ ایسا دعویٰ کرنا کفر سمجھتے ہیں اور ایسے الفاظ جو انبیاء کے حق میں خدا تعالیٰ نے بولے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑا عزّت کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا قُلْ یٰعِبَادِیَ (الزمر:۵۴) جس کے معنے ہیں کہ اے میرے بندو!

اب ظاہر ہے کہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے بندے تھے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے۔ اس فقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کا اطلاق استعارہ کے رنگ میں کہاں تک وسیع ہے۔

کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر

ابوسعید عرب صاحب جو حال میں کشمیر کی سیاحت سے واپس آئے ہیں۔ انہوں نے حضرت اقدس (علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کی کہ کشمیر کے اندر عام لوگ تو اب تک حضرت عیسیٰؑ کی قبر کو پہلے کی طرح نبی صاحب کی قبر یا عیسیٰؑ کی قبر کہتے ہیں مگر وہاں کے علماء جو اس سلسلہ احمدیہ کے حالات سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بسبب عداوت اب ایسا کہنا چھوڑ دیا ہے تا کہ اس فرقہ کو مدد نہ ملے۔

حضرت نے فرمایا۔ اب ان لوگوں کی ایسی کارروائیوں سے کیا بنتا ہے جبکہ پرانی کتابیں جو کشمیر میں اور دوسری جگہوں میں موجود ہیں اور ایک عربی پرانی کتاب گیارہ سو برس کی جو کسی فاضل شیعہ کی تصنیف ہے۔ اس میں یُوز آسف کو شاہزادہ نبی لکھا ہے اور اس کی قبر کشمیر میں بتلائی ہے اور اس کا وقت بھی وہی لکھا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت تھا۔ عیسائی بھی تو یہاں تک قائل ہو گئے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کا حواری تھا اور اس کے نام پر سِسلی میں ایک گرجا بھی بنا ہوا ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ حواری کون تھا جو شہزادہ بھی کہلایا ہو اور نبی بھی کہلایا ہو؟ اس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔ [1]

---

[1] بدر جلد ۶ نمبر ۴۵ مورخہ ۷ رنومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

ترجمہ فارسی عبارات مندرجہ
ملفوظات جلد نہم

از صفحہ نمبر	ترجمہ فارسی
۳	میں خربوزہ کے برابر حصہ رکھتا ہوں۔
۴	ہاتھ کام میں ہو اور دل محبوب (خدا) کے ساتھ۔
۹	دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔
۳۳	دل محبوب (خدا) کے ساتھ اور ہاتھ کام میں ہو۔
۳۶	اگرچہ محبوب تک رسائی پانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو پھر بھی، عشق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تلاش میں جان لڑا دی جائے۔
۵۵	بارگاہ فرقان کی دلہن تب نقاب اٹھاتی ہے جب باطن کی بستی کو ہر قسم کے شور و شر سے خالی کر لیا جائے۔
۷۱	سنا ہوا اور دیکھا ہوا کب برابر ہو سکتے ہیں۔
۹۵	بات جو (کسی) دل سے نکلتی ہے وہ (دوسروں کے) دل میں بیٹھ جاتی ہے۔
۱۰۰	خدا کو خدا کی ہستی سے پہچانا جا سکتا ہے۔
۱۱۹	قطب شیر کی مانند ہے شکار کرنا اسی کا کام ہے باقی سب اس کا بچا کھچا کھانے والے ہیں۔
۱۲۰	کسی کی موت پر خوشی مت مناؤ کیونکہ اس کے بعد تیری زندگی کا عرصہ بھی زیادہ باقی نہیں رہے گا۔
۱۵۹	خدا تعالیٰ کے بعد تو ہی بزرگ و برتر ہے۔ حق بات ہی ہے۔

از صفحہ نمبر	ترجمہ فارسی
۱۷۰	خدا کے بندے خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔
۱۸۸	خدا تعالیٰ جس قوم کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے اسے عادل اور نیک بادشاہ عطا فرماتا ہے۔
۲۰۷	استاد کی جگہ خالی ہوتی ہے۔
۲۱۴	عیسائی ہو جا پھر جو چاہے کر۔
۲۲۵	وہ دن آرہا ہے کہ وہ تکلیف سے رہائی پائے۔
۲۴۹	تیری زلف کا تصور جمانا کچے آدمیوں کا کام نہیں کیونکہ تیری زلفوں کے سایہ میں آنا چالاکی کا طریقہ ہے۔
۲۵۳	جب خدا تیرا ہے تو تجھے کیا غم ہوسکتا ہے۔
۲۵۴	اے شخص! جس نے یونانیوں کی حکمت پڑھی ہے، ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ۔
۲۵۸	تو اپنے نصیبہ کا پھل خوب کھائے گا بشرطیکہ میرا دوست بن جائے۔
۲۶۴	اے سعدی! اگرچہ وطن کی محبت (کا جزو ایمان ہونا) صحیح حدیث ہے لیکن محض اس لئے کہ میں یہاں پیدا ہوا تھا تنگ دستی سے مَرا نہیں جاتا۔
۲۸۰	تو خدا کا طالب بھی بنتا ہے اور حقیر دنیا کا بھی، یہ محض وہم ہے، ناممکن ہے، دیوانگی ہے۔
۲۸۰	بے ثبات زندگی پر بھروسہ نہ رکھو زمانہ کی چالوں سے بےفکر مت رہو۔
۲۸۰	موت کا دن تو مخفی ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مَرنے کے دن میرا محبوب اور میرا معشوق میرے پاس ہو۔
۳۰۶	شروع میں عشق بہت منہ زور اور خونخوار ہوتا ہے تا وہ شخص جو صرف تماشائی ہے بھاگ جائے۔

انڈیکس

(ملفوظات جلد نہم)

مرتّبہ: سید عبدالحی

۱۔ آیاتِ قرآنیہ	....	۳
۲۔ کلید مضامین	....	۸
۳۔ اسماء	....	۳۶
۴۔ مقامات	....	۵۶

آیات قرآنیہ

ترتیب۔ بلحاظ سورۃ

الفاتحة

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (۵) ۳۱۳
اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ
اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ (۶،۷)
۳۱۴،۳۲۶،۳۲۷

البقرة

الٓمّٓ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۛ فِیۡہِ ۚۛ ھُدًی
لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (۲،۳) ۵۴،۵۵،۲۱۰
الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (۴) ۵۵
خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ (۸) ۲۳۱
فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَ لَھُمۡ
عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ (۱۱)
۲۶،۲۴۲،۲۶۰
وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا
خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِہِمۡ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا مَعَکُمۡ
اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَہۡزِءُوۡنَ (۱۵) ۲۲۱
خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (۳۰) ۱۷۰
سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (۳۳) ۱۳۳
فَاَنۡزَلۡنَا عَلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا
مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ (۶۰) ۱۵۸
وَ اللّٰہُ مُخۡرِجٌ مَّا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ (۷۳) ۲۷۲
اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ
قَدِیۡرٌ (۱۰۷) ۱۶۱
وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ ..... وَ اُولٰٓئِکَ
ھُمُ الۡمُھۡتَدُوۡنَ (۱۵۶ تا ۱۵۸) ۲۵۶،۲۵۷
فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ
اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ (۱۸۵)
۲۶۹،۲۹۸
اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ (۱۸۷) ۱۶۳
وَ قَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ (۱۹۱) ۲۴۶
فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ
اَشَدَّ ذِکۡرًا (۲۰۱) ۲۹۱
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ (۲۲۳) ۳۶

اٰلِ عمران

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ
یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (۳۲) ۶۸
اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ
الرَّجِیۡمِ (۳۷) ۳۲۳،۳۲۴
وَ جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ (۵۶) ۳۰۴
اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (۶۰) ۳۱۹
لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ (۶۲) ۱۵۵
وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۶۹) ۳۳۱

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا
تُحِبُّوْنَ (۹۳) ۳۲
مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِ الرُّسُلُ (۱۴۵) ۲۰۱

النّسآء

مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (۴) ۸۰
مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ
جَهَنَّمُ (۹۴) ۱۰۳، ۱۰۴
مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ
وَ اٰمَنْتُمْ (۱۴۸) ۱۱۶، ۱۲۷

المآئدة

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (۱۴) ۳۱۶
نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ (۱۹) ۳۳۸
وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ....
وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (۱۱۷، ۱۱۸) ۱۲۵
هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (۱۲۰) ۱۲۵

الانعام

قُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۴۶) ۱۵۵
وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (۹۲) ۲۸۱
اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (۱۲۰) ۲۲۸

الاعراف

اُدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۳۰) ۳۱۲
لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۳۵)
۲۴۹، ۲۸۰
تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (۵۶) ۱۹۹
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ (۱۵۹) ۳۱۸
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (۱۷۳) ۱۱۱
اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (۱۸۰) ۱۶۱
اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (۲۰۰) ۱۰۷
دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (۲۰۶) ۱۹۹

الانفال

لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ (۲۴) ۱۵۴
اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۲۹) ۲۴
وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ (۳۴) ۱۶۹

التّوبة

نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (۸۱) ۲۵۹
يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ
السَّوْءِ (۹۸) ۱۵۵، ۱۵۶
كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱۹) ۶

يونس

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۶۵) ۵۳
قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ
بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۹۱) ۲۴۹

يوسف

مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ (۹۱) ۲۹۵
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (۹۳) ۳۱۷

الرّعد

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا
مَا بِاَنْفُسِهِمْ (۱۲) ۱۱۶، ۲۲۶
كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ (۴۴) ۱۶۰

ابراھیم

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (۱۶) ۱۵۴

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۰)

۳۱۷،۱۱۴،۵۸

النّحل

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (۱۲۹) ۱۵۷

بنی اسرآءیل

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۶) ۲۹۳

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (۳۷) ۳۳۵

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (۴۸) ۳۲۹

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ

الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (۵۹)

۲۹۳،۲۲۹،۲۲۶،۱۰۸،۶۱

شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ (۶۵) ۳۱۸

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (۶۶) ۳۲۲

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ.... قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۴)

۳۳۴،۳۳۲،۳۳۱،۳۱۹

الکھف

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (۱۰۶) ۲۸۰

طٰهٰ

لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (۷۰) ۳۲۹

الحج

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (۴۰)

۲۴۶،۱۰۷

اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

تَعُدُّوْنَ (۴۸) ۹۷

النُّور

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ

ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۸) ۱۱۰،۸۱

الفرقان

يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (۶۵) ۱۶۱،۴۹

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ (۷۸)

۲۳۹،۲۲

الشّعرآء

وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ (۱۵) ۱۶۶

العنکبوت

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا

وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۳) ۳۰۶،۲۷۹،۲۵۹،۱۰۴

الرّوم

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (۳۳) ۲۴۲

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (۴۲) ۳۱۷

الاحزاب

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ (۱۴) ۲۵۹

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا

اللّٰهَ عَلَيْهِ... وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (۲۴) ۲۸۵،۲۷۹

لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا (۶۱) ۱۵۶

فاطر

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (۲۵) ۳۱۶

یٰسٓ

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (۵۹) ۲۰۷

بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (۸۴) ۱۵۸

الصّٰٓفّٰت

خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (۹۷) ۳۵

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ (۱۵۰) ۳۳۶

صٓ

خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ (۴۵) ۱۰۸

الزّمر

قُلْ یٰعِبَادِیَ (۵۴) ۳۳۹

المؤمن

اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۶۱) ۶۹، ۲۵۶، ۲۵۷

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ (۷۹) ۳۱۶

حٰمٓ السّجدة

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۳۱) ۵۳

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ .... كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (۳۵) ۱۰۷

الجاثیة

وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (۲۰) ۳۳۱

مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ (۲۵) ۴۹

محمّد

یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۱۳) ۴۹، ۲۳۹

الفتح

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۱۱) ۲۹۱

الذّٰریٰت

وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ (۲۳، ۲۴) ۱۵۶، ۲۸۱، ۲۸۲

النّجم

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی (۲) ۲۵۰

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰی (۲۲) ۳۳۶

الرّحمٰن

كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (۲۷) ۹۷

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۶۱) ۴۱، ۱۷۹

الواقعة

لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۸۰) ۵۴

الحشر

قُلُوْبُهُمْ شَتّٰی (۱۵) ۱۷۷

الجمعة

وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (۴) ۲۸۶

الطّلاق

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۳،۴) ۱۵۶

التّحریم

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (۷) ۲۳۹

القلم

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ (۴۹) ۱۵۳

الحاقة

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۵ تا ۴۷) ۱۱۵

نوح

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (۲۷) ۱۵۴

الجنّ

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (۲۷،۲۸) ۱۷۴، ۲۸۳

المدثر

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۶) ۱۴۵، ۱۹۹، ۲۹۰

المرسلٰت

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا (۲۶،۲۷) ۳۳۲

التّکویر

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۵) ۶۱، ۲۴۵

الاعلیٰ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۱۵) ۲۹۴

الشّمس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (۱۰) ۱۷۳، ۳۱۰
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (۱۶) ۲۵۰

الضّحٰی

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۷) ۱۰۸

الم نشرح

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۳،۴) ۲۷۹
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۷) ۱۱۴

العلق

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷،۸) ۱۸۷

الماعون

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۵،۶) ۳۱۱

الکوثر

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۴) ۲۸۳

النّصر

وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۳) ۱۶۱، ۳۱۷

الاخلاص

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۲ تا ۴) ۱۶۱

کلید مضامین

آ

آریہ دھرم

عقائد اور تعلیمات

غیر معقول عقائد ۶
ان کے عقیدہ کے موافق اللہ تعالیٰ کی
ہستی پر کوئی دلیل نہیں ۵۲
نظریہ نجات ۱۳۷
آریوں کے نزدیک ترقی کے اصول ۲۵۳
آریوں پر حجّت ۱۲۹

آریہ مذہب کا خاتمہ

اب اس کا خاتمہ ہے ۱۷۷
ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے جو یہ
(آریہ) تباہ ہوجائیں گے ۲۵۵

متفرق

رسالہ شبھ چنتک کا اجرا اور تباہی ۱۵۴
آریہ لیڈروں کی جلاوطنی ۱۹۷
اپنے محسن کے ساتھ بدسلوکی کی فطرت ۱۹۱
قادیان کے آریوں کا تعصب اور حق پوشی
۷۸، ۷۹
کتاب ''قادیان کے آریہ اور ہم'' کی
اشاعت کے بعد آریوں پر فرض ۱۲۹

آزادی

انگریزوں کی مذہبی آزادی پر اظہار تشکر ۳۸

ابتلا

ایمان کی شرط ہے ۱۰۴
ایلام برنگ انعام ۲۶
ابتلاؤں کی برکات ۲۴۲

احمدیت

مقام

دنیا کی واحد جماعت جس کا امام ہے ۱۷۷
سلسلہ کو اختیار کرنا بھی خدا تعالیٰ کا فضل
ہے انسان کی بہادری نہیں ۲۱۶
حق پر ہونے کی وجہ سے غالب رہتی ہے ۱۰
سچے احمدیوں کو طاعون سے بچائے
جانے کا وعدہ ۱۴۶
ہماری جماعت کا کوئی آدمی اگر طاعون
سے مرے تو وہ شہید ہے ۱۷۵
اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ کے رنگ
میں رنگین کرنا چاہتا ہے ۲۸۵
قرآن شریف میں ہماری جماعت کے
متعلق لکھا ہے وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا
یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ (الجمعة: ۴) ۲۸۶

ہماری جماعت کا ایمان تو صحابہ والا چاہیے
جنہوں نے اپنے سر خدا تعالیٰ کی راہ میں
کٹوا دیئے ۲۵۹
دشمنوں سے امتیاز ۱۵۸
چھپے ہوئے مرتد ۲۳

قیام کی غرض

سلسلہ کے قیام کی غرض ۲۶
اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ اس واسطے قائم کیا
ہے کہ لوگ نئے طور پر اس کی ہستی پر ایمان
اور یقین حاصل کریں ۳۷
سلسلہ کے قیام کی غرض اسلام کے زندہ
مذہب ہونے کی گواہی دینا ہے ۵۸

عقائد

ہمارے عقائد ۴۳، ۷۴
دوسرے مسلمانوں سے اختلاف ۲۰۰

مسائل فقہ

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ، جن کی سنت
تائید کرتی ہو، کے بعد فقہ حنفی پر عمل کیا جائے ۷۴
فدیہ رمضان مرکز میں بھیجنا جائز ہے ۷۵
غیر احمدی والدین کی احمدی لڑکی کا نکاح ۳۰۲
اگر کسی احمدی کا کوئی بھی جنازہ نہ پڑھے ۱۷۶، ۱۷۷

مخالفت

سچے سلسلہ کی مخالفت زیادہ ہوتی ہے ۲۲۰
تمام مذاہب احمدیت کی مخالفت میں ایک
ہو جاتے ہیں ۱۸۷
جہاں ہماری مخالفت میں شور اٹھا ہے وہاں
ہی زیادہ جماعت تیار ہوئی ہے ۲۲۱
جماعت کے خلاف علماء کے فتاویٰ ۱۸۰
مخالفوں کا انکار ہمارے لیے بہتر ہے ۱۵۴
بعض علماء کے سلسلہ میں داخل نہ ہونے
میں بھی کوئی حکمت ہے ۱۵۴

نصائح

دوسروں سے اپنے اندر مابہ الامتیاز پیدا کرو ۲۵۲
تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر
گواہی دیں ۲۳۹
ہماری جماعت کو ایسا نمونہ دکھانا چاہیے کہ دشمن
پکار اٹھیں کہ یہ ہم سے اچھے ہیں ۲۳۸
مبارک ہے وہ جو دین کو اور خدا تعالیٰ کو سب
چیزوں پر مقدم رکھتا ہے ۱۹۵
اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلاؤ ۲۴۸
جماعت کے لیے حضور کی نصائح ۶۵
تقویٰ کی نصیحت ۱۵۷
ترقی کا راز ۲۵۳
رفق اور نرمی کی تلقین ۶۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو
اپنا اُسوہ بناؤ ۳۲
نشانات کی ناقدردانی نہ کریں ۲۸۹
کوئی کتا اور بلی بھی ان کے احسان سے
محروم نہ رہے چہ جائیکہ بنی آدم ۲۸۹
ہماری جماعت کو علم دین میں تفقہ
پیدا کرنا چاہیے ۱۶۸
اخلاص کی ایک علامت تکلیف کے وقت
دعا کے لیے لکھنا ۱۹۳
ہماری جماعت کو چاہیے کہ راتوں کو رو رو کر
دعائیں کریں ۶۹

کمزور احمدیوں کو حقارت سے دیکھنے کی
بجائے ان کے لیے دعا کرنی چاہیے ۲۰۵
طاعون کے دنوں میں جماعت کے لیے حکم ۱۴۸
طاعون سے بچنے کے اقدامات میں گورنمنٹ
سے تعاون کی تلقین ۲۳۰
بدامنی کی جگہ پر احمدی کا کردار ۲۶۴
حکومت کی اطاعت کے بارہ میں جماعت
کو نصیحت ۱۷۸
حالات کے پیش نظر حکومت کو اپنی حفاظت
کی طرف توجہ دلائی جائے ۲۳۰
ہماری جماعت میں جو لوگ الہام کا دعویٰ
کرتے ہیں مجھے ان کے جنون کا اندیشہ
رہتا ہے ۳۲۸

تبلیغ اور دعوت الی اللہ

تبلیغ کی اہمیت ۹۲
جماعت کے واعظین اور مبلغین کی
ضروری صفات ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۹۴
مبلغین کو مسیح موعود علیہ السلام کی کتب
پڑھنے کی ضرورت ۳۰۴
تبلیغ کا صحیح طریق ۲۸۷
مباحثات تحریری ہونے بہتر ہیں ۹۹
جماعت کی طرف سے مباحثہ کا حق
کس کو پہنچتا ہے ۱۴۰
دشمن کے ساتھ بھی نرم گفتگو کرنا چاہیے ۱۶۷
ہماری جماعت کو عقل و فہم میں ترقی
کر کے اعتراضات کا جواب خود
سوچ کر دینا چاہیے ۳۰۴
سفلہ مزاج ملّاؤں سے پرہیز کریں ۴۲
سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ اور جہلم کے
اضلاع کی تبلیغ کے خاص ذرائع پیدا
کرنے چاہئیں ۳۰۱، ۳۰۲
ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ حقیقۃ الوحی کو
اول سے آخر تک بغور پڑھیں بلکہ اس کو
یاد کرلیں ۱۹۶
''قادیان کے آریہ اور ہم'' ہر احمدی مرد
اور عورت اسے خرید کر مفت تقسیم کرے ۱۵۰

مرکز اور مرکزی کارکن

سلسلہ کے کارکن میں تین صفات ضروری ہیں
دیانت، محنت، علم ۲۳۶
احمدی اخبارات کو صحت کے ساتھ قرآنی
آیات لکھنی چاہئیں ۱۵۲
مخالفین کے پرچوں کے تبادلہ میں سلسلہ
کے رسالے اور اخبار ضرور جانے چاہئیں ۲۳۷
دینی علوم کا امتحان لینے کی تجویز بہت
ضروری ہے ۱۶۸
مرکز میں کچھ دن قیام کی تلقین ۳۲۶
بچوں کو تعلیم کے لیے مرکز میں بھیجنے
کے فوائد ۲۸۴
لنگر خانہ کے لیے چندہ کی اہمیت ۱۹۳
چندہ وصولی کرنے والوں کے لیے ہدایت ۲۳۶

تاریخ

لدھیانہ کی بیعت میں چالیس آدمی تھے
اب چار لاکھ ہیں ۱۶۰
جماعت کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے ۱۷۸

کابل میں دو مخلص احمدیوں کی شہادت ۳۹

احسان

دل کو مسخر کرتا ہے ۱۹۲

اخلاص

تمہارے اعمال اور افعال میں اخلاص ہو ۳۲

ادب

تلاوت قرآن کریم کے آداب ۱۰۳

اذان

دعوت اسلام کا مختصر طریقہ ۴۳، ۴۴

ارتداد

اس زمانہ میں لاکھوں مسلمان مرتد ہو کر عیسائی ہو چکے ہیں ۲۹، ۵۸، ۳۲۵، ۳۳۳

ہندوستان میں ایک لاکھ سے زائد مرتد عیسائی موجود ہیں ۱۱۳

ارہاص

ارہاص کی حقیقت ۴۵

استخارہ

استخارہ سے عقل سلیم حاصل ہوتی ہے اور یہ سنت ہے ۱۹۰

نشانات دیکھ کر استخارہ کرنا جائز نہیں ۱۷۴

استغفار

اہمیت اور حقیقت ۲۳۸، ۲۵۱

دل کی استقامت کے لیے استغفار پڑھنا چاہیے ۱۳۵

عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے ۱۶۹

مشکلات و مصائب کے وقت استغفار پڑھے اور قصوروں سے معافی طلب کرنی چاہیے ۷۸

استقامت ۱

استقامت رکھیں اور خدا تعالیٰ سے استقامت کی دعا کرتے رہیں ۱

دل کی استقامت کے لیے استغفار پڑھنا چاہیے ۱۳۵

اسلام نیز دیکھئے مسلمان

حقیقت

اسلام کی حقیقت اور لُب لباب ۲۸۶

اسلام کی اصل جڑ توحید ہے ۲۵

خصوصیات

ایک زندہ مذہب ۵۰

دوسرے مذاہب سے مابہ الامتیاز ۵۴

تلوار کے ذریعہ سے نہیں پھیلا ۱۵۴

پہلے اسلامی بادشاہ مصائب کے وقت راتوں کو اٹھ کر دعائیں کیا کرتے تھے ۵، ۸

تعلیمات

متوازن تعلیم ۶

اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ۵۳

دین اسلام کے پانچ مجاہدات ۲۹۸

کلمہ طیبہ پڑھ لینا کافی نہیں اس کے مطابق عمل اور ایمانی حالت ہونی چاہیے ۱۳

اسلام میں رہبانیت نہیں ۱۱۱

مصائب اسلام
سکھوں کے عہد میں اسلام کے لیے
صدمات ۵۸
اسلام کی حالت زار ۱۱۴
اندرونی اور بیرونی حملے اور ایک حامی کی
ضرورت ۳۲۱،۳۲۵
مصائب اسلامی کا خدا تعالیٰ کی طرف
سے علاج ۵۸

مستقبل
اسلام کے لیے موسم بہار کی آمد ۱۱۴
یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لیے
ایک جامع کتاب کی ضرورت ۹۵

اسم اعظم
اسم اعظم اللہ ہے ۱۴۷

اصلاح
اصلاح کے ذرائع ۳۰

اعتکاف
اعتکاف میں سخت ضرورت کے وقت
اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات
کرسکتا ہے ۹۹

اللہ تعالیٰ

ہستی باری تعالیٰ
اسلام کے نزدیک ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت ۵۳
ایک در پردہ ذات جو قہری نشانات سے
اپنے وجود کو ظاہر کرتی ہے ۵
اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین کامل انسان میں
معجزہ نما تبدیلی پیدا کرتا ہے ۵۳
آریوں کے نزدیک خدا کی ہستی کی کوئی
دلیل نہیں ۵۲

صفات باری تعالیٰ
صفت رحیمیت پر اعتراض کا جواب ۱۸۳
اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے ۳
غفور و رحیم ۱۳۷
غنی ۲۲
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی حقیقت ۱۶۰
کلام اللہ میں استعارات ۲۹۱
دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے
ہاتھ میں ہے ۲۲۵
اس کی وحدت اس بات کو چاہتی ہے کہ
کسی وقت سب کو فنا کردے ۹۷

تعلق باللہ
اللہ تعالیٰ کا قرب سب سے بڑی نعمت ہے ۳۵
خدا کی رضامندی کی راہیں ۲۰۹
اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق فطرتی ہے ۱۱۱
اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوست والا معاملہ چاہیے
کبھی اس کی مان لی کبھی اپنی منوالی ۲۵۸
خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر شرح صدر نہ رکھنا
ایک مخفی اعتراض اور گستاخی ہے ۱۵۳
اللہ تعالیٰ کی اولاد سے مراد ۳۳۸

الہام نیز دیکھئے وحی
بعض دفعہ الہام ایسی سرعت کے ساتھ ہوتا
ہے جیسا کہ پرندہ پاس سے نکل جاتا ہے ۹۶

سچے الہام کے ساتھ فعلی شہادت ضروری ہے ۱۶۰
الہام کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے ۱۶۵
ہماری جماعت میں جو لوگ الہام کا دعویٰ رکھتے ہیں ان کے بارہ میں ٹھوکر کا اندیشہ ہی رہتا ہے ۲۹۴
جھوٹا مدعی الہام جلدی پکڑا جاتا ہے ۱۱۵
الہام کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام عبدالقادر رکھا گیا ۱۰۵
میرے الہامات میں جہنم سے اکثر جگہ طاعون مراد ہے (مسیح موعود) ۱۵۸
مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے لیے دیکھئے اسماء میں غلام احمد قادیانی مرزا

امامت

نماز میں امام کی ضروری صفات ۱۸۲

اُمّت

بعض امور میں مخاطب نبی ہوتا ہے مگر سبق اُمّت کو دینا منظور ہوتا ہے ۱۵۳
اُمّت کا ہمہ وقت آنحضرت پر درود بھیجنے کی خصوصیت ۱۶۲
آنحضرت کے فیض سے اُمت میں مسیح موعود کا ظہور ۱۶۲

انجیل

اس میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا ۳۰
اناجیل کی رو سے دنیا کی عمر ۹۶، ۹۷
حضرت عیسیٰ کے متعلق بطور الزامی جواب جو کچھ لکھا گیا ہے وہ انجیل میں موجود ہے ۳۳۵، ۳۳۶

انسان

خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان کا فطرتی تعلق ہے ۱۱۱
انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے ۶۹
اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے طاقتوں کا ایک خزانہ رکھا ہے لیکن وہ کسل کے ساتھ اپنی طاقت ضائع کرتا ہے ۱۱۱
انسان کا کمال یہ ہے کہ دنیوی کاروبار میں مصروف رہ کر بھی اللہ کو نہ بھولے ۱۱۰
اگر ارذل مخلوقات کے صفات حسنہ بھی انسان میں نہ پائے جائیں تو پھر وہ کس خوبی کے لائق ہے ۳۱۲
قویٰ خواہ روحانی ہوں یا جسمانی، اگر ان سے کام نہ لیا جائے تو وہ بیکار ہو جاتے ہیں ۱۱۲
انسان کے رہنے اور مرنے کے واسطے یہی زمین ہے ۹۹

انکساری

انکساری سے کام لینے والے ضائع نہیں ہوتے ۱۷۳

انگریز

انگریزی حکومت میں مذہبی آزادی اور امن ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۸
بہادر شاہ ظفر سے سلوک ۱۳۳

ایمان

ایمانی طاقت علم سے پیدا ہوتی ہے ۱۱۶
ابتلا ایمان کی شرط ہے ۱۰۴
خشیت الٰہی ایمان سے پیدا ہوتی ہے ۱۲۶

اِتَّقُوْا فَرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ (حدیث) ۳۰۰
مومن کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے قضاء قدر
کے ساتھ شکوہ نہ کرے اور رضا بالقضاء
پر عمل کرنا سیکھے ۲۶۱
مومن کبھی ضائع نہیں ہوتا ۲۸۱
اگر ایمان ثریا پر بھی چڑھ گیا ہو تو ابنائے فارس
میں سے ایک شخص اسے واپس دنیا میں لے
آئے گا (حدیث) ۴

ب

بدی

بدیوں کو دور کرنے کے لیے مرسلین کا آنا
ضروری ہے ۲۶
بدیوں کو دور کرنے کے لیے دعا کی ضرورت ۳۶

بغض

باہم بغض سے پرہیز کی تلقین ۱۲۰

بلا

نزول بلا عموماً رات کے وقت اور مغرب
کے بعد تاریکی پھیلنے کے وقت ہوتا ہے ۱۵۳

بیعت

صدق و اخلاص کے ساتھ بیعت کرنے
سے پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں ۲۳۸
زبانی بیعت کافی نہیں ۲۳
تمہاری بیعت کا اقرار اگر زبان تک محدود
رہا تو یہ بیعت کچھ فائدہ نہ دے گی ۲۳۹
مشروط بیعت قابل قبول نہیں ۲۵
بیعت کے بعد انسان کے لیے
ضروری امور ۲۱۰، ۲۱۱
بیعت کے بعد اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں ۲۵۲
تجدید بیعت ۱
لدھیانہ کی بیعت میں چالیس آدمی تھے ۱۶۰

پ

پارسی

حضرت عمرؓ اور علیؓ نے پارسیوں کو اہل کتاب
کا درجہ دیا تھا ۳۱۶

پیشگوئی

پیشگوئیوں میں اخفا اور متشابہات کا ہونا
ضروری ہے ۱۷۵
وعید کی پیشگوئیاں ٹل سکتی ہیں ۱۶۸

قرآن کریم کی پیشگوئیاں

قرآن کریم میں آخری زمانہ کے متعلق
پیشگوئیاں ۶۱
قرآن کریم اور احادیث کے مطابق اونٹوں
کا بیکار رہونا ۲۴۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

یاجوج ماجوج کی طرف سے آسمان کی
طرف تیر چلانے والی پیشگوئی پورا
ہونے کے آثار ۳۳۸

مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں

ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے
جو یہ (آریہ) تباہ ہو جائیں گے ۲۵۵
کابل میں پچاسی ہزار انسانوں کی ہلاکت
کی خبر ۲۷۵

ایک شدید زلزلہ اور آفات سماوی وارضی
آنے کی خبر ۲۰۲
زلزلہ کے دن قریب آتے جاتے ہیں ۱۳۶
براہین احمدیہ میں مذکور پیشگوئیوں کا
پورا ہونا ۶۳
’’پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن‘‘
اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے مختلف پہلو ۱۴۱
طاعون کے بارے میں گیارہ سال قبل
پیشگوئی کی گئی تھی ۲۲۹
ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ۱۰۹
مخالفین آتھم اور احمد بیگ کے متعلق پیشگوئیوں
پر تو اعتراض کرتے ہیں باقی پیشگوئیاں چھوڑ
دیتے ہیں ۱۶۸
لیکھرام کی نسبت پیشگوئی جلالی اور آتھم
کی نسبت پیشگوئی جمالی رنگ کی تھی ۲۲۴

ت

تبلیغ

یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک
جامع کتاب کی ضرورت ۹۵

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کا طریق ۳۱۳
اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کا فہم عطا
ہوتا ہے ۳۲۴
تزکیہ نفس کل اخلاقِ رذیلہ کو ترک کرنا ہے ۱۷۳
جماعت کو تزکیہ اخلاق کی تلقین ۲۸۸

تصوف

ابدال، قطب اور غوث کا مقام ۱۵
سب صوفی اس بات کے قائل ہیں کہ وحی کا
سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ ظلی طور پر انسان نبی
بن سکتا ہے ۳۲۰
سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ انسان پر
ایک زمانہ آتا ہے جب اس کا نام عبدالقادر
رکھا جاتا ہے ۱۰۵
’’فتوحات‘‘ کے لیے وظائف پڑھنا شرک ہے ۸
ذکر اَرّہ وغیرہ ۶
دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشینی
قابل تعریف نہیں ۱۱۰
آج کل کے فقرا کا حال ۲۰۸

تعبیر نیز دیکھئے خواب، رؤیا

اکثر ایک عزیز کے متعلق خواب دوسرے
کے لیے پوری ہو جاتی ہے ۱۰۵
خواب میں باپ سے بیٹا اور بیٹے سے باپ
مراد ہو سکتا ہے ۲۶۲
بادل کی تعبیر ۱۸۲
الہام ’’ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں
رہے گا‘‘ کی تشریح ۱۰۲

تقدیر

تقدیر معلّق اور تقدیر مُبرم ۲۶۱

تقویٰ

تقویٰ کی دو قسمیں ۶۶
خوفِ الٰہی کے بغیر حقیقی تقویٰ حاصل نہیں
ہوسکتا ۲۴۹

تقویٰ کی تاثیرات ۱۵۷
روحانی علوم کے حصول کے لیے تقویٰ
شرط ہے ۵۴
متقی کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا ۱۵۷
متقی کے ابتدائی مدارج ۵۵

تکبر

بڑا گناہ ہے ۱۷۳

تلاوت

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب ۱۰۳

تواضع ۱۷۷

(نیز دیکھئے انکساری)

توبہ

توبہ وصدقہ سے بلاٹل جاتی ہے ۱۲۸
جب خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے تو توبہ
کا دروازہ بند ہو جاتا ہے ۳۰
توبہ ٹوٹنے کا علاج ۸۰

توحید

توحید کی حقیقت ۱۷
اسلام کی اصل جڑ توحید ہے ۲۵

تورات

استعاروں کا استعمال ۳۳۸
آدم کی جنت کی حدود کا بیان ۹۹
محرف مبدل ہونے کا ایک ثبوت ۳۱۷

توفّی نیز دیکھئے عنوانات عیسیٰ اور وفاتِ مسیح

توفّی کے معنی موت ۲۷۴، ۷۳
بابِ تفعّل میں قبض روح کے معنی ہیں اور
بابِ تفعیل میں پورا دینے کے ۲۷۴
امام بخاری نے مُتَوَفِّيْكَ کے معنی
مُمِيْتُكَ کئے ہیں ۷۹

توکّل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت بلالؓ
کو ایک نصیحت ۲۱۰
توکّل کرنے والے کو اللہ رزق پہنچاتا ہے ۲۴۰
توکّل کرنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے ۲۱۲

ج

جادو

انبیاء پر جادو کا اثر نہیں ہوتا ۳۲۹

جنازہ

اگر کسی احمدی کا کوئی جنازہ نہ پڑھے تو ۱۷۶

جنت

آدم جس بہشت سے نکالے گئے تھے
وہ زمین پر ہی تھا ۹۹

جہاد

دفاعی جنگ تھی ۱۸۱
جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی
صداقت کے واسطے نشان تھیں ۱۴۸
مروجہ مسئلہ جہاد اسلام کو بدنام کرنے والا ہے ۱۸۰

جہنّم

جہنم کی ابدیت لاانقطاع نہیں ۱۳۷

چ

چکڑالوی

حدیث کی تحقیر کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ۲۰۷
ایک غلط عقیدہ کا ردّ ۱۳۶
عربی زبان سے ناواقفیت ۱۱۵

ح

حج

حج کی حقیقت ۳۱
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حج کے لیے نہ جاسکنے کی وجوہات ۲۱۱
حج بدل کا جواز ۱۷۲

حدیث

مقامِ حدیث

حدیث کا مقام اور اہمیت ۲۰۷
قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ۱۹۲
احادیث میں استعارات کا کلام ۳۳۸
وہ جمع کرنے کا وقت تھا اور اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے ۳۲۹
جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مانتے ہیں ۳۲۹
جو حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو وہ حدیث ہی نہیں خواہ وہ بخاری شریف میں ہو ۳۲۲
آنکھیں بند کر کے بخاری اور مسلم کو ماننا ہمارے مسلک کے برخلاف ہے ۳۲۹
بعض ناقابل قبول احادیث ۱۳۳

اس جلد میں مذکور احادیث

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ ۲۳۸
اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ ۳۰۰
اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ ۵۰
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَ الْجُذَامِ وَ الْجُنُوْنِ ۲۲۶
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۲۵۵
تُقْبَضُ لَہُ الْاَرْضُ ۷۶
ثُمَّ اسْتَیْقَظَ ۳۱۹، ۳۲۰
حَسَنُہٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ ۲۳۲
خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ ۲۰۰
رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ ۱۰۳
لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ۱۷۰
لَیُتْرَکُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا ۶۱، ۲۴۵
مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا لَہٗ دَوَاءٌ ۲۴۷
مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ۸۹
مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ۱۴
مَنْ مَسَّ ابْنَ مَرْیَمَ یَکُوْنُ لَہٗ اَرْفَعُ قَدْرًا وَ یُعْظَمُ مَسُّہٗ ۷۷

احادیث بالمعنی

خدا تعالیٰ تردد کرتا ہے ۲۹۱
اگر انسان آہستہ آہستہ خدا کی طرف جائے تو اللہ تعالیٰ جلد جلد اس کی طرف آتا ہے ۹

اللہ تعالیٰ قیامت کو لوگوں کو کہے گا کہ میں بھوکا
تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا ۳۳۸
آنحضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق
حضرت عائشہؓ کا قول ۱
دنیا کی عمر اگر ایک دن شمار ہو تو آنحضرت
کا زمانہ وقتِ عصر کا تھا ۹۷
ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو
بھیج دیتا ہے ۵۱
حدیثوں سے ثابت ہے کہ دجّال گرجے
سے نکلے گا ۳
مسند احمد بن حنبلؒ کے حاشیہ کی ایک حدیث
مسیح موعود کے متعلق ۷۶
جیسے تسبیح کے دانے ٹوٹ پڑتے ہیں اسی
طرح متواتر نشان ظاہر ہوں گے ۱۰۷
مہدی کے لیے رمضان میں کسوف وخسوف
اور اس کی شرائط ۶۰
جب مسیح موعود آئے گا تو علماء زمانہ اس
کی بہت مخالفت کریں گے ۲۴۵
طاعون مہدی کی علامت ۲۲۹
جو شخص بندے کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی
شکر گذار نہیں بن سکتا ۱۷۹
خوش قسمت انسان وہ ہے جو نیک اعمال
کر کے مرے ۲۲۶
بچہ کے کان میں اذان دینا ۱۳۷
سید کے لیے زکوٰۃ منع ہے ۲۲۸
کوئی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو ۲۴۷
حدیثوں سے ثابت ہے کہ نزول بلا عموماً
رات کے وقت اور بعد مغرب ہوتا ہے ۱۵۳

حق

حقوق اللہ اور حقوق العباد ۱۳۲
والدین اور ساس سسر کے حقوق ۱۳۱
بڑا حق برادری کا بھی ہے ۱۲۰

حقہ نوشی

یہ ایک لغو چیز ہے اور اس سے انسان کو
پرہیز کرنا چاہیے ۱۰۵

حواری

ایمانی حالت ۲۸
صحابہ سے موازنہ ۲۵۹

خ

خلافت

آدم کے خلیفہ بنائے جانے کی حکمت ۱۷۰

خَلق

اسلام قدامت نوعی کا قائل ہے نہ کہ
قدامتِ شخصی کا ۱۲

خُلق / اخلاق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تبدیلی اخلاق ۱۶۱
بچہ کے کان میں اذان دینے کا اخلاق
پر اثر پڑتا ہے ۱۳۷

خواب نیز دیکھئے زیر عنوان روٴیا

خواب موت کی بہن ہے ۳۲۰
اگر ممکن ہو تو خواب کو ظاہری رنگ میں پورا
کیا جائے ۱۴۷

مامور رسول کے زمانہ میں لوگوں کو سچی
خوابیں کثرت سے آتی ہیں ۲۹۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب کی بنا
پر حج کے لیے سفر ۲۶۷
سچی خوابوں سے غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیے ۲۹۳
فرعون کو سچی خواب آئی تھی ۲۹۵
ابوجہل کو بھی سچی خوابیں آیا کرتی تھیں ۲۹۴
بدر کی جنگ سے پہلے ایک عورت کا خواب
کہ بکرے ذبح ہو رہے ہیں ۲۹۵

د

دابۃ الارض
طاعونی جراثیم مراد ہیں ۶۱، ۱۶۴

دجال
حدیثوں سے ثابت ہے کہ دجال گرجے سے
نکلے گا۔ ۳
دجّال کے دو مظاہر پادری اور فلاسفر ۱۹۴
کیا تمہارے حصہ میں دجّال ہی آیا ہے؟ ۵۹
گھوڑی کو گدھے کے ساتھ ملانا دجل ہے ۱۳۸

دعا
پہلے اسلامی بادشاہ مصائب کے وقت
راتوں کو اٹھ کر دعائیں کیا کرتے تھے ۸

حقیقت واہمیت
دعا کرنے والوں کو اللہ ضائع نہیں کرتا ۳۶

دعا کے آداب وشرائط
لوازمات اور نتائج ۱۹
دعا جامع کرنی چاہیے ۱۴۱
دعا صرف زبان سے نہیں ہوتی ۳۶
دل سے نکلی ہوئی دعا ضائع نہیں جاتی ۲۰۰
یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہیں ہوں گی
جب تک تم متقی نہ ہو ۶۶
دعاؤں میں تھکنا نہیں چاہیے ۳۶
اصل دعا دین ہی کی دعا ہے ۶۹
آفاتِ سماوی کے وقت دعا کی ضرورت ۱۳۴
کسی بزرگ کے لیے اپنی عمر لگنے کی دعا
کا جواز ۱۸۹
حدیث میں مذکور دعاؤں کے صیغہ واحد کو
صیغہ جمع میں بدلنا جائز ہے ۱۴۸
ذرا ذرا سی بات پر بددعا دینا اچھا نہیں ۳۳۶

قبولیتِ دعا
صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت
استجابت دعا ہے ۱۶۳
قبولیت دعا کا ایک طریق ۱۳۴
جب تک سینہ صاف نہ ہو دعا قبول نہیں ہوتی ۱۲۰
باپ کی دعا اپنی اولاد کے لیے منظور ہوتی ہے ۲۲۸

نماز اور دعا
نماز کا اصل مقصد دعا ہے ۳۱۳
نماز اعلیٰ درجہ کی دعا ہے ۱۹
نماز میں بآواز بلند اپنی زبان میں دعائیں ۱۹۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دعا
حضور کی دعا کی قبولیت کے دو معجزات ۱۶۳، ۱۶۴
دعا کے نتیجہ میں صاحبزادہ مبارک احمد
کی شفا ۱۳۴

دنیا
دنیا کی عمر ۹۷
دنیا پر ایک دور فنا کا بھی آئے گا ۹۷
بے ثباتی دنیا ۵
ترک دنیا کی حقیقت ۴

دہریت
قدامت شخصی کا عقیدہ دہریت ہے ۱۲
بعثت نبوی کے وقت عربوں میں دہریت ۴۹
لاہور کے ایک دہریہ کا خدا تعالیٰ کی
صفت رحیمیت پر اعتراض ۱۸۳
مصیبت کے وقت دہریوں کو بھی خدا یاد
آتا ہے ۹۸

دین نیز دیکھئے زیر عنوان ''مذہب''
تمام ادیان پر حجت ۱۲۹
جس دین میں انسانی ہمدردی نہ ہو وہ خدا
کی طرف سے نہیں ۱۸۱

ذ

ذوالسنین
جب یہ ستارہ نکلا تھا تو اخباروں نے لکھا
تھا کہ یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسیٰ
کے زمانہ میں طلوع ہوا تھا ۲۲۸

ر

رزق
کشائش رزق کا صحیح طریق ۸
رزق حاصل کرنے کا نسخہ کیمیا ۱۵۶

رسول نیز دیکھئے ماموراور نبی کے عناوین
اظہار علی الغیب صرف رسولوں سے
مخصوص ہے ۱۷۴
رسول کے ذریعہ روحانی پرورش ۱۱۹
اس زمانہ میں ایک رسول کے آنے کی پیشگوئی ۲۹۳
خدا کے رسولوں کے ساتھ ہنسی کرنے والوں
کا انجام ۱۶۸

روح
روح ازلی اور ابدی نہیں ہے ۱۱

روزہ
روزہ کی حقیقت ۳۰
کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے فرضی روزے
مراد ہیں ۹۱
حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھنا اکابر
نے معصیت قرار دیا ہے ۲۹۷
روزہ کے متعلق چند فقہی مسائل ۷۵
بے خبری میں کھانے پینے سے روزہ
قائم رہتا ہے ۹۱
کاشت کاروں اور مزدوروں کے لیے
روزہ کی صورت ۲۶۹
دائمی روزے رکھنے منع ہیں ۲۹۸
روزۂ وصال اور روزۂ محرم ۱۱۸
وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کے معنی ہیں جو
طاقت نہیں رکھتے ۲۶۹
مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں
تو روزہ کی بجائے فدیہ دیں ۲۹۸

روزہ کا فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے
واسطے ہو سکتا ہے ۲۹۹

رؤیا
رؤیا و کشوف کا مقام ۳۳، ۳۴
خواب میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کوئی حکم دیں تو اس پر عمل کیا جائے ۸۹
خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق ایک نکتہ ۲۰۳
بے وقت خواب سنانے کے نقصانات ۱۱۵
فاسق اور کافر کو بھی سچا خواب آ جاتا ہے ۳۳، ۱۶۵
فاجروں اور بدکاروں کو سچی خوابیں آنے
کی حکمت ۲۸۲
ابوالخیر یہودی کو رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نصیحت ۱۰۴
جنگ بدر سے پہلے ایک مشرک عورت
کی خواب ۱۶۷
حضور کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کی
ایک رؤیا اور اس کی تعبیر ۱۰۵
میر ناصر نواب صاحب کی مولوی محمد حسین
کے بارہ میں ایک خواب ۹۳، ۹۴
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا دیکھئے
زیر عنوان ''غلام احمد قادیانی''

رِیا
ریائی عمل کو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ۷۷

ز

زبان
ایک دین دار کو چاہیے کہ اپنی زبان سنبھال
کر رکھے ۶۷

زکوٰۃ
زکوٰۃ کی حقیقت ۳۱، ۳۲
مالِ معلّق پر زکوٰۃ نہیں ۱۹۵
قرضہ میں دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں ہے ۹۹
جواہرات اور مکانات پر زکوٰۃ نہیں ۸۵
سید کے لیے زکوٰۃ سوائے اضطراری حالت
کے منع ہے ۲۲۸

زلزلہ نیز دیکھئے زیر عنوان پیشگوئی
خدائی غضب سے تعلق ۱۰۰
زلزلہ کی پیشگوئی کا ۴؍اپریل کو پورا ہونا ۶۲

س

سجدہ
سجدۂ تعظیم جائز نہیں ۱۶۸

سِکھ
پنجاب میں سکھوں کا ظالمانہ دور ۴۷
سکھوں کے عہد میں اسلام کو شدید صدمہ ۵۸
سکھوں کے عہد میں مسلمانوں کے حالات ۴۳
سکھوں کے عہد میں گائے کے ذبیحہ پر
سات ہزار آدمی مارے گئے ۴۵
چولا بابا نانک کی حجت ۱۳۰

ش

شرک
شرک کی حقیقت ۲۳، ۲۴
اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شرک نہ
کرنے کا حکم ۶۶

بت پرستی کی مختلف شکلیں ۱۵

شریعت

شرع میں حیلہ ۱۰۸

شعروشاعری

شاعری کا پیشہ اختیار کرنا منحوس کام ہے ۱۹۱

شکر

جو شخص مخلوق کا شکر گذار نہیں وہ اللہ تعالیٰ
کا بھی شکر گذار نہیں ہوسکتا ۴۲

شہادت

شہادت مومن کے واسطے ہوتی ہے ۹۸
کیا ہر طاعونی موت شہادت ہوتی ہے ۹۸

شیطان

تکبر کی وجہ سے ملعون ہوا ۱۷۳
حضرت عیسٰیؑ کے مَسِّ شیطان سے پاک
ہونے کی ضرورت ۳۲۳

شیعہ

ان کے نزدیک وحی نبوت حضرت علیؓ پر
آنی تھی مگر غلطی سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۱۵۹

ص

صبر

اگر تقدیر الٰہی آجائے تو صبر کرو ۱۱۰
صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر حضور
اور حضرت اماں جان کے صبر اور شکر پر
اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی کا اظہار ۳۰۱

صحابہ رضی اللہ عنہم

مقام

اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ ۵۰
تمہارے لیے اسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم
کا ہے ۶۸
حواریانِ مسیح سے موازنہ ۲۶۸
صحابہ کی تسبیح تو تلوار تھی ۲۷۹

صفات

صحابہ ایک لاکھ سے متجاوز تھے میرا ایمان
ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی ملونی والا
ایمان نہ تھا ۲۸۵
ایک صحابیہ کا مثالی ایمان ۲۷۸
باوجود دولت مند ہونے کے خدا تعالیٰ
کو مقدم رکھتے تھے ۵
سب کے سب منقطعین تھے اور
سب کے سب اللہ کی راہ میں جان
دینے کو تیار تھے ۲۸۴
انتہا درجہ کی مظلومیت ۲۴۶
صدق وصبر واستقامت کا اعلیٰ معیار ۲۸
صحابہ کا دین کے لیے تکالیف برداشت کرنا
۳۰۷، ۳۱۰
شوقِ شہادت ۳۲، ۲۷۹
خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں کی قربانی ۱۸۱
ذبح ہو گئے مگر حق کہنے سے نہ رکے ۲۵۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر غم ۲۰۱

صحبت

صحبت صادقین کی ضرورت ۳۲۷
صادق کی صحبت میں رہو ۶
بُری صحبتوں کا انجام آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے ۱۲۴

صحت

تمام کاروبار دینی و دنیاوی صحت پر موقوف
ہیں۔ صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے ۲۰۴

صدقہ

صدقہ و استغفار سے ردّ بلا ہوتا ہے ۱۲۸
صدقہ سے ردّ بلا تمام اقوام کا متفقہ
مذہب ہے ۱۶۹
صدقہ جاریہ ۱۴۳
اپنے صدقہ کی جنس خود خریدنا ناجائز ہے
بشرطیکہ نیت نیک ہو۔ ۳۰۰

ط

طاعون

طاعون کے جراثیم دابۃ الارض ہیں ۶۱، ۱۶۴
کیا ہر طاعونی موت شہادت ہے ۹۸
طاعون سے مرنے والا مومن شہید ہے اس
لیے اسے غسل اور کفن کی ضرورت نہیں ۷، ۱۴۷، ۱۴۹

ماضی کی تاریخ

طاعون کا عذاب موسیٰؑ کے زمانہ میں اور
عیسیٰؑ کے بعد بھی آیا تھا ۹۸
۶ ہجری اور حضرت عمرؓ کے عہد میں ظاہر ہوئی ۱۵۹

طاعون بطور عذاب

قرآن کریم میں طاعون کے بطور عذاب
اور نشان کا ذکر ۶۱
توریت و انجیل کی رو سے عذاب ہے ۱۵۸
بطور نشان اور عذاب ۹۸، ۱۰۸
طاعون کے نتیجہ میں کثرت سے اموات ۱۰۸
خدا کی ہستی اور دنیا کی ناپائیداری کو
ثابت کر رہی ہے ۱۰۰
طاعون کی صداقتِ اسلام کے لیے تلوار
ہماری صداقت کا نشان ہے ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۶۲
کوئی نبی یا اول درجہ کا مومن طاعون
سے ہلاک نہیں ہوا ۱۷۵
کامل مومن ہی طاعون سے محفوظ رہتے ہیں ۱۵۸
قادیان میں طاعون کے باوجود الدّار
کی حفاظت ۶۵
حضور کے گھر کے رہنے والوں اور سچے
احمدیوں کے طاعون سے بچائے جانے
کا وعدہ ۱۴۶

بچنے کی تدابیر

طاعون سے بچنے کی تدابیر ۲۹۰
طاعون سے بچنے کا حقیقی علاج ۲۰۱، ۲۰۲
طاعون کے خاتمہ کے لیے باطنی تدابیر
ہی کارگر ہو سکتی ہیں ۷
طاعون کا علاج خدا تعالیٰ کی طرف
رجوع ہے ۱۰۸، ۲۰۲
بجز توبہ و استغفار کے اس کا کوئی علاج نہیں
۸۳، ۱۰۹، ۱۱۰
طاعون زدہ علاقوں کے احمدیوں کے لیے حکم ۱۴۸

طاعون زدہ علاقہ چھوڑنے کی ہدایت ۱۰۹، ۲۹۰
حضرت عمرؓ کی طرف سے فوج کو طاعون زدہ
علاقہ چھوڑنے کا حکم ۱۴۵، ۱۴۶
طاعون والی جگہ میں نہیں جانا چاہیے ۱۱۷

مستقبل کے متعلق پیشگوئیاں

مستقبل میں زیادہ شدت سے طاعون
آ رہی ہے ۲۹۱
مغربی ممالک میں طاعون پڑنے کی خبر ۲۷۴

طِب

علم طب کی بنیاد ظنیات پر ہے ۱۹۸، ۲۲۵
طبعی عمر سَو، اَسّی سال تک سمجھی جاتی ہے ۲۴۷
شفا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۲۴۷

ڈاکٹرز اور اطبّا کے لیے نصائح

ہر نسخہ سے پہلے هو الشّافی لکھنا مسلمان
اطبّا سے خاص ہے ۲۴۷
طبیب میں علاوہ پیشہ ورانہ مہارت کے نیکی
اور تقویٰ بھی ہونا چاہیے ۱۳۳
سعید طبیب وہ ہے جو ایک طرف تو دوا کرے
اور دوسری طرف دعا میں مشغول رہے ۲۴۸
وبا میں طبیب اور ڈاکٹر علاج بھی کریں اور
احتیاط بھی کریں ۱۴۶

حفظانِ صحت کے اصول

تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر
موقوف ہیں ۲۰۴
ریاضات بدنی ادویہ کی مشق سے بہتر
ہوتی ہیں ۲۶۲
مکان، بدن اور کپڑوں کی صفائی ۲۹۰
تنگ و تاریک مکانوں میں رہنا منع ہے ۱۴۵
طاعون زدہ گاؤں سے نکل کر باہر کھلی ہوا
میں ڈیرہ لگانا چاہیے ۱۰۹

امراض

بہت سی ایسی بیماریاں نکل آئی ہیں جو بالکل
نئی ہیں ۳۲۷
رجا کا مرض ۳۵
نمونیہ اور طاعون ۷۳

مفردات کے خواص

کوئی چیز اور ذرّہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے
بغیر اثر نہیں کرتا ۱۰۲
یہ دیسی بوٹیاں بہت کار آمد ہوتی ہیں مگر افسوس
کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے ۱۵۰
کلیجی شب کوری کا علاج ہے ۷۰
گندل اور کنڈیاری ۱۵۱
امراض سینہ کا علاج ۱۰

طلاق

جائز چیزوں میں سب سے بُری چیز ۲۴۰

طواف

طواف بیت اللہ کی حقیقت ۳۲

ع

عبادت

عبادت کی حقیقت ۱۵
عبادت کے اصول ۳۱۲

اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ کی خاطر
کرنا چاہیے ۸
ریاضتوں کے ظاہری نتائج ۱۴۴

عذاب

عذاب کے متعلق سنّتِ الٰہی ۱۲۷
جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے
ساتھ نیک بھی پیسے جاتے ہیں ۱۴۸
دنیا میں عذاب الٰہی کا باعث شوخی اور
تکذیب ہے ۱۲۶
آئندہ عذابوں سے بچنے کے لیے نفس
کی اصلاح کی ضرورت ۱۱۶

عربی (زبان)

اُوٰی کے معنی ۱۰۸

عقل

بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن
کو شرمندہ کرتا ہے ۶۷

علم

ایمانی طاقت علم سے پیدا ہوتی ہے ۱۱۶
دینی علوم کی کنجی تقویٰ ہے ۵۴
علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف
نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو ۶۶

عمل

عمل صالح وہ ہے جو محض خدا تعالیٰ کے
واسطے ہو ۸
اعمال میں اخلاص کی ضرورت ۱۴

عورت

عورت کا مقام

بعض عورتیں بسبب اپنی قوتِ ایمانی کے
مردوں سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں ۲۳۵

خواتین کے لیے خصوصی نصائح

عورتوں کے لیے مسیح موعود علیہ السلام کی
خصوصی نصائح ۱۳۱
ساس اور سسر کا احترام کرنے کی تلقین ۱۳۱

حسن معاشرت کی تلقین

بیوی پر ظلم کا نتیجہ ۲۴۱
نکاح کے قابل بیوگان کے نکاح کی تلقین ۲۹۷

متفرق

نماز جمعہ میں عورتوں کی شمولیت ۲۳۲

عہد

بعض عہد توڑنے ضروری ہوتے ہیں ۲۳۳

عیسائیت

عقائد اور اعمال

باوجود تورات و انجیل کی موجودگی کے
گمراہ ہوئے ۲۶
ایک انسان کو خدا بنایا گیا ہے ۵
اکثر عیسائی مذہب کو سنجیدگی سے نہیں لیتے ۲۱۴

دجّال اور ضالین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے
نصاریٰ کا فر قرار پائے ۱۹۴، ۱۹۵
اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ۳۲۱

مُردہ مذہب ہونے کی دلیل ۵۷
عیسائی پادری دجّال کا مظہر ہیں ۱۹۴

اسلام پر حملہ

اسلام پر حملہ ۵۸
پادریوں نے ہندوستانیوں کے اخلاق خراب کر کے انہیں مذہب فروش بنا دیا ہے ۲۱۳

کسرِ صلیب

کسرِ صلیب سے مراد ۲۳۷
وفاتِ مسیح کا عقیدہ عیسائیت کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار ہے ۱۱۳
عیسائیوں پر حجت ۱۳۰
عیسائیوں کو الزامی جوابات دینے کی وجہ ۳۲۸

غ

غیب

اللہ تعالیٰ کا نام غیب بھی ہے ۵۵
اظہار علی الغیب ۱۷۴

ف

فری میسن

کوئی موحد اور سچا مسلمان فری میسن میں داخل نہیں ہوسکتا اس میں داخل ہونا ارتداد کا حکم رکھتا ہے ۱۴۰، ۱۴۱
حبیب اللہ خان والی افغانستان کا فری میسن ہونا ۱۴۰

فطرت

انسانی فطرت کی دو قوتیں ۲۵۱
فطرت مستقل طور پر ہادی نہیں ہوسکتی ۲۴۲
فطرت میں توہمات داخل ہونے سے بعض نقص پیدا ہوتے ہیں ۲۴۲

فقہ اور فقہ کے مسائل

تفقّہ فی الدین سے مراد ۱۶۸
اَصْلُ الْاَشْیَاءِ اِبَاحَۃٌ ۱۹۸
قرآن وسنت کے بعد فقہ حنفی پر عمل کیا جائے ۱۹۹
شرع میں حیلہ ۱۰۸
ہر مسئلہ میں فقہا کا باہم اختلاف ۲۱۱

نماز

نماز میں امام کی جگہ ۱۱۵
غسّال کے پیچھے نماز ۱۸۲
فاتحہ خلف الامام ضروری ہے ۳۰۲
التحیات پڑھنے کے بعد مقتدی اگر غلطی سے سلام پھیر دیں تو نماز ہو جاتی ہے ۱۷۱
رفع یدین جائز ہے ۳۰۲
نماز میں باآوازِ بلند اپنی زبان کی دعائیں پڑھنا ۱۹۹
اذانِ فجر کے بعد نوافل ۷۵
صبح کی سنتوں کے بعد فرائض سے پہلے کوئی نماز جائز نہیں ۷۸
دو افراد کا جمعہ ۲۳۲
ایک مسجد میں دو جمعے ۱۷۱
نماز جمعہ کے بعد احتیاطی نماز کا کوئی جواز نہیں ۱۸۹

روزہ

روزہ کے بارہ میں چند فقہی مسائل ۷۶

بے خبری میں کھانے پینے سے روزہ قائم رہتا ہے ۹۰، ۹۱
کاشتکار اور مزدور کے لیے روزہ رکھنے کی صورت ۲۶۹
مسافر کی تعریف ۷۶، ۱۳۸
مسافر اور مریض کا روزہ رکھنا خدا کی حکم عدولی ہے ۲۹۸
مسافر اور بیمار صاحب مقدرت ہوں تو روزہ کی بجائے فدیہ دیں ۲۹۸
الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ کے معنی ہیں جو طاقت نہیں رکھتے ۲۶۹
روزہ کا فدیہ شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہے ۲۹۹
روزہ وصال اور روزہ محرم ۱۱۸
معتکف بیمار کی عیادت اور حوائج ضروری کے لیے باہر جا سکتا ہے اور سخت ضرورت کے وقت دنیوی امور کے بارہ میں بات کر سکتا ہے ۹۹

حج

حج بدل ۱۷۲

قربانی

قربانی کی رقم مرکز میں بھجوانا ۸۹، ۹۰

زکوٰۃ اور مالی معاملات

فاسق ہونے کی وجہ سے کسی کا حق وراثت باطل نہیں ہوتا ۲۶۶
کرنسی کے تبادلہ پر کمیشن لینا جائز ہے ۲۶۵، ۲۶۶
محکمہ آبکاری کی ملازمت بصورت اضطرار جائز ہے ۲۶۴
جواہرات اور مکانات پر زکوٰۃ نہیں ۸۵
مالِ معلّق پر زکوٰۃ نہیں ۱۹۵
قرضہ پر دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ نہیں ۹۹

پیدائش

بچہ کے کان میں اذان دینا حدیث سے ثابت ہے ۱۳۷
متبنّٰی بنانا شرعاً حرام ہے ۲۹۷

شادی

شادی کو دَف کے ساتھ شہرت دینا جائز ہے
اگر اس میں ناچ شامل کر دیں تو منع ہے ۳۳۷
ولیمہ کی تعریف ۷۹

وفات

میت کو گاڑی یا چھکڑے پر لاد کر قبرستان لے جانا ۱۴۹
طاعون سے مرنے والے مومن کے لیے غسل اور کفن کی ضرورت نہیں ۱۴۷، ۱۴۹
ماتم والے گھر میں کھانا بھجوانا ضروری ہے ۱۹۴
کھانا کھلانے کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے ۲۱۸، ۳۲۵
میت کے لیے فاتحہ خوانی اور اسقاط ۱۷۰

متفرق مسائل

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے لیے جلانا جائز ہے ۲۱۸
سجدہ تعظیم جائز نہیں ۱۶۸
کسی نشان کے پورا ہونے پر دعوت دینا جائز ہے ۱۳۷، ۱۳۸

دریائی جانوروں میں سے طیب،
پاکیزہ اور مفید جانور حلال ہیں ۲۳۲
مستحسن یہی ہے کہ مونچھیں کٹائی جائیں
اور داڑھی بڑھائی جائے ۳۰۳
کنویں کو پاک کرنے کے بارہ میں
اصولی فتویٰ ۱۹۹
جوہڑ کے پانی سے اگرچہ وضو جائز ہے مگر
اگر کوئی کراہت کرے تو اسے مجبور نہیں کیا
جاسکتا ۲۶۳
خچر پر سواری جائز ہے ۱۳۸
افریقہ کے بے لباس قبائل کے ساتھ
معاشرتی تعلقات ۲۶۵
کفّار کی صنعت سے فائدہ اٹھانا منع
نہیں ہے ۱۳۸
نسل افزائی کے لیے سانڈ ۱۹۸
بندوق کی گولی سے مرنے والا شکار
جائز ہے یا نہیں ۷۶
تکبیر پڑھ کر بندوق چلانے پر شکار حلال ہوگا ۸۰

رسومات

دسویں محرم کو شربت اور چاول کی تقسیم ۱۱۷
محرم کے موقع پر تابوت بنانا ۱۱۸، ۱۱۹
نصف شعبان کی رسمیں بدعت ہیں ۲۶۹
رسم بسم اللہ ۲۳۲
جھنڈ یا بودی ۱۱۸
بطورِ چھٹہ ذبیحہ ۱۱۸

ق

قرآن کریم

استعارات کی زبان کا استعمال ۳۳۸
قرآن شریف پر تدبر کرو اسی میں
سب کچھ ہے ۳۰
قرآن مجید کی ہدایت پر کاربند ہونے سے
انسان معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچتا ہے ۵۶
سمجھنا مشکل نہیں ہے ۱۲۸، ۱۲۹
تزکیہ نفس کے نتیجہ میں قرآن کا فہم عطا
ہوتا ہے ۳۲۴
جو حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو وہ
حدیث ہی نہیں خواہ وہ بخاری شریف میں ہو ۳۲۲

فضائل

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ ۶
دوسری الہامی کتب سے موازنہ ۲۶، ۲۷

صداقت

خالص اور محفوظ کلام الٰہی ۳۱۷

حفاظت

محفوظ رہنے کا وعدہ صرف قرآن مجید
کے لیے ہے ۳۱۷

تعلیم

وفاتِ مسیح کا ذکر ۱۱۲، ۱۱۳

قرآن کریم کی پیشگوئیاں

آخری زمانہ کے بارہ میں نشانات کا ذکر ۶۱

قرآن کریم سے متعلق مسائل

تلاوتِ قرآن کریم کے آداب ۱۰۳

قرآن کریم کی دعاؤں میں تغیر جائز نہیں ۱۴۸
بوسیدہ اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے لیے
جلانا جائز ہے ۲۱۸

قربانی

قربانی کی رقم قادیان بھجوانے کے بارہ
میں استفسار ۸۹

قرض

قرض کی ادائیگی کی اہمیت ۲۱۹

قَسم

دوسرے کی قَسم کا نہ ماننا تقویٰ
کے خلاف ہے ۱۲۲
ناجائز وعدہ اور قسم کو توڑنا چاہیے ۱۹۱

ک

کتاب

سابقہ الہامی کتب کی مثال ۱۶۱

کسر صلیب نیز دیکھئے زیر عنوان عیسائیت

کسر صلیب کی حقیقت ۲۳۷
کسر صلیب سے مراد ارادۂ الٰہی سے ایسی ہوا
کا چلنا جس سے صلیب پرستی جاتی رہے ۲۴۶

کسوف و خسوف

اس کا خاص اثر زمین پر ہوتا ہے ۲۲۷
جب سے دنیا پیدا ہوئی ایسا نشان کبھی ظاہر
نہیں ہوا ۲۲۹

کشف

کشف کی حقیقت ۳۲۰

کلمہ طیبہ

قرآن شریف کی تعلیم کا خلاصہ ہے ۱۴
اصل روح ۸۱
پڑھنے کا ثواب ۸۱
جو سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے
خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے ۲۵۴

کیمیا

نسخہ کیمیا ۱۵۶

گ

گناہ

گناہ سے پاک کرنا خدا کا ہی کام ہے ۱۸
صدق و اخلاص کے ساتھ بیعت کرنے سے
پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں ۲۳۸
تکذیب اور شوخی جیسے گناہوں پر اللہ تعالیٰ
غیرت دکھلاتا ہے ۱۲۷

گوشت خوری

فطری امر اور مفید ہے ۲۳۴
جواز کے بارے میں دلائل ۲

م

مامور نیز دیکھئے نبوت/رسالت

مامور من اللہ کی صداقت کے نشان ۳۳۳
جس کے دعویٰ کے ساتھ عظمت وجلالِ
ربانی کی چمک نہ ہو ایسے شخص کو تسلیم کرنا
ہلاکت ہے ۱۶۰

مامور رسول کے زمانہ میں لوگوں کو کثرت
سے سچی خوابیں آتی ہیں ۲۹۴، ۲۹۵
ہر اختلافی مسئلہ میں مامور کی بات قولِ فیصل
ہوتی ہے ۱۶۵
مامور کے مقابلہ میں آنے والے کی سب
دعائیں اور لعنتیں الٹ کر اس پر ہی پڑتی ہیں ۱۵۵
جھوٹا دعویدار ضرور پکڑا جاتا ہے ۱۱۵

مباہلہ

مباہلہ کی صورت میں جھوٹا سچے کی زندگی
میں ہلاک ہوتا ہے ۳۰۳
ابوجہل کا مباہلہ اور ہلاکت ۱۱۷
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف
مباہلہ کرنے والوں کی ہلاکت ۱۱، ۸۱، ۱۱۷
مباہلہ کے نتیجہ میں ڈوئی اور لیکھرام
کی ہلاکت ۱۳۸، ۱۳۹

مجاہدہ نیز دیکھئے جہاد

دین اسلام کے پانچ مجاہدات ۳۰۰
مجاہدین کی دو قسمیں ۲۴۱

مجدّد

تجدید دین کے واسطے ہر صدی کے سر پر
مجدّد بھیجنے کا وعدہ ۵۱، ۳۳۴
مجدّد کا کام ہے ۳۲۰، ۳۲۱
موجودہ حالات میں مجدّد کی ضرورت
۵۹، ۳۲۵، ۳۳۳
چودھویں صدی کا مجدّد ۱۱۴
اس زمانہ کے مجدّد کا نام مسیح موعود رکھا گیا ہے ۴

مداہنت

مداہنت بُری مرض ہے ۲۴۲

مذہب نیز دیکھئے دین

زندہ مذہب کی علامات ۵۰
تلوار کے زور سے نہیں پھیلتا ۱۵۴
مذہبی آزادی کا ماحول قابلِ تشکّر ہے ۳۷
انگریزی حکومت کی آزادی مذہب کی
پالیسی کی تعریف ۳۸
افغانستان میں مذہبی آزادی کا فقدان ۹۱

مُرسل ۔ نیز دیکھئے رسول، نبی اور مامور

بدیوں کو دور کرنے کے لیے مرسلین کا
آنا ضروری ہے ۲۶
اس زمانہ میں مُرسل کی ضرورت ۲۸

مسیح موعود ۔ نیز دیکھئے غلام احمد قادیانی

مقام

تمام انبیاء کا مظہر ۲۶۸
مسیح موعود کو چھونا خدا تعالیٰ کے نزدیک
بڑی عظمت رکھتا ہے (حدیث) ۷۷
آنحضرتؐ کے چشمہ فیض کی برکت سے
اُمّت میں مسیح موعود کا ظہور ۱۶۲
مسیح، مہدی اور فارسی الاصل شخص ایک ہی
وجود ہے ۴
آنحضرتؐ کا آپ کے لیے سلام بھیجنے سے
واضح ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ نہیں جو نبیوں کے
درمیان موجود ہے ۱۳۰
اُمّت میں سے پیدا ہونے والا ایک شخص ۱۳۰

آپ کے بارہ میں نواس بن سمعانؓ کی
ایک حدیث ۷۶

دعویٰ

جس کے متعلق تمام نبیوں نے پیشگوئیاں
کی تھیں ۷

علامات ونشانات

اخبار کے مطابق رمضان میں کسوف وخسوف
کا ظہور ۶۰
ذوالسنین ستارہ کا طلوع ۲۲۷
اس سے پہلے کسی مامور من اللہ کے لیے
طیّ الارض واقع نہیں ہوا ۷۷
قتل خنزیر سے مراد ڈوئی کی ہلاکت ۱۳۹

متفرق

علماء زمانہ اس کی بہت مخالفت کریں
گے (حدیث) ۲۴۵

مسلمان نیز دیکھئے ''اسلام''

اہل سنت والجماعت کون ہے؟ ۱۷۷
مسلمانوں کی قومی ترقی کا راز ۲۵۳
مسلمانوں پر حجت ۱۳۰
مسلمان سلاطین کا نیک نمونہ ۱۰۵، ۱۱۷
مسلمانوں پر یہود کی طرح دو دفعہ عذاب کا
آنا مقدر تھا ۱۸۶

عقائد

غلط اور متضاد عقائد ۳۳۰
غلط عقائد کی وجہ سے ہندوستان کے ایک لاکھ
مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں ۱۱۳

دینی حالت

ہم کو کافر قرار دینے والوں کی حیثیت ۱۹۵

پیروں کی حالت

آجکل کے پیر ۲۱۱

دنیوی ادبار

مسلمانوں کی موجودہ حالت ۵۸
موجودہ زمانہ میں اندرونی اور بیرونی حالت ۲۸، ۲۹
یَا اَیُّھَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ ۱۸۶
ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کی تباہی
کے اسباب ۱۸۶
پُرامن دَورِ حکومت کے نہ شکر گذار ہوئے
نہ کوئی روحانی فائدہ اٹھایا ۴۶

مشاعرہ

مجالس مشاعرہ کا انعقاد ناپسندیدہ ہے ۱۹۱

مصلح نیز دیکھئے ''مامور۔مجدّد''

آنے والے مصلح کے مختلف نام ہیں لیکن وہ
ایک ہی وجود ہے ۴

معراج

عین بیداری میں ایک لطیف جسم کے ساتھ ہوا ۴۷
ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوا ۳۱۹
معراج کی حقیقت اور حضرت عائشہؓ
کا مذہب ۳۲۰

معرفت

فکر معرفت کو بڑھاتا ہے ۲۰۹

معجزہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ۱۶۱
مقرّب
مقربانِ الٰہی کی علامات ۳۵
مکالمہ ومخاطبہ نیز دیکھئے الہام، وحی کے عنوانات
اُمّت محمدیہ کو حاصل ہے ۱۶۲
مکالمہ ومخاطبہ کے بارہ میں شیخ عبدالقادرؒ
اور مجدّد (الف ثانیؒ) کا مذہب ۷۴
منگنی نیز دیکھئے ’’نکاح‘‘
منگنی نکاح نہیں کہ اس کا توڑنا گناہ ہو ۱۹۱
مہدی نیز دیکھئے مسیح موعود
علامات میں سے ایک طاعون کا پڑنا ہے ۲۲۹
خونی مہدی کا عقیدہ بناوٹی ہے ۱۸۱
مہمان نوازی
مہمان کا حق ۱۱۲
میّت
صدقہ وخیرات اور کھانا کھلانے کا ثواب
مُردوں کو پہنچتا ہے ۲۱۸، ۳۲۵

ن

ناول
ناول لکھنا اور پڑھنا ۲۳۲
نبوت
بعض امور میں مخاطب نبی ہوتا ہے مگر سبق
اُمّت کو دینا منظور ہوتا ہے ۱۵۳
پہلے صبر اور پھر درد کی حالت میں وہ قوم کی
تباہی کی دعا کرتا ہے ۱۵۴
حقیقت نبوت
ولی اور نبی کا فرق ۷۴
صفات
انبیاء میں سلب خودی کا ہنر ہوتا ہے ۱۷۳
مادرزاد پاک ہوتے ہیں ۳۲۴
تمام انبیاء مس شیطان سے پاک ہیں ۳۱۸
انبیاء پر جادو کا اثر نہیں ہوتا ۳۲۹
شہرت پسند نہیں ہوتا ۱۶۶
اپنے اجتہاد میں غلطی کرسکتا ہے ۱۶۹
انبیاء سے ذہول ۲۴۴
انبیاء کے استغفار کی حقیقت ۲۵۱
ضرورتِ نبوت
انبیاء کی ضرورت ۲۶
صداقت
صادق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے ۱۰
یہ امر بھی منہاج نبوت میں داخل ہے کہ
صادق کا دعویٰ اوّل ہو اور کاذب کا پیچھے
۲۰۵، ۲۱۵
ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کوئی
طاعون سے ہلاک نہیں ہوا ۱۷۵
جھوٹا مدعی ناکام ہوکر مرتا ہے ۱۱۵
نبی اور ابتلا و مصائب
انبیاء کا دوسرا نام اہلِ بلا اور اہلِ ابتلا
بھی ہے ۳۱۴

تکلیف اور ابتلا کا زمانہ سب نبیوں پر آیا ہے ۲۵۷
ہر نبی کے زمانہ میں الگ الگ آزمائشیں ہوتی ہیں ۳۰۸

خاتم النبیین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت والا نبی نہیں آسکتا۔ مگر آپ کی وساطت سے بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے (مفہوم قول حضرت عائشہؓ) ۱

اُمّت میں نبوت

صوفیاء مانتے ہیں کہ انسان ظلی طور پر نبی بن سکتا ہے ۳۲۰

نجات

نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر ۲۹۸
نجات سچی خوابوں سے وابستہ نہیں ہے ۳۳

نشان

مامور من اللہ کی صداقت کے نشانات ۳۳۳
نشانات کے ذریعہ تکمیل ایمان ہوتی ہے ۳۳۳
آخری زمانہ میں نشانات کی کثرت کی خبر ۲۲۳
آخری زمانہ کے بارہ میں نشانات کا ظہور ۶۰، ۶۱
ستاروں کا کثرت سے ٹوٹنے کا نشان ۲۵۰
دُمدار ستارہ کا طلوع ۲۲۷
میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں ۶۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات ۱۰۷

نفاق

ریاکار اور خوشامدی منافق ہوتے ہیں ۳۸

نکاح

منگنی نکاح نہیں کہ اس کا توڑنا گناہ ہو ۱۹۱
شادی کو دَف کے ساتھ شہرت کرنا جائز ہے لیکن اگر اس میں ناچ شامل ہو تو منع ہے ۳۳۷
نکاحِ ثانی ۸۰
غیر احمدی والدین کی احمدی لڑکی کا نکاح ۳۰۲

نماز

نماز کا خلاصہ ۳۱۲، ۳۱۳

مقام

جامع حسنات اور دافع سیئات ہے ۲۰

حقیقت

نماز کی اہمیت اور حقیقت ۱۸
ارکانِ نماز کی حقیقت ۲۱
پانچ اوقات کی حکمت ۲۰

مثالی نماز

کاملوں کی نماز کی کیفیت ۵۶
نماز میں لذت کے لیے موت کو ہمیشہ یاد رکھو ۲۰۶
صلوٰۃ کے معنی ہی سوزش ہیں اس کے بغیر نماز کچھ نہیں ۳۰۸

نماز اور دعا

بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے ۱۹

اصل مقصد نماز کا دعا ہے ۳۱۲، ۳۱۳
نماز جو اصل دعا ہے اسی سے اصلاح
ہوتی ہے ۳۰

مسائل نماز

امام کی صفات ۱۸۲
نماز میں امام کی جگہ ۱۱۵
پیش امام مقتدیوں کے حالات کا لحاظ رکھے
۳۰۲، ۳۰۳
فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین ۳۰۲
غسّال کے پیچھے نماز ۱۸۲
التحیات پڑھنے کے بعد اگر مقتدی غلطی سے
پہلے سلام پھیر دیں تو نماز ہوجاتی ہے ۱۷۱
نماز کے دوران بآواز بلند اپنی زبان میں دعا ۱۹۹
اذانِ فجر کے بعد نوافل ۷۵
صبح کی سنتوں کے بعد فرضوں سے پہلے
کوئی نماز جائز نہیں ۷۸
ایک مسجد میں دو۲ جمعے ۱۷۱
دو افراد کا نماز جمعہ ۲۳۲
نماز جمعہ میں عورتوں کی شمولیت ۲۳۲
نماز جمعہ کے بعد احتیاطی نماز کی کوئی
ضرورت نہیں ۱۸۹

و

والدین

والدین کے حقوق ۱۳۲

وحی نیز دیکھئے الہام

صوفیاء وحی کو بند نہیں مانتے ۳۲۰

وظائف

صوفیاء کے خودساختہ وظائف ۸
وظائف کے ساتھ دنیا حاصل کرنے کی
خواہش ایک بت پرستی ہے ۹

وعظ

زبانی وعظوں سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا
اپنی حالت درست کر کے ۲۰۰
عملی نمونوں سے وہ کام ہوسکتا ہے جو کئی
تقریریں اور وعظ نہیں کرتے ۲۴۰

ولی جمع اولیاء

ولی اور نبی کا فرق ۷۴
اولیاء اللہ ابتلاؤں سے گذرتے ہیں ۳۱۴
ایک قدم سے ولی بننے کا راز ۲۸۷
اولیاء کو صفت خلق یا تکوین دیئے جانے
سے مراد ۱۵۴

وید نیز دیکھئے ہندومت ۸۸، ۱۴۰

ہ

ہڑتال (سٹرائیک)

علی گڑھ کے طلبا کی سٹرائیک پر
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ناراضگی ۱۲۳
سیالکوٹ کے تاجروں کی ہڑتال پر
اظہارِ ناپسندیدگی ۱۰

ہمدردی

ماتم والوں کے ہاں کھانا بھجوانا ضروری ہے ۱۹۴

نوعِ انسان کے لیے قطع نظر مذہب کے
ہمدردی کی تلقین ۶۶
ہندوؤں سے دنیوی امور میں ہمدردی ۱۸۹

ہندو مذہب

ہندوؤں میں احمدیت قبول کرنے والوں
کی استقامت ۲۱۳، ۲۱۴
ہندوؤں سے دنیوی اُمور میں ہمدردی
رکھنا اور امداد کرنا جائز ہے ۱۸۹
مُردہ ہونے کی دلیل ۵۱
حیوان کو انسان پر ترجیح دینے والی قوم
کیا انصاف کرے گی ۱۷۰
ویدوں کی حیثیت ۱۴۰
ہندو اب بتوں کی پرستش چھوڑ رہے ہیں ۱۵
مصیبت کے وقت صدقہ وخیرات
دیتے ہیں ۱۲۸
مسئلہ گوشت خوری ۲
قادیان کے ہندوؤں کا گواہی کو چھپانا ۶۴
قادیان کے ہندوؤں سے مخاطب کر کے
فرمایا میں حلفاً کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ
حجت تم پر قائم ہے ۶۵

ی

یہود

یہود کی بہت بڑی تعداد آنحضرتؐ اور
سلاطین کے زمانہ میں مسلمان ہوگئی تھی ۱۰۴، ۱۰۵
ایک یہودی نومسلم کا سبق آموز واقعہ ۳۱۱
باوجود تورات کی موجودگی کے گمراہ ہوئے ۲۷
مسیح سے پہلے ایلیا کی آمد کا عقیدہ ۱۶۵
حضرت مریمؑ اور حضرت عیسٰیؑ پر الزامات
۳۲۲، ۳۲۳
عملی حالت ۱۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے
کافر قرار پائے ۱۹۴، ۱۹۵
مسلمانوں کی یہود سے نسبت ۱۸۶

اسماء

آ، ا

آتمارام (مجسٹریٹ) ۲۷۱
مقدمہ میں مخالفین کی ناکامی ۶۳
آتھم عبداللہ ۸۸
دجّال کہنے سے انکار اور رجوع ۲۲۳
آتھم پیشگوئی سن کر خوف کھا گیا، لیکن
لیکھرام نے شوخی اختیار کی ۱۲۸
آتھم کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید
کا عمدہ جواب ۱۵۳
آدم علیہ السلام ۷، ۴۷، ۱۷۶، ۲۶۸
خلیفہ بنائے جانے کی حکمت ۱۷۰
آدم میں تکبر نہیں تھا اس لیے اس کا گناہ
بخشا گیا ۱۷۳
جس بہشت سے نکالے گئے تھے وہ
زمین پر ہی تھا ۹۹
دنیا کی عمر سات ہزار سال حضرتِ آدم سے
گنی جاتی ہے ۹۷
جیسا کہ اوّل میں وہ آدم تھا ایسا ہی آخر
میں ایک آدم ہے ۹۷
آپ بھی بن باپ تھے ۳۱۹
عیسیٰ کی آپ سے مشابہت ۱۷۶
بیٹے کی وفات ۲۵۷
ابراہیم علیہ السلام ۱۸۴
ابتلا ۳۱۴
آگ فرو ہونے کا معجزہ ۱۸۴
خدا کے سلام کے نتیجہ میں آگ سے
سلامت رہے ۲۰۷
ابنِ عربی دیکھئے ’’محی الدین ابن عربی‘‘
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۶، ۱۵۸، ۱۷۵
ابوجہل ۲۹۳
اس کو بھی سچی خوابیں آتی تھیں ۲۹۳
بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے مباہلہ اور ہلاکت ۱۱۷
ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
قبول اسلام کا واقعہ ۱۰۴
ابوسعید عرب ۱۶۲، ۱۶۳
کشمیر کی سیاحت سے واپس آکر بتانا کہ
کشمیر کے لوگ خانیار کی قبر کو نبی صاحب
یا عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں ۳۳۹
ابوسفیان
قیصر کے دربار میں ۲۲۲

اجیت سنگھ
جلاوطنی ۱۹۷
اچھر چند
قادیان کا آریہ جو طاعون سے ہلاک ہوا
۱۶۴، ۲۷۶
احمد سرہندی۔ مجدّد الف ثانی
آپ مکالمہ ومخاطبہ کے قائل ہیں ۷۴
احمد بریلوی سید
یوحنا نبی سے مماثلت ۳۳۸
احمد مدراسی
بیعت کے لیے قادیان آمد ۱۶۳
احمد بیگ مرزا ۱۶۸، ۱۶۹
خوف نہ کھانے کی وجہ سے مدت کے
اندر ہلاک ہوگیا ۱۲۸
احمد اللہ حافظ
ایک علمی نکتہ ۲۶۹
احمد حسین امرتسری
حضور کی خدمت میں دعا کا خط ۱۳۵
احمد دین منشی اپیل نویس گوجرانوالہ
ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق ایک نکتہ ۲۴۴
اسماعیل علیہ السلام ۱۷۵
اکبر بیگ مرزا
حضور کی خدمت میں ایک خواب سنانا ۲۰۳
اکبر علی خان مرزا۔ نواب دہلی ۲۷۰
الٰہی بخش اکونٹنٹ
اس کے متعلق اندیشے درست ثابت ہوئے ۲۹۵
طاعون سے ہلاکت ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۶، ۱۶۷
الیاس علیہ السلام نیز دیکھئے ''ایلیا''
آمد ثانی ۱۷۵
آمد ثانی کے بارہ میں یہود کا عقیدہ ۱۶۵
امام الدین سیکھوانی
آپ کے اخلاص کی تعریف ۲۳۶
امۃ الحفیظ بنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
بچپن میں بہت باتیں کرنا ۱۳۵
ایڈورڈ ۲۷۱
ایلیا نیز دیکھئے ''الیاس''
دوبارہ آمد ۱۵۳
ایوب علیہ السلام
ابتلا میں مثالی صبر ۲۶۰
اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی تدبیر سُجھا دی جس
سے قسم بھی پوری ہوا اور ضرر بھی نہ پہنچے ۱۰۸

ب

بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود
گھر کے اندر بیان فرمودہ ملفوظات
مسیح موعود علیہ السلام رقم فرمانا ۱۳۱
اپنے بھائی مرزا مبارک احمد کی وفات پر
رضا بالقضاء کا اعلیٰ نمونہ ۳۳۷

بلال رضی اللہ عنہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو
ایک نصیحت ۲۱۰
بنی اسرائیل نیز دیکھئے ’’یہود‘‘
حکم کی تعمیل کی بجائے سوالات پوچھنا ۲۱۷
بہادر شاہ ظفر
انگریزوں کا آپ سے سلوک ۱۳۳

پ، ت، ث

تیجا سنگھ
تیجا سنگھ کا مندر ۱۸۴
ثناء اللہ امرتسری
عربی زبان کی لیاقت ۱۰۰
بدگوئی میں محمد حسین بٹالوی سے بڑھ
گیا ہے ۹۳
سعد اللہ کے متعلق پیشگوئی پوری ہونے
کا انکار ۹۳
اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی بنیاد
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہے ۱۶۳
طاعون کی پیشگوئی کا گواہ ۲۲۹
توبہ کی شرط ۱۶۷
فیصلہ کی آسان راہ ۱۹۶، ۱۹۷
سید عبدالحی عرب کا آپ کو مسکت جواب ۹۸
ان کے پرچہ اہلحدیث کے تبادلہ میں
جماعت کا پرچہ ضرور جانا چاہیے ۲۳۷

ج، چ

جالینوس ۱۷۸
جسمل رائے تحصیلدار بٹالہ
حضور کے آرام کے لیے مکان مہیا کرنا ۲۰۱
جعفر زٹلی لاہوری
فیصلہ کی آسان راہ ۱۹۶، ۱۹۷
دُشنام دہی ۸۱
جلال الدین رومی ۱۱۹
مثنوی کے تمام قصے تمثیلیں ہیں ۲۳۳
جمال الدین سیکھوانی
آپ کے اخلاص کی تعریف ۲۳۶
چراغ الدین میاں ۱۷۲
چراغ دین جمونی
حضور کے بعد الہام کا دعویٰ ۲۰۵
عبرتناک انجام ۸۱، ۱۵۳، ۱۵۸، ۲۷۵
چندولال ۲۷۱، ۲۷۲

ح، خ

حافظ شیرازی ۲۸۰
حامد شاہ میر۔ سید
صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے متعلق
آپ کی اہلیہ کی ایک خواب ۲۶۱، ۲۶۲
حبیب الرحمٰن رئیس حاجی پورہ ۱۵۲

حبیب اللہ خان والی افغانستان
بے رحمی سے صاحبزادہ عبداللطیف کو
سنگسار کرنا ۱۷۹
اللہ تعالیٰ کا مجرم ہے...اور ہم الٰہی فیصلہ
کے منتظر ہیں ۱۰۳
حبیب اللہ سید آئی سی ایس مجسٹریٹ آگرہ
ملاقات کے لیے قادیان تشریف آوری ۱۱۰، ۱۱۲
حسن بصریؒ
آپ کا ایک عارفانہ قول ۲۴۲
حسین رضی اللہ عنہ
کوفہ کے پچاس ہزار آدمیوں کی طرف
سے بیعت پر آمادگی کے خطوط ۲۷۷
آخری وقت کا ابتلا ۲۷۹، ۳۱۴، ۳۱۵
ہم ان کی توہین نہیں کرتے بلکہ انہیں
راست باز اور متقی سمجھتے ہیں ۳۰۵
حسین بخش رئیس بٹالہ
فضل حسین بیرسٹر کے ساتھ مل کر حضور
سے ملاقات ۲۵۳
حوّا علیہا السلام
جس بہشت سے نکالی گئیں وہ اسی زمین پر تھا ۹۹
خیر الدین سیکھوانی
آپ کے اخلاص کی تعریف ۲۳۶

د، ڈ، ر، ز

داؤد علیہ السلام ۲۶۸
دانیال علیہ السلام
آپ کی کتاب میں صدہا سال کو ہفتہ
کہا گیا ہے ۹۶
دیانند پنڈت مصنف ستیارتھ پرکاش
آریہ ورت کے بگڑنے کی شہادت ۲۷
ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور
مقدمہ اقدام قتل میں حضور کو بری کرنا ۱۸۰
ڈوئی جان الیگزینڈر ۱۲۷، ۱۴۲، ۱۴۴
یورپ امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک
میں مشہور تھا ۱۳۹
مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹
ڈوئی کے نشان پر مبارکباد ۱۳۵
ڈوئی کے نشان کے پورا ہونے پر دعوت
دینا جائز ہے ۱۳۷
رجب علی پادری
بار بار مذہب تبدیل کرنا ۲۱۴
رحمت اللہ شیخ ۱۷۲
بٹالہ میں حضور سے ملاقات ۲۰۳
رُسل بابا امرتسری
طاعون سے ہلاکت ۹۸
رشید الدین خلیفہ ڈاکٹر ۲۶۲
حضور کے ایک رؤیا کی گواہی ۲۶۱
زردشت
کیا آپ نبی تھے؟ ۳۱۵

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے پارسیوں کو
اہل کتاب کا درجہ دیا تھا ۳۱۶

زکریا علیہ السلام
پیرانہ سالی میں بانجھ بیوی سے اولاد ۱۷۶

زمخشری
علامہ زمخشری کی تعریف ۳۲۴

س،ش

سرور شاہ سید
بہترین واعظ کی صفات کے حامل ۲۹۵

سعد اللہ لدھیانوی
پیشگوئی کے مطابق ہلاکت ۹۳، ۱۰۱، ۱۴۲

سعدی مصلح الدین شیرازی ۱۲۰، ۲۴۸، ۲۶۴

سلطان احمد مرزا ۶۶

سوم راج
قادیان کا بدزبان آریہ جو طاعون سے ہلاک ہوا ۱۶۴

سلیمان علیہ السلام ۲۶۸

شجاع الدین نواب رئیس لوہارو ۲۷۰

شرمپت لالہ
حضور کی پیشگوئیوں کا گواہ ۶۴، ۱۲۹

ص،ظ

صدیق حسن خان نواب
حجج الکرامہ میں مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی
قرار دینا ۱۱۴، ۲۴۴

ظفر احمد منشی ۱۵۲

ظفر الدین قاضی
قصیدہ اعجازیہ کے مقابلہ میں قصیدہ لکھا اور
شائع کرنے کی فرصت پانے سے پہلے مرگیا ۱۰۰

ظہور الدین اکمل قاضی نیز دیکھئے اکمل
آپ کے استفسارات ۱۰۸، ۱۱۷

ع

عابد حسین حیدر آبادی
تجدید بیعت ۱

عائشہ صدیقہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا ۲۸۱
آپ کا فرمان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے
بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ۱
معراج کے بارہ میں آپ کا مذہب ۳۲۰

عبد الحکیم خان ڈاکٹر پٹیالوی
حضور کو ایک اہانت آمیز خط لکھنا ۲۱۵
حضور کے دعویٰ سے چھبیس سال بعد
دعویٰ الہام ۲۰۵، ۲۲۲
مسیح اور رحمۃ للعالمین ہونے کا مدعی
۲۳۱، ۲۴۳، ۲۴۴
بیس سال کی مریدی کے بعد حضور کے
خلاف دشنام دہی ۸۱، ۲۳۱
بے باکی اور شوخی ۲۲۴
فیصلہ کی آسان راہ ۱۹۶، ۱۹۷

حضور نے اس کے متعلق فرمایا کہ اب
آخری فیصلہ ہے ۲۰۵
عبدالحمید خان آف کپورتھلہ
ایک استفسار ۱۳۷
عبدالحی لکھنوی مولوی
آپ کا خیال تھا کہ شاید آپ چودھویں صدی
کے مجدّد ہوں گے ۱۱۴
عبدالرحمٰن المعروف بھائی عبدالرحمٰن قادیانی ۱۷۲
اسلام پر استقامت ۲۱۳، ۲۱۴
عبدالرحیم المعروف بھائی عبدالرحیم
اسلام پر استقامت ۲۱۳
عبدالستار سید ڈاکٹر
حضور کے ایک رؤیا کے گواہ ۲۶۱
عبدالعزیز شیخ
اسلام پر استقامت ۲۱۳
عبدالغفار خان طالب علم علی گڑھ
طلبا کی سٹرائیک میں شامل نہ ہونے
پر حضور کا اظہار خوشنودی ۱۲۲، ۱۲۳
عبدالغنی حاجی دہلوی ۲۷۰
عبدالقادر جیلانی سید رحمۃ اللہ علیہ
فرمایا۔ فقیر کو چاہیے کہ قیام فی ما اقام اللہ
پر عمل کرے ۱۱۵
آپ نے فرمایا کہ انسان پر ایک زمانہ آتا
ہے کہ اس کا نام عبدالقادر رکھا جاتا ہے ۱۰۵
مکالمہ الٰہیہ کے بارہ میں فتوح الغیب میں
آپ کا مذہب ۷۴
فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی راہ دیکھنے کے لیے
قرآن کریم پڑھنا چاہیے ۶
آپ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے
کھانا کھلانا ۲۱۸
عبدالکریم مولوی ۲۴۱، ۲۴۳
عبدالکریم حیدرآبادی
معجزانہ طور پر باؤلے کتّے کے کاٹے سے
صحت یابی ۱۶۳، ۱۶۴
عبداللہ آتھم نیز دیکھئے آتھم
عبرتناک انجام ۸۱
عبداللہ کوئلم
ویب سے بدرجہا بہتر ہے اس نے مسلمانوں
کی ایک جماعت بنالی ہے ۹۵
عبداللہ مولوی آف سرینگر کشمیر
کشمیر کے لیے بطور واعظ موزوں معلوم
ہوتے ہیں ۲۹۶
عبداللطیف صاحبزادہ شہید
آپ بہت کم گو تھے ۳۹
امیر حبیب اللہ نے آپ کو ناحق قتل کیا ۱۰۳، ۱۷۹
محض اختلاف مذہب کی بنا پر آپ کو
شہید کیا گیا ۹۲
عبدالمجید دہلوی مولوی
ہلاکت ۱۰۲

عبدالمحی عرب سید
مولوی ثناء اللہ کو مسکت جواب ۹۸
عثمان بن عفان۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۸۶
بے ادبی سے بچانے کے لیے آپ نے
قرآن کریم کے اوراق جلائے تھے ۲۱۸
عزیز احمد مرزا ابن مرزا سلطان احمد صاحب
طلبا کی سٹرائیک میں شمولیت ۱۲۳
تجدید بیعت اور تحریری معافی اور حضور
کا قصور معاف فرمانا ۱۲۴
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۸۶، ۱۵۸، ۲۶۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت ۳۰۰
آپ نے پارسیوں کو اہل کتاب کا درجہ دیا تھا ۳۱۶
آپ کے عہد میں طاعون ۱۵۹
آپ کی طرف سے طاعون زدہ علاقہ
چھوڑنے کا حکم ۱۴۵، ۱۴۶
آپ کے زمانہ میں طاعون سے
کوئی عظیم الشان صحابی ہلاک نہیں ہوا ۱۷۵
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳
ایک کافر پہلوان کی گستاخی پر اس کو چھوڑ
دینے کا سبق آموز واقعہ ۱۲۱، ۲۴۰
آپ نے بھی پارسیوں کو اہل کتاب کا درجہ دیا تھا ۳۱۶
روافض کے نزدیک وحی نبوت دراصل
آپ پر نازل ہونی تھی مگر غلطی سے
آنحضرت پر چلی گئی ۱۵۹
عیسیٰ علیہ السلام ۴۸، ۴۹، ۶۷، ۱۵۳، ۲۰۰، ۲۶۸
آپ کی آمد سے پہلے ایلیا کی آمد ثانی کا عقیدہ ۱۶۵
آپ سے پہلے یوحنا نبی کی شہادت ۳۳۸
آپ کے وقت میں ظاہر ہونے والے
ذوالسنین ستارہ کا دوبارہ طلوع ۲۲۷
آپ ہی کو یوز آسف کہا گیا ہے ۳۳۹
تمثیلوں سے کام لیتے تھے ۲۳۳
اجتہاد میں غلطی ۱۶۹
آپ کا ایک نکتہ معرفت ۱۲۷
آپ نے دوسرے آدمی کی قسم کو پورا کیا تھا ۱۲۲
کیا صرف آپ ہی مس شیطان سے
پاک ہیں؟ ۳۲۲
مہد (پنگوڑے) میں کلام کرنے سے مراد ۱۳۵
معجزہ احیائے موتی کی حقیقت ۷۰
قرآن کریم کی رو سے ایک عبد تھے اور
کھانے پینے کے محتاج تھے اور دوسرے
نبیوں کی طرح وفات پائی ۳۱۹
آدم سے مشابہت ۱۷۶
آپ کا بن باپ ہونا قرآن مجید سے
ثابت ہے ۱۷۶
آپ کا بن باپ ہونا الوہیت اور ابنیت
کی دلیل نہیں ہے ۳۱۸، ۳۱۹
کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی حقیقت ۳۱۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ
میں آپ کے مصائب ۲۶۷
آپ کے ذریعہ روحانی انقلاب بہت کم
درجہ کا تھا ۲۸
آپ کی کامیابی ۱۶۱
ہمیشہ مغلوب رہے ۳۱۷

ماننے میں دقتوں کی حکمت ۱۷۵
آپ کے مخالفوں پر طاعون کا عذاب ۹۸
آپ کی اصلی انجیل موجودہ اناجیل نہیں ۳۱۷
وفات مسیح کے دلائل
۷۹، ۱۱۲، ۱۲۵، ۱۳۰، ۳۳۰، ۳۳۲
معراج کی رات آنحضرتؐ نے آپ کو
وفات یافتہ انبیاء میں دیکھا ۳۳۰
اگر زندہ ہو کر واپس آجائیں ۱۴۱
حضرت امام بخاری اور وفات مسیح ۷۹
ہم ان کی توہین کے مرتکب نہیں بلکہ انہیں
اولوالعزم نبی اور راست باز سمجھتے ہیں ۳۰۵
ہم آپ کی پیدائش کو مس شیطان سے
پاک سمجھتے ہیں ۳۱۸
آپ کو ہم خدا تعالیٰ کا رسول اور اس کا
مقبول اور برگزیدہ سمجھتے ہیں ۳۲۸
براہین احمدیہ میں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان
پر زندہ ہونے کا عقیدہ لکھا گیا۔ وفات کا عقیدہ
خدا تعالیٰ کی وحی سے ہے ۲۱۶، ۲۴۳

غ

غلام احمد قادیانی مرزا
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

دعاوی

چودھویں صدی کے مجدّد ہونے کا دعویٰ ۵۹
آپ کے دعویٰ نبوت کی حقیقت ۴۳، ۴۷
آپ کے دعویٰ کی وضاحت ۳۳۵
آپ کو بہت سے انبیاء کے نام دیئے گئے ۲۶۸

مقاصد بعثت

براہین احمدیہ صرف اسلام کی محبت کے
واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
عزت قائم کرنے کی خاطر لکھی ۲۳۴
اس نے مجھے بھیجا ہے تا میں اسلام کو
زندہ کروں ۵۹
آنے کی غرض ان فسادوں کو مٹانا ہے جو
مسلمانوں میں پیدا ہوئے ہیں ۲۹
ہماری بعثت کی ایک بھاری غرض مسلمانوں
کو عملاً مسلمان بنانا ہے ۷۵
میں تو اس لیے آیا ہوں کہ لوگوں کے ایمان
درست ہوں ۲۴
خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نفاق کو دور
کرنے آئے ہیں ۳۸
بلاد یورپ میں دعوت اسلام کے کام کا
جاری فرمانا ۳۸، ۳۹
ملکہ برطانیہ اور شاہی خاندان کو اسلام
کی تبلیغ ۳۸، ۳۹

مقام

جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ ۲۶۸
جیسا کہ اوّل میں وہ آدم تھا ایسا ہی آخر میں
ایک آدم ہے ۹۷
خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مریم رکھا ہے اور پھر
اس میں نفخ روح کر کے عیسیٰ پیدا کیا ہے ۳۳۰

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ۳۳۸
آپ کے والد کی ایک رؤیا جو آپ کے حق میں تھی ۱۰۵
میرا نام بھی خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے عبدالقادر رکھا ہے ۱۰۵

دلائل صداقت

آپ کی صداقت کے دلائل ۱۰۱
آپ کی صداقت کے لیے نشانات ۶۰
براہین احمدیہ میں مذکور پیشگوئیوں کا پورا ہونا ۶۳
معجزانہ حفاظت کے چند واقعات ۱۸۴، ۱۸۵
آپ کے گھر کی طاعون سے حفاظت ۱۴۳
میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں ۶۲
طاعون ہماری صداقت کا نشان ہے ۱۴۸
اقدامِ قتل کے مقدمہ میں باعزت بریت ۴۰
آپ کے دعویٰ سے پہلے ۱۸۸۵ء میں کثرت سے ستارے ٹوٹے تھے ۲۵۰
آپ سے پہلے کسی نے دعویٰ نہیں کیا تھا کہ آپ کے دعویٰ کو کسی کی ریس قرار دیا جاتا ۲۱۵، ۲۲۲

تصانیف

کتاب حقیقۃ الوحی کی اہمیت ۶۲
کتاب حقیقۃ الوحی کے بارہ میں آپ نے قَسم دی ہے کہ لوگ اسے کم از کم اوّل سے آخر تک پڑھ لیں ۱۲۲
حقیقۃ الوحی کی تصنیف ۱۱۶
کتاب حقیقۃ الوحی میں نشانات کا ذکر ۳۳۴
رسالہ ''قادیان کے آریہ اور ہم'' کی اشاعت ۱۰۹
رسالہ ''قادیان کے آریہ اور ہم'' کی اشاعت پر آریوں کی گھبراہٹ ۱۲۹
کتاب کشتی نوح ۱۱۷

عادات وشمائل

ہم کسی سے کچھ لینا نہیں چاہتے نہ کسی سے کوئی خواہش رکھتے ہیں ۱۲۱
اولاد کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کو مقدم فرمانا ۲۸۱
صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر آپ نے فرمایا ''میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی'' ۲۵۶
خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا مثالی نمونہ ۲۸۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں انتہا کا اظہار ۸۹
ظہر کی پہلی چار اور پچھلی دو سنتیں گھر میں ادا فرمانا ۸۳
حضرت مولوی نورالدین صاحب کو نمازوں کے لیے بلوانا ۸۳
عمدہ صحیح اور خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت سننے کا شوق ۱۵۲
حضور ساری ڈاک خود ملاحظہ فرماتے اور حتی الوسع خود جوابات دیتے یا پھر منشی کو جواب کے لیے ہدایات دیتے۔ ۸۵
مہمان کے حق کی ادائیگی ۱۱۲

دوستوں کی احوال پُرسی کے لیے ایک آدمی
کولاہور بھیجنا ۱۹۳
حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم کی پیشوائی
کے لیے سفر فرمانا ۲۰۱
دعویٰ پر استقامت ۲۵۴
ادائے شہادت ۱۶
کسی سے بُغض نہیں مگر للہ ۱۲۱
موذی دشمنوں سے حسن سلوک ۶۶
انکساری ۱۸۲
سادگی ۱۵۲
فراست ۳۰۰
تصنع اور بناوٹ سے پاک ۲۱۶، ۲۴۳
ہمارا یہ مذہب نہیں کہ صرف تفریح کے واسطے
یا سیر و تماشا کے واسطے کوئی سفر کریں ۱۲۹
سیر کی عادت ۱۱، ۷۶، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۱۴۵
۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۶۸، ۲۶۲، ۲۶۳
مسواک کو پسند فرماتے تھے ۱۰۴

تاریخی واقعات

دورِ گمنامی ۶۳، ۶۴
دعویٰ سے پہلے سفیر ہند اور برادرِ ہند اخبارات
میں مذہبی مضامین شائع فرمانا ۲۱۵
تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ /دسمبر ۱۹۰۶ء ۳۷
قادیان سے بٹالہ تک پالکی میں سفر ۲۰۱
دردِ گردہ کی تکلیف ۸۴
دردِ گردہ سے شفایابی ۱۹۷

عقاید و تعلیمات

اپنے عقائد کا بیان ۷۴
قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر
عمل کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ۱۹۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق
آپ کا عقیدہ ۳۳۴
ہم حضرت عیسیٰ کو خدا کا رسول اور ایک مقبول
اور برگزیدہ انسان سمجھتے ہیں ۳۲۸
براہین احمدیہ میں مسیح کے آسمان پر ہونے
کے عقیدہ کا ذکر ۲۱۶

دعا

ہر شخص جو ہماری جماعت میں داخل ہے
اس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں ۱۴۸
اپنے محبین کے لیے دعا کی کیفیت ۲۲۸
قبولیت دعا کے دو معجزات ۱۶۳، ۱۶۴

رؤیا، کشوف اور الہامات

ابتلاؤں میں پورا اترنے پر خوشنودی
کے الہامات ۲۷۳
السلام علیکم کے الہام کے ساتھ ہی بیماری
دور ہوگئی ۲۰۷
کشف میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ۱۵۶
اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب نشانات
اور زلزلے کی خبر ۲۵۰
آنے والے عذابوں کا انذار ۲۹

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا

احمد صاحب مدراسی کو رؤیا میں قادیان
دکھایا جانا ۱۶۳

ایک خوشخط عبارت میں یَا عَبْدَ اللّٰہِ
اِنِّیْ مَعَكَ دیکھنا ۲۷۳
خواب میں بہشتی مقبرہ آنا اور فرمانا کہ
میری قبر دوسروں سے جدا چاہیے ۲۶۲
حضور کا رؤیا میں بادل دیکھنا ۱۸۲
چوہوں جیسے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو دیکھنا
جو صاحبزادہ مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں ۱۳۴
کل میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک
ستارہ ٹوٹا ہے اور سر پر آ گیا ہے ۲۲۷
حضور نے خواب میں دیکھا کہ اس مکان میں
موت ہونے والی ہے اور بکری ذبح کی گئی ۲۶۱
خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ پانی بہہ رہا ہے
اور مبارک احمد اس میں گر گیا ہے بہتیرا دیکھا
اور غوطے بھی لگائے مگر تلاش کرنے پر نہ ملا ۲۶۱
خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گویا
مرتدین میں داخل ہو گیا ہے ۲۶۳

مخالفت اور مخالفین کا انجام

ہمارے مخالفوں کا قیامت تک رہنا
ضروری ہے ۳۰۴
مخالف ہمیں منہاج نبوت پر پرکھیں ۲۲۳
حضور کو مفتری سمجھنے والے مخالفین کے لیے
فیصلہ کی آسان راہ ۱۹۷
آپ کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرنے
والوں کا انجام ۲۷۴
آپ کے طاعون سے وفات پا جانے کے
بارہ میں دہلی کے ایک شخص کی پیشگوئی ۲۷۰
حج پر نہ جانے کے اعتراض کا جواب ۲۱۱
اشد مخالفین نے مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاک
ہو کر حضور کی سچائی پر مہر کر دی ۱۱، ۸۱، ۱۱۷، ۱۵۲
قصیدہ اعجازیہ کے جواب میں قاضی
ظفر الدین کا قصیدہ لکھ کر ہلاک ہونا ۱۰۰
مقدمات میں مخالفین کی ناکامی ۶۳
آپ کے دعویٰ کے بعد چراغ دین،
عبدالحکیم اور دوسرے جھوٹے مدعیان ۲۰۵
عیسائیوں کو الزامی جوابات دینے کی وجہ ۳۲۸

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عربی الہامات

ا۔ اُرِیْحُكَ وَلَا اُجِیْحُكَ وَاُخْرِجُ مِنْكَ
قَوْمًا ۲۷۳
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ
وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۲۱۶
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ۲۰۷
اِنَّ خَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاقِعٌ ۲۲۲
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ
اُولٰٓئِكَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۱۴۶
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا
مَا بِاَنْفُسِھِمْ ۱۰۸، ۲۹۰
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۱۳۹
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ
وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ۲۴۴
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۲۰۵
اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ
وَقْتُهٗ ۲۷۳

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ ۳۳۸
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا
۷۸، ۱۴۶، ۲۵۶، ۲۷۸، ۲۸۳
اِنَّهٗ اٰوَی الْقَرْیَةَ ۱۰۸
اِنِّیْۤ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ
۶۵، ۱۴۶، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۹۶، ۲۷۵
اِنِّیْۤ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰهِ وَ اُصِیْبُهٗ
۲۵۶، ۲۵۸، ۲۷۸، ۲۸۳
اِنِّیْ مُبَارَكٌ ۲۸۳
اِنِّیْ مَعَ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ حَالٍ ۲۷۸
اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ ۲۱۵
اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَانِیْ اے خدا رحم کر ۲۶۲
ج۔ جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ ۲۶۸
ح۔ حٰمٓ۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ
راز کھل گیا ۱۵۰
ر۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ
الْوٰرِثِیْنَ ۶۳
ص۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ كَانَ
اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۲۴۳
ع۔ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَ مُقَامُهَا ۶۲
غ۔ غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِیْدًا ۱۴۸
ف۔ فَارْتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا وَ وُهِبَ لَهُ الْجَنَّةُ
اتنے میں طاقت بالا اس کو کھینچ کر لے گئی ۷۸
فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ ۶۴
ك۔ كَمِثْلِكَ دُرٌّ لَّا یُضَاعُ ۲۷۳
ل۔ لَا تَنْقَطِعُ الْاَعْدَآءُ اِلَّا بِمَوْتِ
اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۲۰۵
لَا عِلَاجَ وَ لَا یُحْفَظُ ۲۶۲
لَكَ دَرَجَةٌ فِی السَّمَآءِ وَ فِی الَّذِیْنَ
هُمْ یُبْصِرُوْنَ ۲۷۳
لَوْ لَا الْاِكْرَامُ لَهَلَكَ الْمُقَامُ ۱۰۸
م۔ مَا اَنَا اِلَّا كَالْقُرْاٰنِ وَ سَیَظْهَرُ عَلٰی
یَدَیَّ مَا ظَهَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ ۲۶۹
مِنَ النَّاسِ وَ الْعَامَّةِ ۱۳۶
و۔ وَ لَكَ نُرِیْ اٰیَاتٍ وَّ نَهْدِمُ مَا یَعْمُرُوْنَ ۲۷۳
ہ۔ هٰذَا هُوَ التُّرْبُ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۷۲
ی۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ
خَلَقَكُمْ ۲۵۶
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ اللّٰهَ خَلَقَكُمْ ۲۵۶
یَاْتِیْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۶۳
یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۷۳، ۱۶۶
یَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لَا تُصَعِّرْ
لِخَلْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ ۶۳
یَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنِّیْ مَعَكَ ۲۷۳
یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ
۲۱۶، ۲۴۳، ۳۳۰

اردو، فارسی، پنجابی اور انگریزی زبان کے الہامات

آسمان ٹوٹ پڑا سارا معلوم نہیں کیا
ہونے والا ہے ۹۲
آید آں روزے کہ مستخلص شود ۲۲۵
اس ہفتہ میں کوئی باقی نہ رہے گا ۹۶
الوداع ۱۹۷
ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا ۱۰۲
بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت
ڈھونڈیں گے ۷۷
پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن
۱۴۱،۱۰۹،۸۴
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی ۶۲
جے توں میرا ہور ہیں سب جگ تیرا ہو ۱۵۶
خدا خوش ہو گیا ۲۷۸،۲۷۳
زلزلہ کا دھکا ۶۲
’’قرآن خدا کا کلام ہے اور میرے منہ کی
باتیں‘‘ کی تشریح ۱۹۷
لاہور سے ایک افسوسناک خبر آئی ۱۹۳،۱۴۵
میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں ۲۷۸
میں نے خدا کی مرضی کے لیے اپنی مرضی
چھوڑ دی ہے ۲۸۱
ہزاروں تیرے پروں کے نیچے ہیں ۱۱۹
ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر
۲۸۳،۲۷۸،۲۵۶
یا اللہ! اب شہر کی بلائیں بھی ٹال دے ۱۶۴،۱۳۶
لائف آف پین ۲۸۳،۲۷۸

غلام حسن خان رئیس دہلی۔ خان بہادر ۲۷۰
غلام دستگیر طبیب ۲۱۱
غلام دستگیر قصوری
مؤلف مجمع البحار کی طرح دعا کرنے کا
دعویٰ اور پھر ہلاکت ۲۷۵،۱۵۵
غلام فرید خواجہ چاچڑاں شریف
حضور کے معتقد تھے ۱۰۳
حضور کی جابجا تائید ۱۹۶
قبولیت دعا کا ایک واقعہ ۱۳۴
آتھم کے متعلق پیشگوئی کے بارہ میں
آپ کا عمدہ جواب ۱۵۳
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں
کے بارہ میں آپ کا عمدہ جواب ۱۶۵
غلام قادر مرزا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بھائی ۱۰۵
ورزش کا شوق ۲۱۰
غلام محمد بابو
لاہور سے ملاقات کے لیے قادیان آمد ۱۲۰
غلام محمد مولوی طالب علم علی گڑھ ۱۲۲
علی گڑھ جاتے ہوئے حضور کی آپ کو نصائح ۱۲۳
غلام مرتضیٰ مرزا
حضور کے والد، آپ کی ایک رؤیا اور
اس کی تعبیر ۱۰۵

غلام مرتضیٰ مولوی
خسوف قمر کے وقت واویلا کرنا ۶۰

ف

فرعون ۱۲۷، ۱۸۳
خوف کے وقت ایمان ۲۴۹
اسے بھی سچی خواب آئی تھی ۲۹۳
موسیٰ کی فتح ۱۸۷

فرید باوا شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ
آپ کا ایک مقولہ ۲۴

فضل حسین بیرسٹر ایٹ لاء
حضور سے ملاقات کے دوران
بعض استفسارات ۲۵۳

فضل حق سردار ۱۷۲
اسلام پر استقامت ۲۱۴

فقیر مرزا دوالمیالی
مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت ۸۳
خود اسی تاریخ اور مہینے میں ہلاک ہوا جس کی
اس نے حضور کے متعلق پیشگوئی کی تھی ۲۷۵

ق

قاسم علی منشی ۲۷۲

قطب الدین خواجہ شاگرد باوا غلام فرید ۱۳۴
ہندوستان کے اولیاء میں سے ایک ۲۱۲

قمر الدین سوداگر صدر بازار دہلی ۲۷۰

قیصر ہرقل
ابوسفیان کی دربار میں حاضری ۲۲۲

قیصر ہند
طاعون کے بارہ میں قیصر کی چٹھی کے مطابق
جماعت کو تعاون کی تلقین ۲۳۰

ک

کرامت علی خان میر دہلوی ۲۷۲
ایک عیسائی مشرک کو مسیح قرار دیتا ہے ۲۷۴
طاعون، زلزلہ اور حضور کی ذات
کے متعلق پیشگوئیاں ۲۷۰، ۲۷۱

کمال الدین خواجہ ۱۷۲

کُمِّے شاہ
آپ کے مرشد کو ساری عمر صحیح بخاری کی
تلاش رہی ۴۵

ل

لاجپت رائے لالہ
جلاوطنی ۱۹۷
گرفتاری پر آریوں کی لاتعلقی کا اظہار ۲۵۴

لوط علیہ السلام ۲۳، ۲۶، ۲۹، ۱۲۶

لیکھرام ۸۱، ۱۳۹
مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت ۱۳۹

عبرتناک انجام ۸۱
اس کی شوخی اس کی ہلاکت کا سبب ہوئی ۱۲۸، ۲۲۴
وہ اپنی موت کے ساتھ اپنے تمام
اعتراضات کا جواب دے گیا ۱۳۹

م

مبارک احمد مرزا ابن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶۲
لوگ انہیں اکثر ”ولی“ کہہ کر پکارتے تھے ۲۶۲
آپ کے متعلق الہام اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ
اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ ۲۵۶، ۲۵۸
حضور نے اس کی پیدائش پر فرمایا کہ
یہ لڑکا نیک اور رو بخدا ہوگا یا کم عمری میں
فوت ہو جائے گا ۲۵۸، ۲۷۸
آپ کے بارہ میں حضور کا ایک رؤیا ۲۶۱
آپ کی وفات ایک بڑا نشان ہے ۲۸۳
آپ کی وفات پر حضرت امّاں جان
کا مثالی صبر ۲۷۸
حضور اور حضرت امّاں جان کا مثالی صبر ۲۸۱
حضور اور حضرت امّاں جان کے صبر پر
اللہ تعالیٰ کا خوش ہو جانا ۳۰۱
آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعود
کے جذبات رضا بالقضا ۳۳۷
آپ کی وفات پر حضرت اقدس کی تقریر ۲۵۶
خسرہ کی تکلیف میں دعا سے آرام ۱۳۴
آپ کی پیاری یادیں اور ذکر خیر ۲۵۸
وفات سے پہلے حضور سے مصافحہ ۲۵۸
نو دن کا بخار ٹوٹنے کے بعد وفات ۲۶۱

محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
۴۸، ۶۷، ۲۶۸

آپ کے متعلق پیشگوئیاں
آپ کے دعویٰ سے پہلے کثرت سے
ستارے ٹوٹے تھے ۲۲۷، ۲۵۰
آپ کے متعلق پیشگوئیوں میں اخفا کی حکمت ۱۷۵

دلائل صداقت
آپ کی صداقت کے دلائل ۴۸، ۱۱۵
آپ کی بعثت حق تھی ۲۷
آپ کے معجزات ۱۸۱
آپ کے وقت میں قحط کا نشان ۱۲۸
آپ کی کامیابی سب سے بڑا معجزہ ہے ۷۲
باوجود تن تنہا ہونے کے کامیاب ہوئے ۳۵
آپ واحد نبی ہیں جو اپنی زندگی
میں ہی کامیاب ہوئے ۳۱۷
آپ کی اصلاح آپ کی حقانیت کی دلیل ہے ۴۸
کفّار پر آپ کی بددعا کا رعب تھا ۲۵۲
آپ سے پہلے کسی نے دعویٰ نہیں کیا تھا ۲۲۲

مقام
افضل الرسل ۳۹
زندہ نبی ۱۱۳
آپ کی برکات غیر منقطع ہیں ۱۶۲
پاکوں کے سردار ۳۲۲
ہم کہتے ہیں کہ آپ افضل الرسل، سید المعصومین
رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین اور مَسّ شیطان
سے پاک ہیں اور تمام کمالات نبوت آپ کی
ذات پر ختم ہیں ۳۳۰

آپ کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے
معجزات کچھ بھی نہیں ۷۰

نجات کے لیے آپؐ کی اتباع لازمی ہے

قرآن کریم کے ساتھ آپ کے وجود کی ضرورت ۲۰۷
آپ کی اطاعت خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے ۶۸
سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی اتباع میں ہیں ۲۰۸
آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی
نہیں آسکتا مگر آپ کی وساطت سے
شریعت کے بغیر نبی آسکتا ہے ۲
خواب میں اگر آپ کوئی حکم دیں تو
اس پر عمل کرنا چاہیے ۸۹

خلق عظیم

آپ کے ذریعہ عظیم روحانی انقلاب ۴۹
شفقت کی ایک مثال ۲۷۷
حِلم ۳۰۰
خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا
بے مثال نمونہ ۲۸۱
جب کوئی ابتلا یا تکلیف دیکھتے تو فوراً
نماز میں کھڑے ہو جاتے ۲۰

آپؐ کی پیشگوئیاں

مسیح موعود کے ظہور کے لیے نشانات کا بیان ۷۶، ۷۷
مسیح موعود کے لیے آپ کے سلام سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ آپ کی اُمت میں پیدا ہوگا ۱۳۰

مصائب و مشکلات اور مخالفت

آپ کے مصائب دوسرے انبیاء کے
مقابلہ میں بہت زیادہ تھے ۲۶۷، ۲۷۹
یتیمی کا سامنا ۳۱۴
گیارہ بیٹوں کی وفات کا صدمہ ۲۵۷، ۳۱۴
ایک روایت کے مطابق جنگ اُحد میں
آپ کو ستر زخم آئے تھے ۲۶۶
آپ کی شدید مخالفت ۲۲۰
آپ کے زمانہ میں جو لوگ ہلاک ہوئے وہ
شوخی اور تکذیب کے نتیجہ میں ہوئے ۱۲۶، ۱۲۷
پہلے تیرہ سال صبر کرتے رہے پھر درد کی حالت
پیدا ہوئی تو مخالفین پر عذاب نازل ہوا ۱۵۴

متفرق

کفار سے آپ کی جنگیں دفاعی تھیں ۱۸۱، ۲۴۶
اجتہادی غلطی ۱۶۹
دس سال کی مدنی زندگی میں کوئی حج نہیں کیا ۲۱۱، ۲۱۲
خواب کی بنا پر حج کے لیے سفر ۲۶۷
آپ نے فرمایا کہ بشر آسمان پر نہیں جا سکتا ۳۱۹
آپ نے دوسرے کی قسم پوری
ہونے دی تھی ۱۲۲
شہد نہ کھانے کی قسم کا توڑنا ۱۹۱
آپ مقروض کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے ۲۱۹
آپ نے گوہ کو جائز قرار دیا ہے مگر خود
نہیں کھائی ۲۶۴
آپ پر جادو نے اثر نہیں کیا تھا ۳۲۹
آپ کی عصمت کے خلاف حدیث کو
ہم نہیں مانتے ۳۲۹
آپ نے وفاتِ مسیح کی شہادت دی ہے ۱۱۲، ۱۳۰

محمد اجمل خان حافظ۔ دہلی ۲۷۰

محمد احسن سید فاضل امروہی ۸۴، ۱۴۰، ۲۷۲
جماعت کی طرف سے مباحثہ کے حق دار ۱۴۰
نواس بن سمعان کی ایک حدیث پیش کرنا ۷۶
دو افراد کے جمعہ کے بارے میں استصواب ۱۱۸
محمد اسماعیل میر ڈاکٹر ۲۷۲
۴/اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے متعلق
ایک واقعہ کا ذکر ۹۸
محمد افضل بابو ۲۴۳
محمد اکمل قاضی ۱۱۷
محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بخارا سے جلاوطنی ۹۴
وفاتِ مسیحؑ پر آپ کے دلائل ۷۹
محمد حسین بٹالوی ابوسعید
پُرانے تعلقات ۹۳
ثناء اللہ بہ نسبت محمد حسین کے بدگوئی میں
بڑھ گیا ہے ۹۳
کیا رجوع کرے گا؟ ۷۳
محمد حسین قریشی حکیم
لاہور سے ملاقات کے لیے قادیان آمد ۱۲۰
بیٹی کی وفات ۱۴۵
حضور کا آپ کو طاعون زدہ علاقہ چھوڑنے
کی تلقین ۲۹۰
محمد حسین حکیم مرہم عیسیٰ
لاہور سے ملاقات کے لیے قادیان آمد ۱۲۰

محمد دین احمدی کباب فروش لاہور
حضور کے لیے اپنی عمر کا ایثار ۱۸۹
محمد دین میاں طالب علم علی گڑھ
طلبا کی سٹرائیک میں شامل نہ ہونے پر
حضور کا اظہار خوشنودی ۱۲۳
علی گڑھ سے ایک خط ۱۴۴
محمد سعید الدین
ایک استفسار ۱۳۸
محمد صادق مفتی
۷۸، ۸۴، ۸۵، ۸۸، ۸۹، ۹۴، ۲۲۸
لارڈ بشپ آف لاہور کی تقریر کا مسکت جواب دینا ۱۱۳
حضور کا آپ سے خطاب ۱۴۷
مولوی محمد علی صاحب کی وصیت لکھنا ۱۸۵، ۱۸۶
محمد طاہر گجراتی صاحب مجمع البحار
آپ کے یکطرفہ مباہلہ کے نتیجہ میں
جھوٹے مدعیان ہلاک ہو گئے ۲۷۵
محمد علی ایم۔اے (مولوی) ۸۴
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
طرف سے آپ کی تعریف ۴
یورپ و امریکہ میں تبلیغ کے لیے انگریزی
میں کتاب لکھی جانے کا تذکرہ ۹۵
ایک معجزہ کے گواہ ۱۶۴
حضور کا آپ سے فرمانا کہ اگر آپ کو طاعون
ہو گئی تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے ۱۸۶

محمد علی خان نواب
حضور کے ایک رؤیا کے گواہ ۲۶۱
محمد عمر حکیم از فیروز پور
بچہ کے کان میں اذان کے بارہ میں
استفسار ۱۳۷
محمد ویب نیز دیکھئے ویب
امریکہ کے ایک مسلمان ۹۴، ۹۵، ۱۲۷
محبوب الرحمٰن حافظ
آپ کی عمدہ تلاوت کی تعریف ۱۵۲
محی الدین لکھو کے والے
مباہلہ کے نتیجہ میں ہلاکت ۱۵۳
محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ
بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کے متعلق
آپ کا قول ۲۹۶
مریم علیہا السلام
آپ کے صدیقہ کہلانے کی وجہ ۳۲۳
کیا صرف آپ اور ابن مریم مَسِ شیطان
سے پاک تھے؟ ۳۲۲
اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی
مریم رکھا ہے ۳۳۰
مسیلمہ کذّاب ۲۲۲
جب حضورؐ کی شہرت ہوگئی تو اس نے بھی
دعویٰ کر دیا ۲۲۲
عربوں نے اس کی مخالفت نہیں کی ۲۲۰
پیشگوئی کے مطابق ہلاکت ۳۰۳
معراج الدین میاں ۱۷۲
معین الدین
ہندوستان کے اولیاء میں سے ایک ۲۱۲
ملاکی
الیاس کی آمد ثانی کی پیشگوئی ۱۷۵
ملاوامل لالہ
ابتدائی زمانہ کا گواہ ۶۴
حضور کی پیشگوئیوں اور نشانات کا گواہ ۱۲۹
موسیٰ علیہ السلام ۲۳، ۲۹، ۴۸، ۶۷، ۱۲۷، ۲۶۸
ماموریت کے وقت ہارون کو زیادہ افصح
قرار دیا ۱۶۶
ارض موعود کے حصول سے پہلے ہی راستہ
میں فوت ہوئے ۱۶۱، ۳۱۷
آپ کے وقت میں پلوٹھوں کی ہلاکت
کا نشان ۱۲۸
آپ کے زمانہ میں طاعون اور بیماریوں
کا عذاب ۹۸، ۱۰۰
خدا تعالیٰ کی قدرتوں سے فرعون پر فتح ۱۸۷
جادوگروں کے مقابلہ میں غالب آئے ۳۲۹
آپ کے ساتھیوں کا رویہ ۲۶۸
تورات میں موسیٰ کی وفات کا ذکر ۳۱۷
مولا بخش چوہدری۔ سیالکوٹ ۱۱

ن

نادر علی شاہ سید سب رجسٹرار رئیس چکوال
بیعت ۲۴۷، ۲۵۱

ناصر نواب میر

مولوی محمد حسین کے متعلق آپ کی ایک خواب ۹۳
مسئلہ گوشت خوری کے سلسلہ میں گفتگو ۲

نانک

چولہ سے آپ کے مسلمان ہونے کا ثبوت ۱۳۰

نجاشی

آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ کو پناہ دینا ۱۷۹

نصرت جہاں بیگم حرم حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ کا اعلیٰ ایمان ۲۷۸
صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر صبر
کا اعلیٰ نمونہ ۳۰۱
آپ نے مبارک احمد کی وفات پر فرمایا کہ
خدا تعالیٰ کی مرضی کو میں نے اپنے ارادوں
پر قبول کر لیا ہے ۲۸۱
صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر آپ
کے صبر پر اللہ تعالیٰ کا اظہار خوشنودی ۳۰۱
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے الہام
''خدا خوش ہو گیا'' سے مجھے اتنی خوشی
ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی
مرجاتا تو میں پروانہ کرتی ۲۷۸، ۳۰۱
لاہور اور پھر واپسی ۲۰۱

نظام الدین شیخ شاگرد باوا غلام فرید ۱۳۴

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ

مسیح موعود کے بارہ میں ایک حدیث ۷۶

نوح علیہ السلام ۲۳، ۲۶، ۱۲۶، ۱۴۸، ۲۶۸

پہلے صبر اور پھر درد کی حالت ۱۵۴
بیٹے کے لیے دعا اور اللہ تعالیٰ کا جواب ۲۳
آپ کے وقت نشان کے طور پر بیماریوں کا آنا

نور احمد دہلوی

پیسہ اخبار میں مراسلہ ۲۷۰

نور الدین خلیفۃ المسیح الاول ۷۷، ۸۷، ۸۶، ۹۶، ۲۴۱

ایک مثالی طبیب جو اپنے بیماروں کے
واسطے دعا بھی کرتے ہیں ۲۳۴
حضور کا آپ کو نماز کے لیے بلوانا ۸۳
سکول کے طلبا کے لیے آپ کی باتوں اور
درس کا فائدہ ۲۸۴، ۲۸۵
ایک عمدہ نکتہ ۱۷۷
بیمار اور مسافر کے روزہ کے بارہ میں
ابن عربی کا قول پیش کرنا ۲۹۸
گوشت خوری کے مسئلہ کا ذکر ۲
آپ نے فرمایا کہ قیامت فنا وغیرہ
الفاظ نسبتی ہیں ۹۷
حضور کا آپ سے بعض دیسی جڑی بوٹیوں
کا تذکرہ ۱۵۰
آپ کی بیماری اور مرنے کا اندیشہ ۲۶۱
آپ کے لیے دعا کی کیفیت ۲۲۸

نور محمد امیر پور تحصیل کبیر والا ۲۱۹

نور محمد ڈاکٹر حکیم

لاہور سے ملاقات کے لیے قادیان آمد ۱۱۹، ۱۲۰

و

ولایت علی سوداگر صدر بازار دہلی ۲۷۰

ولی اللہ شاہ محدث دہلوی ۷۴

و یب
امریکن نومسلم کے خط کا ذکر ۹۴
اس نے ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں
کی اور بدگوئی کے ساتھ چلا گیا ۹۵

ہ

ہارون علیہ السلام ۱۶۶
ہرقل قیصر روم
ابوسفیان سے آنحضرتؐ کے حالات
دریافت کرنا ۲۲۲
ہلاکو خان
بغداد میں چھ لاکھ مسلمانوں کا قتل ۱۸۶

ی

یسوع نیز دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام
یسوع کو زندہ ماننے کا نقصان ۱۱۳
یعقوب علیہ السلام
خدا کا فرزند ۳۳۸
یعقوب بیگ مرزا ڈاکٹر
لاہور سے ملاقات کے لیے قادیان آمد ۱۱۹، ۱۲۰
ایک ہندو کے ساتھ گوشت خوری کے
مسئلہ پر گفتگو کا ذکر ۲
یعقوب علی شیخ
حضور کی طرف سے آپ کو ایک معاملہ کی
تحقیقات کا ارشاد ۲۷۲
یوحنا علیہ السلام نیز دیکھئے یحیٰی
سید احمد شہید کی یوحنا سے مماثلت ۳۳۸
یوزآسف
آپ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں ۳۳۹
یوسف علیہ السلام
بے وقت خواب سنانے کی وجہ سے مصائب ۱۱۵
بادشاہ وقت کے خواب کی تعبیر بیان کرنا ۲۹۵
یونس علیہ السلام ۳۳۱
آپ کی پیشگوئی کے باوجود آپ کی قوم
کا بچ جانا ۱۶۹
زیر عتاب آنے کی وجہ ۱۵۳

مقامات

آ، ا

آریہ ورت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اخلاقی اور روحانی حالت ۲۷

آگرہ
مجسٹریٹ آگرہ سید حبیب اللہ صاحب آئی سی ایس کی ملاقات کے لیے قادیان تشریف آوری ۱۱۰

اٹلی ۲۷۰

افریقہ
ننگے قبائل سے معاشرتی تعلقات ۲۶۵

افغانستان نیز دیکھئے کابل
مذہبی آزادی کا فقدان ۳۹، ۹۱
افغانستان میں عربی علوم میں سے فقہ کا زیادہ رواج ہے ۹۴
والیٔ افغانستان امیر حبیب اللہ خدا تعالیٰ کا مجرم ہے ۱۰۳

الٰہ آباد ۱۱۰

امرتسر ۹۸، ۱۳۵، ۱۶۶
حضور کا براہین احمدیہ چھپوانے جانا ۶۴
پادری رجب علی ۲۱۴

امریکہ ۳۴، ۷۷، ۹۴، ۹۵، ۱۳۹، ۱۴۲، ۲۵۹
امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لیے انگریزی میں ایک جامع کتاب کی ضرورت ۹۵
امریکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کا پہنچنا ۱۲۷
رمضان میں کسوف وخسوف کے نشان کا ظہور ۶۰
طاعون ۲۲۹
ڈوئی کی موت سے اتمام حجت ۱۳۹

امیر پور تحصیل کبیر والا
یہاں کے ایک صاحب نور محمد کا بیعت کرنا ۲۱۹، ۲۲۰

ب، پ، ت

بٹالہ ۹۳، ۲۰۱
یہاں کے ایک دنیا پرست پیرزادہ کا ذکر ۲۱۱
بھنڈاریوں کی حکومت میں گائے کو زخمی کرنے پر ایک سیدزادے کا ہاتھ کاٹا گیا ۴۵، ۴۶
شیخ رحمت اللہ کی حضور سے ملاقات ۲۰۳

بخارا
حضرت امام بخاریؒ کی بخارا سے جلاوطنی ۹۴
براہین احمدیہ بھجوائی گئی ۶۳

برطانیہ
گورنمنٹ برطانیہ کی مذہبی آزادی کی
پالیسی کی تعریف اور تشکر ۳۸،۳۷
بغداد
ہلاکو خان کے حملے میں چھ لاکھ مسلمانوں کا قتل ۱۸۶
بہاولپور
نواب بہاولپور کا حسن خاتمہ ۱۰۲
پشاور
ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قتل ۲۳۰
پنجاب ۱۴۲،۱۳۹،۴۲
سکھوں کا ظالمانہ عہد ۴۷
سید احمد شہید کی شہادت ۳۳۸
مسیح موعود کی بعثت کے لیے اس سرزمین
کے انتخاب کی حکمت ۴۷،۴۲
پنجاب کی سرزمین نرم ہے اور اس میں قبول حق
کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں زیادہ ہے ۴۲
طاعون کے پودے لگائے جانے کی
پیشگوئی اور پھر اس کا پورا ہونا ۲۲۹
ترکی
مذہبی آزادی کا فقدان ۳۹
سلطانِ روم کا ذکر ۱۷۹

ج، چ، ح، خ

جگن ناتھ ۲۷
جموں
یہاں کے ایک معزز ہندو کا حضور کو
کشمیر آنے کی دعوت دینا ۱۲۹
یہاں کے چراغ دین کا دعویٰ اور ہلاکت ۱۵۸،۸۱
جہلم
یہاں کی زمین اسلامی سرشت رکھتی ہے ۳۰۱
مقدمہ میں مخالفین کی ناکامی ۶۳
چاچڑاں شریف (بہاولپور)
یہاں کے خواجہ غلام فریدؒ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد تھے ۱۰۳
خواجہ صاحب کا حضور کی تائید میں کلام ۱۹۶
چکوال
سید نادر علی شاہ سب رجسٹرار و رئیس چکوال
کی بیعت ۲۴۷
حیدر آباد
عابد حسین صاحب کی تجدید بیعت ۱
خوشاب ۱۷۲

د، ر

دوالمیال (ضلع جہلم)
فقیر مرزا کی ہلاکت ۸۳
دہلی ۲۷۰،۱۰۲
یہاں کے رہنے والوں میں قبولیت حق
کا مادہ نہیں ۴۲
دہلی میں ہنسی ٹھٹھا بہت ہے ۲۷۴
توفّی کے معنوں کے بارہ میں حضور کی گفتگو ۲۷۴
دھورہ ڈھیری بٹاں (ریاست جموں)
یہاں کے میاں محمد دین احمدی کا
فدایانہ جذبہ ۱۸۹

راولپنڈی ۲

رنگون (برما)
بندروں میں طاعون ۱۶۲
روم (دیکھئے زیرعنوان ترکی) ۳۹، ۱۷۹

س،ش،ص

سرگودھا
جانوروں میں طاعون ۲۹۲

سسلی (اٹلی)
یوزآسف کے نام کا گرجا ۳۳۹

سومنات ۲۷

سیالکوٹ ۱۴۰
حضور کی معجزانہ حفاظت ۱۸۴، ۱۸۵
حضور کی موجودگی میں بجلی گرنے کا واقعہ ۱۸۴
یہاں کی سرزمین اسلامی سرشت رکھتی ہے ۳۰۱
ضلع سیالکوٹ کے احمدیوں کا مجمع کثیر قادیان میں ۱۱
مخالفت کی کمی ۱۰
ایک بدخُلق شخص سے حسن سلوک کا نتیجہ ۱۹۲، ۱۹۳
رمضان کا چاند دیر سے دیکھنے کا مسئلہ ۳۰۲
یہاں کے تاجروں کی ہڑتال پر
اظہار ناپسندیدگی ۱۰

سیکھواں (تحصیل بٹالہ)
سیکھواں کے تین احمدی بھائیوں کا اخلاص ۲۳۶

سیلون (سری لنکا)
ڈوئی یہاں بھی آیا تھا ۱۳۹

شملہ ۲۰۳

صیحون (ZION CITY) امریکہ
ڈوئی کے صیحون کی بربادی ۱۴۲

ع،ف،ق

عرب
بعثت نبوی سے پہلے معاشرتی اور اخلاقی ابتری ۴۲
عرب کے لوگ بعثت نبوی کے وقت دہریہ تھے ۴۹
انتہائی خراب حالات متقاضی تھے کہ
کوئی کامل مصلح مبعوث ہو ۴۸
عرب کے بادیہ نشینوں کو قرآن نے
مسائل سمجھا دیئے تھے ۱۲۹

علی گڑھ ۱۲۳
ماسٹر محمد دین کا خط ۱۴۴
طلبا کی سٹرائیک میں شامل ہونے والے
احمدی طلبا سے حضور کا اظہار ناراضگی ۱۲۲، ۱۲۳

فیروز پور
حکیم محمد عمر صاحب کا استفسار ۱۳۷

قادیان دارالامان ۷، ۳۷، ۸۷، ۸۹، ۲۰۳
اردگرد کا نشیب جسے ڈھاب کہتے ہیں ۲۶۳
پنجاب پر انگریزی حکومت قائم ہونے پر
قادیان میں اونچی آواز سے اذان ۴۳
وفات مسیح کے اعلان کے بعد پادریوں نے
قادیان آنا چھوڑ دیا ہے ۱۱۳
قادیان کے آریوں کا تعصب اور حق پوشی ۷۸
بچوں کو تعلیم کے لیے قادیان بھیجنے کے فوائد ۲۸۴

فدیہ رمضان مرکز میں بھیجنا جائز ہے ۷۵
قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھنے
کے بارہ میں الہامات ۱۰۸
باوجود شہر میں طاعون کے جماعت محفوظ رہی
۱۳۶، ۱۵۸
شہر میں طاعون کے باوجود الدّار کی حفاظت
۶۵، ۱۵۸
یہاں کے بدزبان دو آریوں کی طاعون
سے ہلاکت ۱۶۴
طاعون کا ٹیکہ لگانے والے وفد کو
کشتی نوح کا تحفہ ۲۰۲

ک، گ

کابل

مذہبی آزادی کا فقدان ۳۹، ۹۱
امیر کابل کا فری میسن ہونا ۱۴۰
صاحبزادہ عبداللطیف کا قتل ۱۷۹
ہیضہ کی وبا ۲۲۹
پچاسی ہزار انسانوں کی ہلاکت کی خبر ۲۷۵
امیر کابل کے ساتھ گورنمنٹ ہند کے نمائندہ
سید حبیب اللہ آئی سی ایس کی قادیان میں آمد ۱۱۰

کپورتھلہ

خانصاحب عبدالحمید کا استفسار ۱۳۷

کسولی

عبدالکریم کے نہ بچ سکنے کے بارہ میں
ہسپتال کا تار ۱۶۴

کشمیر

حضور کو سیر کے واسطے کشمیر آنے کی دعوت ۱۲۹
ابوسعید عرب کی شہادت کہ کشمیر کے لوگ
خانیار کی قبر کو عیسیٰ صاحب یا نبی صاحب
کی قبر کہتے ہیں ۳۳۹
کشمیر کے واسطے مولوی عبداللہ صاحب
(وعظ کے) کام کے لیے موزوں معلوم
ہوتے ہیں ۲۹۶

گجرات پاکستان

یہاں کی زمین اسلامی سرشت رکھتی ہے ۳۰۱

گوجرانوالہ

یہاں کی زمین اسلامی سرشت رکھتی ہے ۳۰۱
مینجر گورو کل کے نام حضور کی طرف سے
مفتی محمد صادق صاحب کا خط ۸۸

گورداسپور

یہاں قیام کے دوران الہام ’’زلزلہ کا دھکّا‘‘ ۶۲
ایک سدھائی ہوئی بلی کا واقعہ ۳۱۲

ل

لاہور ۴۳، ۱۲۰، ۱۴۹
سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ۴۳
حضرت سیدہ نصرت جہاں کا بغرض
تبدیلی آب و ہوا لاہور جانا ۲۰۱
حضور کا لاہور کے دوستوں کی احوال پُرسی
کے لیے آدمی بھیجنا ۱۴۵
لاہور کے لارڈ بشپ کو مفتی محمد صادق
صاحب کا خاموش کرانا ۱۱۳

وہابیوں کا مخالف ایک عرب ۱۹۲، ۱۹۳
ایک دہریہ کا خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت
پر اعتراض اور اس کا جواب ۱۸۳
ایک شخص کا کشف ۲۸۸
اکتوبر (۱۹۰۷ء) میں طاعون کا خوف ۲۹۰
میڈیکل کالج لاہور میں طلبا کی سٹرائیک
پر حضور کا مشورہ ۱۲۲، ۱۲۳

لدھیانہ

لدھیانہ کی بیعت میں چالیس آدمی تھے ۱۶۰
طاعون کی تباہ کاری ۱۰۷

م

مدراس

احمد صاحب کی بیعت کے لیے آمد ۱۶۳

مدینہ منورہ ۱۴۵، ۱۷۹، ۲۱۲، ۲۴۶
کفّار مکہ کی طرف سے مدینہ تک تعاقب ۲۴۶
براہین احمدیہ بھجوائی گئی ۶۳
مذہبی آزادی کا فقدان ۳۹

مصر

اہل مصر کی سلسلہ سے دلچسپی اور ان کو
عربی تصانیف بھجوانے کا ارشاد ۷۹
مصر کے اخباروں میں ڈوئی کے مرنے کا ذکر ۱۴۴

مکہ مکرمہ ۷، ۴۷، ۶۱، ۶۸، ۱۷۵، ۱۷۹، ۲۱۲، ۲۶۸
مکہ والے مداہنہ کے مرض میں مبتلا تھے ۲۴۲
مذہبی آزادی کا فقدان ۳۹
براہین احمدیہ بھجوائی گئی ۶۳

ملتان ۲۱۹

مونگھیر (بہار)
جماعت کے ایک مباحثہ کا ذکر ۹۹

میانوالی ۱۲۴

ہ

ہندوستان نیز دیکھئے آریہ ورت ۴۲، ۲۱۳
حالت اضطرار کی وجہ سے بعض امور کا جواز ۲۶۴
دو اولیاء کا ذکر ۲۱۲
مسلمانوں سے حکومت چھن جانے کی وجہ ۱۸۶
مذہبی آزادی ۹۲
یہاں کے عیسائیوں کی ایمانی حالت ۵
سعد اللہ کی ہلاکت سے ہندوستان پر
اتمام حجت ۱۴۲

ہوشیار پور
مسلمانوں کے اذان دینے پر ہندوؤں
کی شکایت ۴۴

ی

یورپ ۱۳۹، ۱۴۲، ۲۲۹
حضور کی طرف سے یورپ میں
دعوتِ اسلام کے کام کا اجرا ۳۸
تبلیغ اسلام کے لئے انگریزی زبان میں
ایک جامع کتاب کی ضرورت ۹۵
ڈوئی کی موت سے اتمامِ حجت ۱۴۲
طاعون ۲۲۹
غیر معمولی سردی (جنوری ۱۹۰۷ء) ۸۴